اردو کا کلاسیکی ادب
تذکرہ
خوش معرکہ زیبا
جلد دوم
از
سعادت خاں ناصر
مرتبہ
مشفق خواجہ
مجلس ترقی ادب لاہور

بعونِ صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلّاقِ زمین و زمان
۱۱۵
اُردو کا کلاسیکی ادب
تذکرہ
خوش معرکۂ زیبا
از
سعادت خاں ناصر
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

فہرست

۳۴۵ - آتش ، خواجہ حیدر علی - - ۱
۳۴۶ - صدر ، میر صدر الدین - - ۹
۳۴۷ - فقیر ، میر کمال الدین - - ۱۲
۳۴۸ - رند ، نواب سید محمد خان - - ۱۳
۳۴۹ - افضل ، حسن یار خان - - ۱۷
۳۵۰ - ناصر ، مرزا میر - - ۱۹
۳۵۱ - واہب ، شیخ ہدایت حیدر - - ۲۰
۳۵۲ - بسمل ، مرزا عنایت علی - - ۲۰
۳۵۳ - عالی ، آغا علی رضا خان - - ۲۲
۳۵۴ - شناور ، صاحب مرزا - - ۲۴
۳۵۵ - سالک ، میر مصطفیٰ بخش - - ۲۹
۳۵۶ - عارف ، میر جمال الدین - - ۳۱
۳۵۷ - شرر ، مرزا آغا حسن - - ۳۲
۳۵۸ - سحر ، میر علی حسین - - ۳۷
۳۵۹ - سید ، میر عنایت حسین - - ۳۹
۳۶۰ - امیر ، امیر مرزا - - ۴۰
۳۶۱ - رونق ، شیخ رونق علی - - ۴۱
۳۶۲ - گلشن ، راجہ جیالال - - ۴۲
۳۶۳ - جلیل ، میر ہدایت علی - - ۴۴
۳۶۴ - خلیل ، میر دوست علی - - ۴۷
۳۶۵ - شمس ، نواب محمد علی خان - - ۵۲

۳۶۶ - امیر ، لالہ شادی لال - - - - ۵۴
۳۶۷ - انور ، لالہ مہابلی - - - - ۵۵
۳۶۸ - ظہور ، جگل کشور - - - - ۵۵
۳۶۹ - شائق ، لالہ سیوا رام - - - ۵۶
۳۷۰ - نسیم ، دیا شنکر - - - - ۶۳
۳۷۱ - عشق ، آغا رضا - - - - ۶۴
۳۷۲ - اوج ، مرزا علی حسین - - - - ۶۷
۳۷۳ - نصرت ، مرزا محمد جعفر - - - ۷۱
۳۷۴ - منتہی ، مرزا مسیتا - - - - ۷۲
۳۷۵ - شرف ، سید باقر علی عرف آغا حجو - - ۷۴
۳۷۶ - آزاد ، شاہ مرزا - - - - ۷۷
۳۷۷ - صبا ، میر وزیر - - - - ۷۹
۳۷۸ - کیف ، شیخ فضل احمد - - - ۸۴
۳۷۹ - سیاح ، میر محمد رضا - - - - ۸۷
۳۸۰ - جزا ، میر مہدی حسن - - - ۸۸
۳۸۱ - فوق ، میر بندہ حسن - - - ۸۹
۳۸۲ - شمیم ، امراؤ مرزا - - - - ۹۱
۳۸۳ - عدم ، واجد علی خاں - - - ۹۳
۳۸۴ - وصف ، میر محمود علی - - - ۹۴
۳۸۵ - وحید ، سرفراز علی خاں - - - ۹۵
۳۸۶ - ازل ، آغا حسن - - - - ۹۶
۳۸۷ - قدر ، میر نصیرالدین - - - ۹۷
۳۸۸ - سرور ، ولایت حسین - - - ۹۸
۳۸۹ - سخن ، لالہ رام دیال - - - ۹۹

۳۹۰ - نمود ، میر مہدی حسن - - - ۱۰۲
۳۹۱ - اعظم ، میر اعظم شاہ - - - ۱۰۳
۳۹۲ - نور الدین ، مرزا - - - ۱۰۷
۳۹۳ - حیدر ، مرزا - - - - ۱۰۸
۳۹۴ - ہمایوں ، مرزا ہمایوں بخت - - - ۱۰۹
۳۹۵ - ظفر ، شیخ ظفر علی - - - ۱۱۰
۳۹۶ - یوسف ، یوسف خان - - - ۱۱۱
۳۹۷ - اصغر ، علی اصغر خان - - - ۱۱۳
۳۹۸ - عالی ، خواجہ عبداللہ - - - ۱۱۴
۳۹۹ - صولت ، خواجہ محمد - - - ۱۱۶
۴۰۰ - عاشور علی خان ، نواب - - - ۱۱۸
۴۰۱ - اسحاق ، مرزا اسحاق - - - ۱۲۰
۴۰۲ - جلا ، مرزا واحد علی خان - - - ۱۲۵
۴۰۳ - طاہر ، مرزا بندہ حسن - - - ۱۲۷
۴۰۴ - الم ، آغا مہدی - - - ۱۲۸
۴۰۵ - گل ، نواب امیر مرزا خاں - - - ۱۳۰
۴۰۶ - ممتاز ، کالکا دین - - - ۱۳۲
۴۰۷ - جان (صاحب) میر یار علی - - - ۱۳۳
۴۰۸ - دانا ، روشن لال - - - ۱۳۷
۴۰۹ - غیور ، رحمت اللہ - - - ۱۳۸
۴۱۰ - برہا ، کنور سنگھ - - - ۱۳۹
۴۱۱ - چرکیں ، شیخ باقر علی - - - ۱۴۱
۴۱۲ - نصیر ، میاں نصیر الدین عرف کلو - - ۱۴۲
۴۱۳ - دریغ (سید زین العابدین) - - - ۱۴۸

۳۱۴ - منیر ، وجیہ الدین - - - - ۱۴۸
۳۱۵ - وفا ، مرزا عبدالعلی - - - - ۱۴۹
۳۱۶ - منشی ، مول چند - - - - ۱۴۹
۳۱۷ - ضمیر ، گنگا داس - - - - ۱۵۰
۳۱۸ - ذکا ، خوب چند - - - - ۱۵۰
۳۱۹ - اسیر (بلتراز) - - - - ۱۵۱
۳۲۰ - معروف ، الٰہی بخش خان - - - ۱۵۱
۳۲۱ - طوماس ، جان - - - - ۱۵۱
۳۲۲ - اعظم ، اعظم خان - - - ۱۵۲
۳۲۳ - امیر ، شیخ امیر اللہ - - - ۱۵۲
۳۲۴ - امی ، روشن بیگ - - - ۱۵۲
۳۲۵ - منعم ، موہن لال - - - ۱۵۳
۳۲۶ - مشیر ، شیخ قطب الدین - - - ۱۵۳
۳۲۷ - سہراب ، سہراب بیگ - - - ۱۵۳
۳۲۸ - اظہر ، شیخ کرامت علی - - - ۱۵۴
۳۲۹ - نکہت (نیاز علی بیگ) - - - ۱۵۷
۳۳۰ - مشتاق (شیخ نجم الدین) - - - ۱۵۷
۳۳۱ - دل سوز ، خیراتی خان - - - ۱۵۸
۳۳۲ - صاحب ، ظفر یاب خان - - - ۱۵۹
۳۳۳ - شوق ، شیخ غلام رسول - - - ۱۵۹
۳۳۴ - ذوق ، شیخ محمد ابراہیم - - - ۱۵۹
۳۳۵ - ظفر ، بہادر شاہ - - - ۱۶۴
۳۳۶ - قابل ، مرزا (علی بخش) - - - ۱۶۶
۳۳۷ - عالی - - - - - ۱۶۷

۴۳۸ - دارا ، مرزا دارا بخت - - - ۱۶۷
۴۳۹ - الم ، (محمد علی) - - - ۱۶۸
۴۴۰ - طالب ، (مہتاب رائے) - - - ۱۶۸
۴۴۱ - مومن ، مومن خان - - - ۱۶۹
۴۴۲ - وحشت ، سید غلام علی خان - - - ۱۷۵
۴۴۳ - یاس ، خیر الدین - - - ۱۷۷
۴۴۴ - اکبر ، اکبر خان - - - ۱۷۸
۴۴۵ - شیفتہ ، مصطفیٰ خان - - - ۱۷۹
۴۴۶ - فدا ، شیخ فدا حسین - - - ۱۸۰
۴۴۷ - شورش ، (غلام) احمد - - - ۱۸۱
۴۴۸ - بے تاب ، عباس علی خان - - - ۱۸۲
۴۴۹ - کرم ، شیخ غلام ضامن - - - ۱۸۲
۴۵۰ - مسکین ، عبدالواجد خان - - - ۱۸۳
۴۵۱ - عظمت ، میر عظمت اللہ خان - - - ۱۸۴
۴۵۲ - تسکین ، میر حسین - - - ۱۸۴
۴۵۳ - نادم ، (جبار دہلوی) - - - ۱۸۶
۴۵۴ - عنایت ، عنایت علی خاں - - - ۱۸۶
۴۵۵ - نسیم ، مرزا اصغر علی خان - - - ۱۸۷
۴۵۶ - اشرف ، اشرف علی - - - ۱۸۹
۴۵۷ - شمیم ، میر محمد حسین - - - ۱۸۹
۴۵۸ - غالب ، مرزا اسد اللہ خاں - - - ۱۹۰
۴۵۹ - فگار ، میر حسین - - - ۱۹۴
۴۶۰ - نظیر ، شیخ ولی محمد - - - ۱۹۵
۴۶۱ - ضمیر ، میاں مداری - - - ۱۹۶

۴۶۲ - صاحب قران ، میر امام علی	-	-	۱۹۹
۴۶۳ - اسرار ، مرزا بندو	-	-	۱۹۹
۴۶۴ - ناسخ ، شیخ امام بخش	-	-	۲۰۱
۴۶۵ - اثر ، نواب حسین علی خان	-	-	۲۱۸
۴۶۶ - تدبیر ، مرزا محمد باقر عرف مرزا مغل	-	-	۲۲۰
۴۶۷ - ہاتف ، مرزا حیدر علی	-	-	۲۲۱
۴۶۸ - ضبط ، نوازش علی خان	-	-	۲۲۲
۴۶۹ - اعجاز ، اصغر علی خان	-	-	۲۲۳
۴۷۰ - سروش ، شیخ مراد علی	-	-	۲۲۴
۴۷۱ - فصیح ، مرزا جعفر علی	-	-	۲۲۵
۴۷۲ - ملال ، محمد رضا خان	-	-	۲۲۶
۴۷۳ - ثاقب ، مرزا مہدی	-	-	۲۲۷
۴۷۴ - آزاد ، سید علی حسین	-	-	۲۲۹
۴۷۵ - سحر ، سید ناصر علی	-	-	۲۳۳
۴۷۶ - انس ، محمد مرزا	-	-	۲۳۶
۴۷۷ - عشق ، سید حسین مرزا	-	-	۲۳۸
۴۷۸ - قدس ، مرزا محمد رضا	-	-	۲۴۰
۴۷۹ - آباد ، مہدی حسن خان	-	-	۲۴۱
۴۸۰ صحبت ، بخشش علی خان	-	-	۲۴۴
۴۸۱ - ہشیار ، سید امجد علی	-	-	۲۴۷
۴۸۲ - گویا ، فقیر محمد خان	-	-	۲۴۸
۴۸۳ - فراق ، خواجہ بہادر حسین	-	-	۲۵۳
۴۸۴ - صبر ، میر اسد	-	-	۲۵۵
۴۸۵ - شائق ، لالہ فتح چند	-	-	۲۵۶

۴۸۶ - شائق ، میر محمد - - - ۲۶۱
۴۸۷ - حبیب ، میر نواب - - - ۲۶۳
۴۸۸ - سیفی ، میر وارث علی - - ۲۶۵
۴۸۹ - اسد ، اسد خان - - - ۲۶۵
۴۹۰ - فرخ ، کرامت اللہ خان - - - ۲۶۶
۴۹۱ - جوش ، میر وارث علی - - - ۲۶۸
۴۹۲ - نادر ، کلب حسین خان - - - ۲۶۹
۴۹۳ - مسیحا ، محمد علی خان - - - ۲۷۰
۴۹۴ - معجز ، مرزا محمد رضا - - - ۲۷۳
۴۹۵ - خضر ، مرزا بندہ علی بیگ - - - ۲۷۴
۴۹۶ - فکر ، شیخ ذوالفقار علی - - - ۲۷۶
۴۹۷ - شہید ، محمد بخش - - - ۲۷۷
۴۹۸ - یاور ، امداد علی - - - ۲۸۵
۴۹۹ - یوسف ، یوسف بیگ - - - ۲۸۷
۵۰۰ - واحد ، پنڈت سنگم لال - - - ۲۸۸
۵۰۱ - کوثر ، مرزا مہدی - - - ۲۸۹
۵۰۲ - محتشم ، مرزا محمد محتشم - - - ۲۹۳
۵۰۳ - راوی ، خواجہ مصاحب علی - - - ۲۹۴
۵۰۴ - قبول ، مرزا مہدی - - - ۲۹۶
۵۰۵ - ثبات ، مرزا محمد محسن - - - ۳۰۰
۵۰۶ - سعید ، آغا نجف - - - ۳۰۱
۵۰۷ - ندیم ، میر محمد شفیع - - - ۳۰۲
۵۰۸ - سحر ، اجودھیا پرشاد - - - ۳۰۶
۵۰۹ - حشم ، میر امیر علی - - - ۳۰۷

۵۱۰ - نادر ، مرزا عسکری - - - ۳۰۸

۵۱۱ - حافظ - - - - - ۳۰۸

۵۱۲ - رشک ، میر علی اوسط - - - ۳۰۹

۵۱۳ - شوق ، میر علی ضامن - - - ۳۱۷

۵۱۴ - مہر ، سید آقا علی خان - - - ۳۲۰

۵۱۵ - سید ، سید علی خان - - - ۳۲۲

۵۱۶ - آرزو ، مرزا علی محمد - - - ۳۲۴

۵۱۷ - رسا ، میر علی احمد - - - ۳۲۹

۵۱۸ - تنویر ، سید کاظم حسین - - - ۳۲۷

۵۱۹ - منیر ، میر اسمٰعیل حسین - - - ۳۲۸

۵۲۰ - صفیر ، مرزا مغل - - - ۳۳۱

۵۲۱ - فہیم ، پنڈت سندر لال - - - ۳۳۲

۵۲۲ - غنی ، غنی محمد - - - ۳۳۲

۵۲۳ - مجروح ، غلام سعد - - - ۳۳۳

۵۲۴ - فریاد ، محمد باقر - - - ۳۳۴

۵۲۵ - اوج ، میر محمود خان - - - ۳۳۵

۵۲۶ - ساحل ، سید اکبر علی - - - ۳۳۶

۵۲۷ - قابل ، سید علی خان - - - ۳۳۷

۵۲۸ - عروج ، منشی احمد حسن خان - - ۳۳۹

۵۲۹ - عاجز ، شیخ عبداللہ - - - ۳۴۱

۵۳۰ - عشق ، علی اشرف خان - - - ۳۴۲

۵۳۱ - طوفان ، میر نوازش علی - - - ۳۴۲

۵۳۲ - دریا ، رتن ناتھ - - - ۳۴۳

۵۳۳ - عیش ، ابو محمد - - - ۳۴۴

۵۳۴ - شاد ، فضل امام خاں - - - ۳۴۵
۵۳۵ - قیس ، شیخ کاظم علی قدوائی - - - ۳۴۶
۵۳۶ - بہار ، مرزا علی - - - ۳۴۷
۵۳۷ - مخرور ، ہادی حسن - - - ۳۴۸
۵۳۸ - عشقی ، شیخ الٰہی بخش - - - ۳۴۸
۵۳۹ - غافل ، لالہ کنہیا لال - - - ۳۵۱
۵۴۰ - محسن ، میر محسن علی - - - ۳۵۱
۵۴۱ - صادق ، صادق حسین خاں - - - ۳۵۵
۵۴۲ - ہلال ، امیر علی خاں - - - ۳۵۷
۵۴۳ - سجاد ، سید علی سجاد - - - ۳۵۹
۵۴۴ - شوق ، میر رضی - - - ۳۶۱
۵۴۵ - انور ، علی مرزا - - - ۳۶۳
۵۴۶ - محبت ، شیو پرشاد پنڈت - - - ۳۶۵
۵۴۷ - موج ، میر کاظم حسین - - - ۳۶۶
۵۴۸ - متین ، میر بہادر علی - - - ۳۶۷
۵۴۹ - ذرہ ، شنکر لال - - - ۳۶۸
۵۵۰ - افضل ، شاہ غلام اعظم - - - ۳۷۰
۵۵۱ - سعادت ، سعادت خاں - - - ۳۷۱
۵۵۲ - جنون ، میر مہدی - - - ۳۷۲
۵۵۳ - شرف ، شیخ شرف الدین حسین - - ۳۷۳
۵۵۴ - نمود ، مرزا آسمان قدر - - - ۳۷۶
۵۵۵ - وزیر ، خواجہ - - - - ۳۷۷
۵۵۶ - قلق ، خواجہ اسد - - - ۳۸۳
۵۵۷ - بے خود ، میر ہادی علی - - - ۳۸۷

۵۵۸ - ایجاد ، شیخ بهادر علی - - - ۳۸۹
۵۵۹ - سپر ، میر مہدی - - - ۳۹۰
۵۶۰ - طوبیٰ ، میر مسیتا - - - ۳۹۴
۵۶۱ - عباس ، میر - - - - ۳۹۶
۵۶۲ - مجرم ، قادر علی - - - ۳۹۷
۵۶۳ - خطا ، نظر علی بیگ - - - ۳۹۸
۵۶۴ - آشنا ، سید محمد - - - - ۴۰۰
۵۶۵ - یوسف - - - - ۴۰۲
۵۶۶ - کیوان ، مرزا علی حسین - - - ۴۰۲
۵۶۷ - عرش ، میر عسکری عرف میر کلو - - ۴۰۵
۵۶۸ - ناصر ، سید ابو محمد - - - ۴۱۱
۵۶۹ - انسخ ، سید ابو تراب عرف منجھو - - ۴۱۳
۵۷۰ - انسب ، میر ابو طالب - - - ۴۱۶
۵۷۱ - قرار ، بندہ علی خان - - - ۴۱۹
۵۷۲ - برق ، مرزا محمد رضا - - - ۴۲۲
۵۷۳ - حیدر ، مرزا حیدر خان - - - ۴۲۸
۵۷۴ - فلک ، میر بہادر حسین - - - ۴۳۰
۵۷۵ - علی ، مرزا رضا - - - ۴۳۳
۵۷۶ - ساحر - - - - - ۴۳۶
۵۷۷ - طور ، مرزا محمد رضا - - - ۴۳۷
۵۷۸ - طوفان ، میر علی حسین - - - ۴۳۹
۵۷۹ - نور ، میر وزیر - - - ۴۴۱
۵۸۰ - جری ، مرزا سرفراز علی - - - ۴۴۲
۵۸۱ - سحاب ، الہ یار خان - - - ۴۴۶

۵۸۲ - نقی ، علی خان نقی عرف پیارے صاحب - - ۳۴۸
۵۸۳ - شفا ، مرزا کریم بیگ - - - ۳۵۰
۵۸۴ - خورشید ، خوش وقت علی خان - - ۳۵۱
۵۸۵ - حکیم ، میر محمد علی - - - ۳۵۳
۵۸۶ - سحر ، شیخ امان علی - - - ۳۵۵
۵۸۷ - حسام ، محمد تقی خان - - - ۳۵۸
۵۸۸ - ثمر ، سید ابو تراب - - - ۳۶۱
۵۸۹ - ممتاز ، مرزا حسین علی خان - - - ۳۶۲
۵۹۰ - بحر ، شیخ امداد علی - - - ۳۶۷
۵۹۱ - شفق ، مرزا علی جان - - - ۳۷۳
۵۹۲ - سالم ، میر عسکری - - - ۳۷۵
۵۹۳ - گرداب ، (رام چرن) - - - ۳۷۹
۵۹۴ - تحیر ، مرزا محمد بیگ - - - ۳۷۹
۵۹۵ - شاذ ، میر عباس علی - - - ۳۸۲

خاتمہ

حرف الف

۵۹۵ (الف) - آفتاب ، شاہ عالم - - - ۳۸۶
۵۹۶ - اختر ، مرزا واجد علی (شاہ) - - - ۳۸۶
۵۹۷ - امداد ، امداد علی خان - - - ۳۸۸
۵۹۸ - امید ، قزلباش خان - - - ۳۸۸
۵۹۹ - ایمان ، شیر محمد خان - - - ۳۸۸
۶۰۰ - اعلیٰ ، مولوی اعلیٰ - - - ۳۸۹
۶۰۱ - اثیم ، میر محمد علی - - - ۳۸۹

۶۰۲ - اختر ، مرزا محمد تقی خان - - - ۴۸۹

حرف الباء

۶۰۳ - بادشاہ ، نصیر الدین حیدر - - - ۴۹۳
۶۰۴ - بیدل ، مرزا عبدالقادر - - - ۴۹۳
۶۰۵ - برکت ، برکت علی خان - - - ۴۹۴
۶۰۶ - بے تاب ، شاہ علیم اللہ - - - ۴۹۵
۶۰۷ - بے تاب ، سنتوکھ رائے - - - ۴۹۵
۶۰۸ - بسمل - - - - ۴۹۶

حرف الباء فارسی

۶۰۹ - پاک باز ، میر صلاح الدین - - - ۴۹۷

حرف التا

۶۱۰ - تراب ، تراب شاہ - - - ۴۹۸
۶۱۱ - تمنا ، خواجہ محمد علی - - - ۴۹۸
۶۱۲ - تسکین ، میر صلاح الدین - - - ۴۹۹
۶۱۳ - تمنا ، محمد اسحاق - - - - ۴۹۹

حرف الثا

۶۱۴ - ثابت ، شجاعت علی خان - - - ۵۰۰
۶۱۵ - ثابت ، اصالت خان - - - ۵۰۰
۶۱۶ - ثبات ، امانت علی - - - - ۵۰۰

حرف الجیم

۶۱۷ - جرأت ، میر شیر علی - - - ۵۰۱

۶۱۸ - جوشش ، محمد روشن - - - ۵۰۱
۶۱۹ - جوان ، مرزا کاظم علی - - - ۵۰۲
۶۲۰ - جہاندار شاہ - - - ۵۰۲

حرف الحا

۶۲۱ - حسین ، سید غلام حسین - - - ۵۰۴
۶۲۲ - حشمت ، محمد علی خان - - - ۵۰۵
۶۲۳ - حزیں ، (میر محمد باقر) - - - ۵۰۵
۶۲۴ - حدت ، نواب (علی) ابراہیم خان - - ۵۰۵
۶۲۵ - حیرتی ، میر مراد علی - - - ۵۰۶

حرف الخا

۶۲۶ - خاکسار ، میر محمد یار - - - ۵۰۷
۶۲۷ - خستہ ، عبداللہ خان - - - ۵۰۷
۶۲۸ - خیال ، میر غلام حسین - - - ۵۰۸
۶۲۹ - خادم ، خادم علی خان - - - ۵۰۸

حرف الدال

۶۳۰ - دوست ، شیخ غلام (احمد) - - - ۵۱۰
۶۳۱ - دانا ، شیخ فضل علی - - - ۵۱۰
۶۳۲ - دل ، محمد عابد - - - ۵۱۰

حرف الذال معجمہ

۶۳۳ - ذرہ ، (لالہ چنی داس) - - - ۵۱۱
۶۳۴ - ذوق ، شاہ ذوق - - - - ۵۱۱

۶۳۵ - ذوق ، آسا رام ۵۱۲

حرف الرا

۶۳۶ - رضی ، سید رضی خان ۵۱۳
۶۳۷ - رسوا ، آفتاب رائے ۵۱۳
۶۳۸ - راحم ، میر محمد علی ۵۱۵
۶۳۹ - روا ، مرزا محمد تقی ۵۱۵
۶۴۰ - رند ، حمزہ علی ۵۱۶
۶۴۱ - راغب ، جعفر خان ۵۱۶
۶۴۲ - راسخ ، غلام علی خان ۵۱۶

حرف الزا

۶۴۳ - زار ، میر مظہر علی ۵۱۸
۶۴۴ - زکی ، جعفر علی خان ۵۱۸

حرف السین

۶۴۵ - سراج ، سراج الدین خان ۵۱۹
۶۴۶ - سلطان ، میرزا ایزد بخش ۵۱۹
۶۴۷ - سلطان ، خواجہ سلطان خان ۵۱۹
۶۴۸ - سامی ، مرزا محمد جان ۵۲۳
۶۴۹ - ستار ، عبدالستار ۵۲۴
۶۵۰ - سجاد ، (میر سجاد) ۵۲۴
۶۵۱ - سیف ، مرزا مغل ۵۲۴

حرف الشین

۶۵۲ - شجاعت ، شیخ بہادر علی ۵۲۶

۶۵۳ - شرر ، مرزا ابراہیم - - - - ۵۲۹
۶۵۴ - شرف ، میر مہدی - - - - ۵۲۹
۶۵۵ - شور ، خواجہ عاصم خان - - - ۵۳۰
۶۵۶ - شائق ، رائے امر سنگھ - - - ۵۳۰
۶۵۷ - شائق ، شیخ امین الدین - - - ۵۳۰
۶۵۸ - شائق ، نظیرالدین - - - - ۵۳۱
۶۵۹ - شاکر ، شیخ شاکر علی - - - ۵۳۱
۶۶۰ - شاکر ، شیخ محمد شاکر - - - ۵۳۱
۶۶۱ - شور ، مرزا محمود بیگ - - - ۵۳۲
۶۶۲ - شمس ، شمس الدین - - - ۵۳۲
۶۶۳ - شاداں ، شیخ قطب علی - - - ۵۳۲
۶۶۴ - شاداں ، رائے چندو لال - - - ۵۳۳
۶۶۵ - شوق ، تصدق حسین خان عرف حکیم نواب مرزا - ۵۳۳

حرف الصاد

۶۶۶ - صواب ، شیخ محمد اشرف - - - ۵۳۵
۶۶۷ - صابر ، میر حسن - - - - ۵۳۵
۶۶۸ - صدق - - - - - ۵۳۵
۶۶۹ - صفدری ، میر عبداللہ - - - - ۵۳۶
۶۷۰ - صفا - - - - - ۵۳۶

حرف الضاد

۶۷۱ - ضاحک ، میر غلام حسین - - - ۵۳۷

حرف الطا

۶۷۲ - طبیب ، حکیم سید شاہ - - - ۵۳۸

٦٧٣ - طالع ، میر شمس الدین - - - - ۵۳۸

حرف الظا

٦٧٤ - ظاہر ، محمد خان - - - - ۵۳۹

٦٧٥ - ظہور ، ظہور اللہ بیگ - - - ۵۳۹

٦٧٦ - ظہور ، شیو سنگھ - - - - ۵۴۰

٦٧٧ - ظہور ، مرزا ظہور علی - - - ۵۴۰

٦٧٨ - ظہور ، شیخ ظہور اللہ - - - ۵۴۰

حرف العین

٦٧٩ - عاشق ، مہدی علی خان - - - ۵۴۱

٦٨٠ - عارف ، محمد عارف - - - - ۵۴۱

٦٨١ - عاشق ، اعظم خان - - - - ۵۴۲

٦٨٢ - عاشق ، سید ہدایت علی خان - - ۵۴۲

٦٨٣ - عاشق ، سید غیاث الدین - - - ۵۴۳

٦٨٤ - عشق ، میر زین الدین - - - ۵۴۳

٦٨٥ - عشقی مرادآبادی - - - - ۵۴۳

٦٨٦ - عشقی ، قاسم علی - - - - ۵۴۳

٦٨٧ - عازم - - - - - - ۵۴۴

٦٨٨ - عاقل ، عاقل شاہ - - - - ۵۴۵

٦٨٩ - عاصمی ، خواجہ برہان الدین - - - ۵۴۵

٦٩٠ - عطا - - - - - - ۵۴٦

حرف الغین

٦٩١ - غازی الدین حیدر - - - - ۵۴۷

٦٩٢ - غالب ، مکرم الدولہ بہادر بیگ خان - - ۵۴۷

٦٩٣ - غلامی ، شاہ غلام محمد - - - ۵۴۸

۶۹۴ - غنی ، شیخ محمد - - - - ۵۴۸
۶۹۵ - غنی ، عبدالغنی - - - ۵۴۸
۶۹۶ - غریب ، شیخ نصیر الدین احمد - - ۵۴۹

حرف الفا

۶۹۷ - فراق ، پریم کشور - - - - ۵۵۰
۶۹۸ - فراق ، مرزا تقی علی خان - - - ۵۵۰
۶۹۹ - فرحت ، شیخ فرحت اللہ - - - ۵۵۰
۷۰۰ - فرصت ، مرزا ہاتف بیگ - - - ۵۵۱
۷۰۱ - فارغ - - - - - ۵۵۱
۷۰۲ - فدا ، میر امام الدین - - - ۵۵۱

حرف القاف

۷۰۳ - قربان ، میر قربان علی - - - - ۵۵۲
۷۰۴ - قربان ، میر مہدی - - - - ۵۵۲
۷۰۵ - قدر ، (محمد قدر) - - - - ۵۵۲
۷۰۶ - قلندر ، (غلام قلندر خان) - - - ۵۵۳

حرف الکاف

۷۰۷ - کامل ، مرزا کامل بیگ - - - ۵۵۴
۷۰۸ - کیفی ، میر ہدایت علی - - - ۵۵۴
۷۰۹ - گہر ، مرزا امداد علی - - - ۵۵۵

حرف اللام

۷۱۰ - لطیف ، میر شمس الدین - - - ۵۵۶

حرف المیم

۷۱۱ - مرزا ، حکیم فضل اللہ عرف مرزا لینا - - ۵۵۷
۷۱۲ - مقصود - - - - - ۵۵۷
۷۱۳ - محب ، شیخ ولی اللہ - - - ۵۵۸
۷۱۴ - مائل ، مرزا ہدایت علی - - - ۵۶۰
۷۱۵ - مہدی ، نواب مہدی علی خان - - ۵۶۰
۷۱۶ - مجروح ، کشن چند - - - - ۵۶۱
۷۱۷ - مرزا ، (محمد حسین خان عرف) نواب مرزا - ۵۶۱
۷۱۸ - مستان ، مرزا احسن - - - - ۵۶۱
۷۱۹ - مشتاق ، مرزا ابراہیم بیگ - - - ۵۶۱
۷۲۰ - منعم ، قاضی نورالحق - - - ۵۶۲
۷۲۱ - مزمل ، شاہ مزمل - - - ۵۶۲
۷۲۲ - منتظر ، خواجہ بخش - - - ۵۶۲
۷۲۳ - مقبول ، مقبول نبی - - - - ۵۶۳
۷۲۴ - مجرم ، باقر علی خان - - - - ۵۶۳
۷۲۵ - مسیح ، حکیم محمد علی - - - ۵۶۴

حرف النون

۷۲۶ - نقی ، نقی علی خان - - - ۵۶۵
۷۲۷ - نالاں ، شیخ محمد وارث - - - ۵۶۵
۷۲۸ - نظام ، نواب عمادالملک غازی الدین خان - ۵۶۵
۷۲۹ - ناصرعلی خان ، سید - - - - ۵۶۶
۷۳۰ - نیاز ، (شاہ نیاز احمد) - - - ۵۶۷

حرف الواؤ

۷۳۱ - ولی ، میاں - - - - - ۵۶۸

۷۳۲ - ولی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۶۹
۷۳۳ - ولی، مرزا محمد علی ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۶۹
۷۳۴ - وجیہ، نواب وجیہ الدین خان ۔ ۔ ۔ ۵۶۹
۷۳۵ - وحید، حکیم محمد وحید اللہ خان ۔ ۔ ۵۷۰
۷۳۶ - والہ، مرحمت خان ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۰
۷۳۷ - وارث، شیخ محمد وارث ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۱

حرف الہا

۷۳۸ - ہادی، میر محمد جواد ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۲

حرف الیا

۷۳۹ - یکرو، (عبدالوہاب) ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۳
۷۴۰ - یار، میر احمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۳

شاعرات

۷۴۱ - شمع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۷
۷۴۲ - زوجہ منعم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۷
۷۴۳ - دلہن بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۸
۷۴۴ - جانی، بیگم جان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۸
۷۴۵ - جینا بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۹
۷۴۶ - گنا بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۷۹
۷۴۷ - زینت، نازک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸۰
۷۴۸ - موتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸۰
۷۴۹ - دلبر، چھوٹی بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸۰
۷۵۰ - صاحب، امۃ الفاطمہ بیگم ۔ ۔ ۔ ۵۸۱
۷۵۱ - نزاکت، رمجو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸۱
۷۵۲ - شیریں، بیگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸۲

خاتمہ	۵۸۴

ضمیمہ

۷۵۳ - نالاں، میر احمد علی	۵۹۵
۷۵۴ - شاداب، خوش وقت رائے	۵۹۵
۷۵۵ - حافظ، کریم الدین خان	۵۹۵
۷۵۶ - فارغ، (مکند سنگھ)	۵۹۶
۷۵۷ - نعیم، نعیم اللہ (خان)	۵۹۶
۷۵۸ - فرہاد، میر ببر علی	۵۹۶
۷۵۹ - شوق، مرزا احسن علی	۵۹۶
۷۶۰ - رنگین، راجہ بلاس رائے	۵۹۶
۷۶۱ - راجہ، راجہ بلاس رائے	۵۹۷
۷۶۲ - مضمون، شرف الدین	۵۹۷
۷۶۳ - فارغ، میر احمد خان	۵۹۸
۷۶۴ - آفاق، میر فرید الدین	۵۹۸
۷۶۵ - عاشق، شیخ نبی بخش	۵۹۸
۷۶۶ - جولاں، میاں رمضانی	۵۹۸
۷۶۷ - احمدی، خواجہ احمد علی	۵۹۹
۷۶۸ - راسخ، ظفر یاب خان	۵۹۹
۷۶۹ - جوش، احمد حسن خان عرف اچھے صاحب	۶۰۰
۷۷۰ - سوزاں، سید حسن عرف حسن مرزا	۶۰۰
۷۷۱ - انس، میر مہر علی	۶۰۱
۷۷۲ - مجروح، لالہ لالتا پرشاد	۶۰۲
۷۷۳ - شباب، لالہ رام دیال	۶۰۲
۷۷۴ - رفیق، لالہ لچھمن پرشاد	۶۰۳

۷۷۵ - گریاں ، سید محمد حسین - - - ۶۰۴
۷۷۶ - شیدا ، محمد حسن خان - - - ۶۰۵
۷۷۷ - ماہ ، مرزا عنایت علی (بیگ) - - ۶۰۵
۷۷۸ - ناطق ، شیخ احمد شاہ - - - ۶۰۶
۷۷۹ - مہر ، مرزا حاتم علی بیگ - - - ۶۰۷
۷۸۰ - خفی ، مرزا محمد - - - - ۶۰۷
۷۸۱ - قاصر ، مرزا ببر علی بیگ - - - ۶۰۸
۷۸۲ - نامی ، سید علی محمد خان - - - ۶۰۸
۷۸۳ - حسام ، چودھری حسام الدین - - - ۶۱۰
۷۸۴ - کیوان ، شیخ بدلی - - - ۶۱۱
۷۸۵ - اخگر ، (شیخ محمد عسکری عرف) حیدری - - ۶۱۱
۷۸۶ - عزیز ، راجہ سید یوسف علی خان - - ۶۱۱
۷۸۷ - عادل ، بہاری لعل - - - - ۶۱۳
۷۸۸ - کاظم ، مرزا کاظم علی - - - ۶۱۴
۷۸۹ - ظہور ، آغا حسن - - - - ۶۱۵
۷۹۰ - قابل ، میر رضا علی - - - ۶۱۵
۷۹۱ - رشید ، سید تہور حسین - - - ۶۱۶
۷۹۲ - راجہ ، راجہ بلوان سنگھ - - - ۶۱۶
۷۹۳ - تنہا ، کفایت علی - - - - ۶۱۶
۷۹۴ - تاثیر ، لالہ کنہیا لال - - - ۶۱۷
۷۹۵ - رضوان ، واجد علی خان - - - ۶۱۸
۷۹۶ - محو ، شیخ فیض اللہ - - - ۶۱۸
۷۹۷ - سفیر ، خواجہ بادشاہ - - - ۶۱۹
۷۹۸ - عیش ، میر علی حسین - - - ۶۱۹

۷۹۹ - جوہر ، جواہر سنگھ - - - ۶۲۰

۸۰۰ - اشک ، میر ہادی علی - - - ۶۲۱

۸۰۱ - اسعد ، مرزا اسعد بخت - - - ۶۲۲

۸۰۲ - اصفان - - - - - ۶۲۲

۸۰۳ - آزاد - - - - - ۶۲۳

۸۰۴ - آشنا - - - - - ۶۲۳

۸۰۵ - بلیغ ، قدرت اللہ - - - - ۶۲۳

۸۰۶ - بیزار ، حسین بخش - - - - ۶۲۳

۸۰۷ - بینی بہادر ، راجہ - - - - ۶۲۳

۸۰۸ - تجلی حیدرآبادی ، شاہ - - - ۶۲۴

۸۰۹ - جراح ، غلام ناصر - - - ۶۲۴

۸۱۰ - جولاں ، میر حسین علی - - - ۶۲۴

۸۱۱ - حالی ، میر محب علی - - - ۶۲۴

۸۱۲ - حسن ، ابوالحسن - - - - ۶۲۵

۸۱۳ - خود غرض - - - - ۶۲۵

۸۱۴ - خرد ، فخر الدین خاں - - - - ۶۲۵

۸۱۵ - راغب ، سبحان قلی بیگ - - - ۶۲۵

۸۱۶ - شعلہ ، پنڈت امر ناتھ - - - ۶۲۶

۸۱۷ - طرہ ، طرہ باز خاں - - - - ۶۲۶

۸۱۸ - طفل ، مرزا عبدالمقتدر - - - ۶۲۶

٨١٩ - عالی جاه - - - - - ٢٧
٨٢٠ - محزون ، عالم شاه - - - - ٦٢٧
٨٢١ - وزیر ، وزیر علی خان - - - ٦٢٨
٨٢٢ - سیرت ، نورجہاں بیگم - - - ٦٢٨
٨٢٣ - شوخ ، گنا بیگم - - - - ٦٢٨
٨٢٤ - حکیم ، محمد اشرف خان - - - ٦٢٩
اشاریہ ٦١٣
صحیح نامہ - - - - ٦٥٦

۳۴۵ - آتش ، خواجہ حیدر علی

(کلام آن کا قابل تحسین و لائق عش عش) ناظم اقلیم سخن وری ، خواجہ حیدر علی[1] متخلص بہ آتش ولد خواجہ علی بخش ، اولاد خواجہ عبداللہ احرار ، وطن ان کے بزرگوں کا بغداد ، شاگرد رشید بلکہ قائم مقام میاں مصحفی - اب بنائے ریختہ اس رکن سالم سے پائیدار ، باوجود پیرانہ سالی کے طرز عاشقانہ پر ہر شعر کا شعار - عارف کامل، قانع اور متوکل خواجہ صاحب سا کمیاب اورکلام ان کا سب انتخاب ، اس قدر مشہور کہ اسے حاجت جمع کرنے کی نہیں ، تیمناً چند شعر لکھے جاتے ہیں :

تصور ہر نفس ہے پیش چشم اس روے روشن کا
نگہباں برق کو میں نے کیا ہے اپنے خرمن کا

ادب تا چند اے دست ہوس قاتل کے دامن کا
سنبھل سکتا نہیں اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا

غضب ہے جان کو پہلو میں ہونا دل سے دشمن کا
محل خوف ہے ہمسایہ قصّاب و برہمن کا

جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیاں رکھ کر
ہمارے اس کے پردہ رہ گیا دیوار آہن کا

۱- . . . علی آتش ولد . . . وطن اجداد بغداد . . . عاشقانہ ہر شعر . . . اورکلام معجز نظام سب انتخاب - شاگرد مصحفی بلکہ قایم مقام- یہ چند شعر کہ اس صحیفے کی زینت اُن سے ہے ، لکھے جاتے ہیں -

کیا قتل اس نے کہنے سے رقیبِ تیرہ باطن کے
رکھا گردن پہ اپنی دوست نے احسان دشمن کا

مے گلرنگ سی جھلکی جو سرخی پان کی اس میں[1]
گلوے یار پر عالم ہوا شیشے کی گردن کا

چنی[2] افشاں جو پیشانی پر اس نے چاندنی چھٹکی
ملی مسی تو آئینے میں پھولا تختہ سوسن کا

مجھے بھی گر کسی نے محکمے میں حشر کے پوچھا
تو سن لینا کہ پردہ کھل گیا قاتل کے دامن کا

وحشتِ دل نے کیا ہے وہ بیاباں پیدا
سینکڑوں کوس نہیں صورتِ انساں پیدا

(ظہورِ آدمِ خاکی سے یہ دل کو یقین آیا
تماشا انجمن کا دیکھنے خلوت نشیں آیا)

لبھاتا ہے نہایت دل کو خط رخسارِ جاناں کا
گھسیٹے گا مجھے کانٹوں میں سبزہ اس گلستاں کا

رواں رکھتا ہے خوں آنکھوں سے ہجر اس ماہِ تاباں کا
شفق آلودہ رہتا ہے ہلال اپنے گریباں کا

گریباں گیر قاتل ہوں گے ہم فردائے محشر کو
ہمارا محضرِ خوں ہے ہر اک پاٹ اپنے داماں کا

لکھے ہیں سرگذشتِ دل کے مضمون یک قلم اس میں
تماشا قبلہ گہ کا ہے مطالع[3] میرے دیواں کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- دونوں نسخوں میں ''چنا افشاں'' جو سہو کتابت ہے - (مرتب)
۳- نسخۂ انجمن میں حاشیۂ مصنف : مطالع نادرست -

بہت سے بوسے لینے میں[1] کیا کم ارتباط اس نے
یقیں ہے سیر خوری رتبہ کھو دیتی ہے مہماں[2] کا
عدم کو باز گشتِ روح ہے یک روز ہستی سے
ارادہ بندھ رہا ہے مصر سے یوسف کو کنعاں کا

خوں مرا جم کے تیغِ قاتل پر
مخملِ سرخ کا غلاف ہوا
زہر پرہیز ہو گیا مجھ کو
درد درماں سے المضاف ہوا

زوالِ حسن ہے عاشق کنارا کرتے جاتے ہیں
بہارِ باغ ہوتی ہے خزاں موسم ہے پُت جھڑ کا
عجب محبوب با شوکت ہے اے بادِ بہاری تُو
صدائے خندۂ گل ہے سواری کا تری کڑکا
زلیخا کو دکھا اے آسماں تصویر یوسف کی
یہ دل دیوانہ ہے جس کا پری پیکر ہے وہ لڑکا
بہارِ عالمِ نیرنگ رکھتا ہے مزاج اپنا
جوانوں میں جواں بڈھوں میں بڈھا لڑکوں میں لڑکا
سمجھ لیتے ہیں مطلب اپنے اپنے طور پر سامع
اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

تصویر کھینچی اس کے رخِ سرخ[3] فام کی
اک صفحے میں قلم نے گلستاں تمام کی

۱- پر -   ۲- انسان -

۳- . . . . . رخ سبز فام کی -

نا ساز ہے یہ انجمنِ دہر کی ہوا
مطرب نے راہ بھولی ہے اپنے مقام کی

اس پر چلیں گے مثلِ قلم پائے نو خطاں
تربت ہماری تختی ہے مشقِ خرام کی

صورت پذیر ہو حرکت بے خبر کی کیا
پُتلا بنا سکی نہ منی احتلام کی

اصلاح لینے آتے ہیں رنگیں خیال لوگ
خدمت ہے اس چمن میں مجھے انتظام کی

اللہ رے پھڑکنا اسیرانِ تازہ کا
صیّاد خیر مانگتا ہے اپنے دام کی

باغِ جہاں میں گل کی قناعت ہے جائے رشک
عمرِ دو روزہ ایک قبا میں تمام کی

(دیوان دوم)

ساقی ہوں تیس روز سے مشتاق دید کا
دکھلا دے جام سے میں مجھے چاند عید کا

سودائیوں کو حاکمِ ظالم سے ڈر نہیں
داغِ جنوں ہر ایک نگیں ہے حدید کا

حاضر ہے چاہے جو کوئی نعمت فقیر کی
شیریں کلام اپنا ہے توشہ فرید[1] کا

کنجِ قفس میں پہنچی صبا لے کے بوئے گل
خط آگیا بہارِ چمن کی رسید کا

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''فقیر'' - (مرتب)

خراب پھرتے تھے عالم میں دل کو بھولے ہوئے
مکان یار کا دیوار درمیاں نکلا

سنیں گے قصہ یوسف زبان سے اس کی
کوئی ہماری طرف سے جو کارواں نکلا

اللہ کے سوا نہ کسی نے کبھی سنا
نالہ مرا غریب کی فریاد ہو گیا

ہنگامہ گل و لالہ کی ہے جیب دری کا
دیوانہ ہوا چاہیے شیشے کی پری کا

اک بوٹے سے قد کا ہے یہاں نقش جو بیٹھا
دل رنگ دکھاتا ہے عقیقِ شجری کا

سبزہ مری تربت کا ہرا خوب ہوا ہے
ایسے[1] میں ہرن آئیں تو موقع ہے چری کا

آئینہ نہیں دیکھتے زلفیں نہیں بنتیں
کم سن ہیں وہ عالم ہے ابھی بے خبری کا

دیوانہ ہے کس چاند سے رخسار کا آتش
زنجیر کا غل قہقہہ ہے کبکِ دری کا

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا

شراب پینے کا کیا ذکر یار بے تیرے
پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق میں اٹکا

۱- اس میں جو ہرن آئیں . . . .

رعد کا شور ہو موروں کی صدا سے پیدا
جھومتا ابر بہاری ہو[1] ہوا سے پیدا

نہ تو بھوکے ہوے تھے ہم نہ پیاسے پیدا
روگ[2] یہ ہو گئے دنیا کی ہوا سے پیدا

چاہیے اشک بھی ہوں نالے کے پیچھے پیچھے
آمدِ قافلہ ہے بانگِ درا سے پیدا

قد کشی آج ہیں وہ سرو سے کرنے جاتے
کل کی ہے بات ہوئے تھے جو ذرا سے پیدا

تخت پریوں کے اڑا لائے جو دیوانوں تک
یا رب ! ایسی کوئی آندھی ہو ہوا سے پیدا

شاہدِ گل کو ہے منظور شکارِ بلبل
ٹٹیاں باغ میں ہوتی ہیں حنا سے پیدا

پا برہنہ سرِ عریان و تنِ گرد آلود
ہے کراماتِ گدا حالِ گدا سے پیدا

دیکھ کر آینہ بیزار نہ ہو صورت سے
ہوتے ہیں جوشِ جوانی میں مہاسے پیدا

لبِ شیریں کی ترے چاشنی ممکن نہ ہوئی
رس سے شکّر ہوئی شکّر سے بتاسے پیدا

غور ہو موسمِ سرما ہے قریب اے آتش
کیجیے ربط کسی ماہ لقا سے پیدا

۱- نسخۂ انجمن میں ''ہے'' جو سہو کتابت ہے ۔ (مرتب)
۲- ہو گئے روگ یہ دینا . . . .

موسم گل ہے، جنوں ہے شور و شر پر ان دنوں
جن چڑھا رہتا ہے دیوانوں کے سر پر ان دنوں
بادشاہِ وقت ہے جوشِ جوانی نے کیا
لال پردہ ہے لٹکتا ان کے در پر ان دنوں
رخ سے پہلے کارِ عاشق کرتے ہیں[1] گیسوے یار
شام کا قصہ نہیں رہتا سحر پر ان دنوں

خزاں میں بلبلوں سے رکھیے بحث نالہ گلشن میں
شراکت[2] کیجیے ماتم زدوں کی چل کے شیون میں
یہ سودا ہے شہادت کا ہمارے سر کو اے قاتل
تری تلوار کا بھرتی ہے دم جو رگ ہے گردن میں
سنا ہے عاشقوں سے برق وش بھی نام جو اپنا
تماشا دیکھتے ہیں وہ لگا کر آگ خرمن میں
طریق عشق میں **آتش** قدم مجھ سا نہ گزرے گا
گریباں میں بجھی ہے جب لگی ہے آگ دامن میں
بلاتا میں نہیں ہوں دوستی سے اس ستم گر کو
چھری دیتا ہوں اپنے ذبح کو میں دست دشمن میں
شریف کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو اے **آتش**
بتوں کے گھورنے کو جاتے ہیں دیرِ برہمن میں

۱- دونوں نسخوں میں ''ہے'' جو سہو کتابت ہے - (مرتب)
۲- دونوں نسخوں میں ''شرارت'' بجائے ''شراکت'' ہے - یہاں کلیات آتش (نول کشور، ۱۹۲۹ع، صفحہ ۳۸۲) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

رہا کرتا ہے درد اک ، رات دن بے یار پہلو میں
دلِ نالاں ہوا ہے خانۂ بیمار پہلو میں
کسی کروٹ سے نیند آئی نہ اس ابرو کے سودے میں
نہ رکھی میں نے جب تک کھینچ کر تلوار پہلو میں
کھڑا رہ کر جو میں حسرت سے دروازے کو تکتا ہوں
بٹھا لیتی ہے قصرِ یار کی دیوار پہلو میں
دعائیں مانگ کر اللہ سے تجھ کو جگایا ہے
سُلا دے یار کو اے طالعِ بیدار پہلو میں

مگر اُس کو فریبِ نرگس مستانہ آتا ہے[1]
الٹتی ہیں صفیں گردش میں جب پیمانہ آتا ہے
نہایت دل کو ہے مرغوب بوسہ خالِ مشکیں کا
دہن تک اپنے کب تک دیکھیے یہ دانہ آتا ہے
طلب دنیا کو کر کے زن مریدی ہو نہیں سکتی
خیالِ آبروے ہمتِ مردانہ آتا ہے
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی
گریباں پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

جاں بخش لب کے عشق میں ایذا اٹھائیے
بیمار ہو کے نازِ مسیحا اٹھائیے
مفلس ہوں لاکھ پر یہی رہتی ہے دل کو دھن
یوسف کو قرض لے کے تقاضا اٹھائیے

۱- یہ اور اس کے بعد کے تین شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

سانپ کا زہر وہ گیسو ہیں آگلنے والے
آہوے چشم چھلاوے کو ہیں چھلنے والے

کشتہ ہم بھی تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

کششِ عشق نے بارے اثر اتنا تو کیا
پھر کھڑے ہوتے ہیں منہ پھیر کے چلنے والے

اٹھائے بار عشق اس عالمِ غدار میں آئے
کہاں سے ہم کہاں پکڑے ہوئے بیگار میں آئے

خریداروں میں عاشق اپنے ناموں کو ہیں لکھواتے
تماشا ہے وہ یوسف بن کے ہیں بازار میں آئے

---

۳۴۶ - صدر، میر صدر الدین

صدر بیت بلند، سید ارجمند، صاحب منش و قدر، میر صدر الدین تخلص صدر، اولاد سے خواجہ باسط[1] صاحب کی، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - چونکہ سودائے شعر بدو سے آن[2] کے دماغ میں پیچیدہ تھا[3]، آخر وہ بزرگوار مجنوں ہوا - یہ چند شعر کہ اس سے یادگار ہیں، رقم[4] ہوتے ہیں:

شہرے منے نہ پنجۂ مرجاں کے زور کے
کاٹے کسی نے ہاتھ نہ مہندی کے چور کے

۱- . . . . . باسط کی -
۲- اُس -
۳- . . . . . تھا، نہایت میں وہ . . . .
۴- لکھے جاتے ہیں -

سوتے ہیں پھیل پھیل کے عاشق کا ڈر نہیں
بارہ برس کا سن ہے، ابھی کچھ خبر نہیں

مختصر درد و غم ہجر کا دفتر ہو جائے
وعدۂ وصل مری جان مقرّر ہو جائے
سلسلہ ہے یہی جمعیتِ خاطر کا صبا
نہ پریشاں کہیں وہ زلفِ معنبر ہو جائے
ہے یقیں سختیِ ایام سے اپنی مجھ کو
موم کو ہاتھ لگاؤں تو وہ پتھر ہو جائے
دلِ وحشی ہےوفا کیش نہ منہ پھیرے گا[۱]
جو جفا یار کو منظور ہو اس پر ہو جائے

ہووے منفک نہ خطِ سبز رخِ جاناں سے
جیسے تفسیر جدا ہو نہ کبھی قرآں سے
قتل کرتا ہے جو وہ جرم پہ تو یہ بے جرم[۲]
دزد کا خوف زیادہ ہے مجھے سلطاں سے
تیرے اٹھنے سے ہوا کلبۂ احزاں تاریک
رونقِ محفلِ شادی تھی فقط مہماں سے
گھر میں بیٹھےہوئے پیدا کرے خواہاں اپنا[۳]
حسن کی جنس کو کچھ کام نہیں دوکاں سے
دولت عشق سے جز گریہ ہوا کچھ نہ حصول
دانۂ اشک تھے قسمت میں مری دہقاں سے

۱-۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

طول اُس کے سے یقیں اپنی مجھے مرگ کا ہے[1]
عمر ہے خضر کی کوتاہ شبِ ہجراں سے

تیرے[2] یہ نورِ حسن کا عالم نہ پائے گل
ہنس کر ہزار اپنی خجالت مٹائے گل
بلبل نے اُس کو تنگ بغل میں لیا نہ ہو
سو سو جگہ سے نکلی ہوئی ہے قبائے گل

حیرانِ کار ہیں خطِ سبزِ بتاں میں ہم
پاتے ہیں یاں بہار کا عالم خزاں میں ہم
تنہا روی قبول، نہیں دردِ سر قبول
خاموش ہو جرس تو رہیں کارواں میں ہم
اُس سے بھی پیش آتے نہیں غیر دوستی
دشمن سمجھتے ہیں جسے اپنے گماں میں ہم
دردِ فراق اور تمنائے وصلِ یار
یہ یادگار چھوڑ چلے ہیں جہاں میں ہم

ہوں وہ میکش کہ خمِ مے میں رہا کرتا ہوں
زندہ درگور ہوں میں اپنی گنہ‌گاری[3] سے
ہووے جو پانی سے ارزاں وہ بکے آگ کے مول
دیکھوں جس چیز کو میں چشم خریداری سے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۲۔ تیری بہار حسن کا . . . .
۳۔ سیہ کاری۔

عاشقوں کو قتل کرتے ہیں یہ رسوائی کے ساتھ[1]
قہر ہے الفت دلا خواہانِ ہرجائی کے ساتھ

دشتِ وحشت میں ہزاروں ٹھوکریں کھاتا ہے وہ
چل نہیں سکتا ہے مجنوں تیرے سودائی کے ساتھ

کون سا خورشید رو ہے جلوہ فرما بام پر
صبحِ صادق کا گماں ہوتا ہے مجھ کو شام پر

حرمان و یاس و غم کا شگفتہ چمن نہ ہو
جب تک کہ تازہ سینے کا داغ کہن نہ ہو

شال سیہ لپیٹی ہے گالوں سے یار نے
اندیشہ ہے مجھے، کہیں سورج گہن نہ ہو

---

۳۲۷ - فقیر ، میر کمال الدین

شاعر خوش تقریر ، میر کمال الدین تخلص فقیر ، برادر میر صدر الدین ، شاگرد خواجہ[2] حیدر علی آتش - من کلامہ :

کون کہتا ہے منہ دکھا ہم کو
اپنی آواز ہی سنا ہم کو

ان بتوں سے کریں محبت ترک
اتنی توفیق دے خدا ہم کو

جب سے ہیں حسن پر فقیر ہوئے
تب سے کہتے ہیں بے نوا ہم کو

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- . . . . خواجہ صاحب -

ق

کیا بری خو ہے اے فقیر ان کی
کیا ستم خوش جمال کرتے ہیں

نامِ عاشق کی ضد سے بلبل کو
مول لے کر حلال کرتے ہیں

دمِ رخصت یہ رویا یار کے میں منہ پہ منہ رکھ کر
کہ آبِ اشک سے بھر بھر دیا چاہِ زنخداں کو

کس پری پیکر کا دیوانہ یہ چرخِ پیر ہے
ہالۂ مہ طوق ہے اور کہکشاں زنجیر ہے

ترے رونے پہ گل ہنستے ہیں بلبل غنچے کھلتے ہیں
مرے نالوں سے لرزاں ہے زمیں ، افلاک ملتے ہیں

---

۳۴۸ - رند ، نواب سید محمد خان[1]

خلاصۂ خاندان عالی شان ، نتیجۂ دودمان امیران ہند ، نبیرۂ نواب نجف خان بہادر اعنی نواب سید محمد خان بہادر تخلص رند ۔ شاگرد خواجہ حیدر علی آتش ، کلام[2] ان کا لائقِ تحسین و عش عش :

مطلب[3] میں صفا ہو یہ تکلف ہے زباں کا
دقت ہوئی معنی میں تو کیا لطف بیاں کا

۱۔ نسخۂ انجمن میں رند سے پہلے میر مصطفیٰ بخش سالک اور میر جمال الدین عارف کے تراجم ہیں ۔ (مرتب)

۲۔ یہ اشعار اس سے یادگار ۔

۳۔ نسخۂ انجمن میں اس شعر کے مصرعوں کی ترتیب برعکس ہے ۔ (مرتب)

دلچسپ مرقع ہے ہر اک نقش یہاں کا
نقشہ کسی استاد نے کھینچا ہے جہاں کا

صحرا سے گلستاں کی طرف لائی تھی وحشت
دل یاں سے بھی گھبرایا ، برا ہو خفقاں کا

پھولا ہی پھلا چھوڑ کے اٹھ جاؤں جہاں کو
اللہ دکھائے مجھے عالم نہ خزاں کا

تھا قصدِ حرم ، الفتِ بت دیر میں لائی
آ نکلا کدھر کو میں ، ارادہ تھا کہاں کا

مر مر گئے عاشق ترے ٹکرا کے سروں کو
تو نے نہ کبھی روزنِ دیوار سے جھانکا

ہستی نے بھلایا ہے مجھے گور کا رستا
اے مرگ بتا دے تو پتا میرے مکاں کا

'یا رب' کبھی نکلا نہ کبھی 'یا صنم' اس سے
کچھ مجھ پہ نتیجہ نہ کھلا میری زباں کا

تربت بھی پس مرگ ہو ہموار زمیں سے
تا نام بھی باقی نہ رہے میرے نشاں کا

اک عمر سے ہے زندگی و موت میں جھگڑا[1]
قصہ نہیں چکتا یہ بکھیڑا ہے کہاں کا

شہرہ ہے بہت آپ کی شیریں سخنی کا
دو منہ میں زباں ذائقہ چکھوں میں زباں کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

زلفیں چھوڑی ہیں کہ جوڑا اس نے چھوڑا سانپ کا[1]
دیکھیے کس کس کو ڈستا ہے یہ جوڑا سانپ کا
گورے گالوں پر تمھارے زلفیں لہراتی نہیں
یاسمین زار صباحت میں ہے جوڑا سانپ کا
نالۂ دل پر مرے وہ زلفیں لہراتی نہیں
وجد کرتا ہے صدائے نے پہ جوڑا سانپ کا

سانس دیکھی تنِ بسمل میں جو آتے جاتے
اور صیاد نے چرکا دیا جاتے جاتے
خط نے اس عارضِ گلگوں پہ کیا عرصہ تنگ
خار ہیں صحنِ گلستاں کو دباتے جاتے
کیا چڑھوگے نہ کسی روز مری گھات پہ تم
آخر اس راستے سے روز ہو آتے جاتے[2]
آزماتا ہوں محبت میں میں ظرفِ دل کو
درد و غم اس میں کہاں تک ہیں سماتے جاتے
یک بیک دل سے مٹے حرف محبت کیوں کر
لالہ رو داغ ترا جائے گا جاتے جاتے

ہو نہ مایوس ریاضت کا صلا ملتا ہے
بندگی کرنے سے سنتے[3] ہیں خدا ملتا ہے
راہ بسر کرتا ہے رہ زن کا مسافر سے سلوک
خضر سے، گور کی منزل کا پتا ملتا ہے

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- آخر اس راہ سے تم روز . . . .
۳- کہتے -

گل کو فی الجملہ تشابہ ہے کفِ پائے ترے
وہ صفائی تو کہاں رنگ ذرا ملتا ہے
جب سے کی ہے تری خدمت میں سعادت حاصل
چغد ویرانے میں ڈھونڈو تو ہُما ملتا ہے
شیفتہ اُس لب شیریں کے ہوئے جب سے رند
پانی پیتے ہیں تو شربت کا مزا ملتا ہے

اُٹھا ہے پردہ فقط اک نقاب باقی ہے
ابھی مزاج میں کچھ کچھ حجاب باقی ہے
چھٹا نہیں ابھی سر رشتہ عشق گیسو کا
ہنوز سلسلۂ پیچ و تاب باقی ہے
ہزار شکر چھٹے قیل و قال عالم سے
فقط لحد کا سوال و جواب باقی ہے
حلال کرکے وہ کہتا ہے اپنے بسمل سے
تڑپ لے اور اگر اضطراب باقی ہے
وہ بادہ نوش ہوں ساقی نہ جاؤں گا جب تک
کباب سیخ پہ ، خم میں شراب باقی ہے
ابھی تو خوب برستے ہیں میکدوں پہ سحاب
چڑھاؤں[2] جام ، ہوائے شراب باقی ہے
وصال یار سے کیا بے تکلفی ہو رند
مجھے لحاظ ہے ، اُن کو حجاب باقی ہے

---

۱ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ چڑھاؤ ۔

رنگت گلوں کی باد خزاں سے بدل گئی
بلبل اداس ہو کے چمن سے نکل گئی

دیوانہ وار کیوں نہ پھروں خاک چھانتا
قابو میں وہ پری مرے آ کر نکل گئی

رنجک کی طرح ساتھ اڑا رنگ رو مرا
صبح شب وصال کی جب توپ چل گئی

عالم پسند ہو گئی جو بات تم نے کی
جو چال تم چلے وہ زمانے میں چل گئی

وقت سحر جو اٹھ کے وہ آغوش سے گیا
ثابت ہوا کہ روح بدن سے نکل گئی

دم بھر نہیں قرار سدا رہ نورد ہے[1]
جب سے شریک ریگ رواں اپنی گرد ہے

مہندی لگا کے تم تو کرو ہاتھ پاؤں سرخ
صاحب کو کیا غلام کا گر رنگ زرد ہے

---

۳۴۹ - افضل ، حسن یار خاں

(دورہ ثانی بہتر از اول) ، شاعر شیریں زبان ، حسن یار خان تخلص افضل ، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - یہ[2] اشعار اس سے یادگار :

دل ہے دیوانہ الٰہی کس پری تمثال کا
ہوش اڑا دیتا ہے افسانہ ہمارے حال کا

دیکھتا ہوں روبروے یار خلوت میں اسے
کس طرح قائل نہ ہوں آئینے کے اقبال کا

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- من کلامہ -

روز و شب لے لے کے جس کا نام چلاتے ہیں ہم[1]
وہ کبھی پرساں نہیں ہوتا ہمارے حال کا

اس قدر عاشق تھے تیرے خال کے اے تاجدار
کھیل بھی کھیلا تو ہم نے گنجفے میں خال کا

کیجیے **افضل** غمِ شبیر میں رو کر سفید
روز ہوتا ہے سیہ نامہ مرے اعمال کا

چھری گردن پہ اپنی پھیر لوں گا اپنے ہاتھوں سے
نہ مجھ سے رنج دیکھا جائے گا بازوے قاتل کا

مقدر سے زیادہ جو طلب کرتے ہیں دنیا میں
گماں ہے خطِ پیشانی پہ اُن کے خطِ باطل کا

رات نکلا تھا چمک کر مہِ تاباں کیسا
تجھ کو دیکھا تو ہوا پھر وہ پشیماں کیسا

وحشتِ دل کا اشارہ ہے کہ چل صحرا کو[2]
ناتوانی مجھے کہتی ہے بیاباں کیسا

دل کو گیسوے پریشاں سے ہوا عشق **افضل**
نظر آیا یہ[3] مجھے خوابِ پریشاں کیسا

چشمِ بیمار کا نہ ہو بیمار
تندرستی ہزار نعمت ہے

۱، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- نظر آیا مجھے یہ خواب . . . .

نمود صفحۂ ہستی میں اپنا کام نہیں
نگیں کی شکل سے واقف ہمارا نام نہیں

کبھی ہے شہر میں بستر، کبھی ہے صحرا میں
فقیر ہوں میں، معین مرا مقام نہیں

مرنے کے بعد اپنی ہوئی قدر یار کو
سچ کہتے ہیں کہ خلق بھی مردہ پسند ہے

---

۳۵۰ - ناصر ، مرزا میر

فکر نادر ، طبیعت حاضر ، مرزا میر تخلص ناصر ، شیعۂ غالی ، تبرہ اُس کا شعار ، مقتول بے داد پیادہ ہائے سرکار ۔ شاگرد خواجہ حیدر علی آتش ، یہ اشعار اُس مظلوم سے یادگار :

چشم و گردن کا تری شب بزم میں افسانہ تھا
تھی تہی قالب صراحی ، سر نگوں پیمانہ تھا

ہم سے وہ آئینہ رو کس طرح ہوتا صاف دل
دودِ آہ اپنا غبارِ خاطرِ جانانہ تھا

نذرِ لحد بعد فنا ہو گئے
دین سے ہستی کی ادا ہو گئے

سینہ خراشی سے کھلا رازِ دل[1]
ناخنِ غم عقدہ کشا ہو گئے

شمع کی مانند جلے استخواں
داغ مرے حق میں ہما ہو گئے

١- . . . . رازِ عشق ۔

تیغ کا احسان مری گردن پہ ہے
سینکڑوں مطلب ہی ادا ہو گئے
روئیے احوال پہ **ناصر** کے کیا
ہم بھی گرفتارِ بلا ہو گئے

---

۳۵۱ - واہب، شیخ ہدایت حیدر

مرد سخن ور، شیخ ہدایت حیدر تخلص واہب، ساکن فیض آباد، ستار نوازی کا کاسب، شاگرد خواجہ صاحب۔ شعر اُس کے ناخن زنِ دل ہیں، لکھے جاتے ہیں:

سینے کے داغوں کی گرمی سے گریباں جل گیا
آبِ اشکِ آتشیں سے اپنا داماں جل گیا
ضبط کرتے کرتے الفت میں جو اُف میں نے کیا
خار و خس پھکنے لگے، بیدِ بیاباں جل گیا

طالعِ بد باز رکھتا ہے مجھے مقصود سے
یار ملتا ہے تو پھر خالی مکاں ملتا نہیں

تدبیر سے تقدیر کا لکھا نہیں مٹتا
فرہاد کو شیریں نہ ملی کوہ کنی سے
عاشق ہوں میں آزاد نہیں ہوں مجھے کیا کام
رومال سے، سیلی سے، چھڑی سے، کفنی سے

---

۳۵۲ - بسمل، مرزا عنایت علی

شخص لئیق، مرد قابل[1]، شاعر نازک ادا، مرزا عنایت علی

۱- . . . قابل، مرزا . . . شاگرد خواجہ آتش، یہ اس سے یادگار۔

تخلص بسمل ، ساکن فیض آباد ، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش ۔
یہ اشعار آب دار اُس سے یادگار :

گردوں کہیں دکھائے تو صورت سحاب کی
پیرِ مغاں سخی ہے، کمی کیا شراب کی
افشاں سے روے یار کا ایسا ہوا بناؤ
ہوتی ہے جیسے لوح سے زینت کتاب کی
آہِ دلِ برشتہ سے اے ترک کر حذر
کرتی ہے کام تیر کا سیخ اس کباب کی
وہ رشکِ ماہتاب اگر دھوپ میں چلے
سورج مُکھی لگائے فلک آفتاب کی

دولت حسن اگر تو نے لٹائی ہوتی
بادشاہوں کو تمنائے گدائی ہوتی
دیکھ کر صورتِ صیاد کو میں جیتا ہوں
زندگی کاہے کو ہوتی جو رہائی ہوتی
قبر میں ساتھ لیے اپنے سکندر جاتا
آئنے میں جو ترے رخ کی صفائی ہوتی
آسماں کچھ بھی جو فرصت مجھے دیتا **بسمل**
اس زمیں میں بھی بہت خاک اڑائی ہوتی

سازش کی دشمنوں سے محبت میں یار کی
جو بات دل پہ جبر تھی ، وہ اختیار کی
زینت ہر ایک داغ سے ہے جسم زار کی
پہنائی ہے جنوں نے قبا جامہ وار کی

مومن و کافر کا مرجع کوے جانانہ رہا[1]
شیخ کا کعبہ، برہمن کا صنم خانہ رہا

آینہ ہر وقت پیش روے جانانہ رہا
وہ پری صورت پہ اپنی آپ دیوانہ رہا

کیجیے کیوں کر نہ ساقی سے گلہ اس بات کا
خم بھرے غیروں کے، خالی اپنا پیمانہ رہا

مختلف احوال دنیا کا ہے ہر شام و سحر
شب کو آبادی سرا میں، دن کو ویرانہ رہا

بیٹھے ہیں کرکے عشق کا نام و نشاں خراب
ہم سا نہیں جہاں میں کوئی خانماں خراب[2]

دفنائیو زمیں میں ہمیں کوے یار کی
مٹی ہماری کیجو نہ اے آسماں خراب

دولت سرائے یار کی تعریف کیا کروں
یہ گھر بنا ہے سینکڑوں ہو کر مکاں خراب

گردش زدوں کے نالوں سے چکر میں چرخ ہے
اہل زمیں کے ہاتھوں سے ہے آسماں خراب

---

۳۵۳ - عالی، آغا علی رضا خاں

مشہور بہ‌خوش مقالی، جناب آغا صاحب علی رضا خاں تخلص عالی، ابن[3] (آغا) علی محمد خاں مرحوم، قوم . . .[4] نبیرہ عضدالدولہ شہامت علی خاں

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "۔ ۔ ۔ کوے جاناں میں رہا"۔ (مرتب)
۲- ہم سا کوئی جہاں میں نہیں خانماں خراب ۔
۳- ولد ۔
۴- ایک لفظ جو واضع نہیں ۔ (مرتب)

بہادر ظفر جنگ عرف مرزا جنگلی ابن نواب شجاع الدولہ بہادر۔ جناب موصوف شاگرد مرزا عنایت علی بسمل۔ نیازمند کو ان کی خدمت میں ہمیشہ سے نیاز۔ ایک دن اس مصرع میں مصرع لگانے کے لیے مجھ سے ارشاد فرمایا، م :"برد رمال آنچہ دزد گذاشت" بدیہتہً میں نے[1] مصرع عرض کیا "نیست بد نقش مثل من بہ جہاں ۔" بہت پسند فرمایا اور قدردانی سے مصرع ثانی کو اولیٰ کیا ۔ من کلامہ[2] :

عشق ہے یار آتشیں رو سے
شعلے اٹھتے ہیں ہر بنِ مو سے

کام کیا زلف و رخ کے عاشق کو
گل کی رنگت سے مشک کی بو سے

کیسا روتے ہو ہجر میں **عالی**
تر نہیں چشم ایک آنسو سے

کمی سے حسن کی الفت زیادہ اس میں پاتا ہوں
تنزل ہے ترقی پر ، ترقی ہے تنزل پر

کس کو نہیں ہے اس بتِ ہرجائی کی تلاش
کعبے میں شیخ ، دیر میں ہے برہمن خراب

کاٹے گا کون کون نہ ہر گام پر گلا
کس کس کا گھر کرے گا نہ تیرا چلن خراب

اے جان ! جسم سے نہ نکل غم میں یار کے
جاتا ہے میزباں کوئی مہماں کو چھوڑ کر

۱- . . . . نے یہ مصرع کہا ۔
۲- یہ چند اشعار کہ اس سے یادگار ہیں لکھے جاتے ہیں ۔

حالی کسے ہے عالم وحشت میں یہ خیال
دامن کو پھاڑیے ، نہ گریباں کو چھوڑ کر

طاقت کسے ہے ہجر میں صبر و قرار کی
تکلیف دل پہ جبر سے ہے اختیار کی

دولتِ دیدار سے دنیا میں مالا مال ہے
بادشاہِ وقت ہے ہر اک گدائے کوئے دوست

بندے کو اعتبار ہے صاحب کے قول کا
درکار ہے نہ عہد نہ پیماں ضرور ہے

ایک گل رو کے چراغ حسن پر میں سال ہا
دن کو گر بلبل رہا تو شب کو پروانہ رہا

کرتا نہیں اقرار جو وہ وصل کا مجھ سے
آگاہ مگر 'ہاں' سے لبِ یار نہیں ہے
خورشید سے سیکھے ہیں چلن اب تو یہ اس نے
گر صبح کہیں یار ہے تو شام کہیں ہے

دل کو کیا سینے میں ٹٹولتے ہو
گھر میں کب مفلسوں کے مال ہوا

---

۳۵۴ - شناور ، صاحب مرزا

گوہر بحر شرافت ، لعلِ معدنِ نجابت ، سخن ورِ نامور ، صاحب مرزا تخلص شناور ، خلف الصدق شاہ میر خاں (ابن آغا نصر خاں) فیض آبادی ،

شاگرد[1] خواجہ حیدر علی آتش ۔ افسوس کہ عین موسم میں نہال اُس کی زندگی[2] کا صدمۂ بادِ تند خزاں سے مرجھا گیا ۔ یہ اشعار اُس مرحوم سے یادگار :

عالم فریبِ حسن خداداد ہو گیا
وہ بت بناؤ کرکے پری زاد ہو گیا

پیشہ ستم گری کا اُسے یاد ہو گیا
بیداد کرتے کرتے وہ جلاد ہو گیا

رکھا قدم جو کوچۂ گیسوے یار میں
ایسی ہوا چلی کہ میں برباد ہو گیا

مجھ کشتۂ وفا کا کیا[3] سوگ یار نے
شیریں کے گھر میں ماتمِ فرہاد ہو گیا

اس[4] شاعری کے فن کا شناور نہ حال پوچھ
مصرع اِدھر کہا ، اُدھر اُستاد ہو گیا

کم نہیں فردوس سے خوبی میں ایواں یار کا
چشم حور العین ہے روزن[5] تری دیوار کا

کیوں نہ شہرہ ہو تمھارے ابروے خم دار کا
قاتلِ نمرود پشّہ ہے اسی تلوار کا

خوب لوٹا ہے مزا حسنِ ملیحِ یار کا
مدتوں ہم نے نمک کھایا ہے اس سرکار کا

۱۔ . . . . . شاگرد خواجہ آتش ۔
۲۔ حیات ۔ ۳۔ رکھا ۔
۴۔ اس شاعری کا حال شناور نہ پوچھیے ۔
۵ . . . . روزن ہر اک دیوار کا ۔

اس نے لاکھوں کا کیاخوں ، اُس نے گر دو چار کا
ابروے قاتل نے مارا مورچہ تلوار کا

او مسیحا لے خبر اب تو ، تغافل تا کجا
مردوں میں لکھا گیا چہرد ترے بیمار کا

ہو گئی حالِ زوالِ حسنِ جاناں سے خبر
خطِ نورستہ نہیں پرچہ ہے یہ اخبار کا

ہو گیا ہوں چشمِ جاناں کے تصور میں مریض
ہو ٹھنڈائی کو پیالہ نرگسِ بیمار کا

بے دریغی آن مسوں میں بیت ابرو کی کہاں
......[1] تلوار میں کب کاٹ ہے تلوار کا

اس قدر ہلکا کیا ہے ناتوانی نے مجھے
پیرہن سے بوجھ کم ہے میرے جسمِ زار کا

کب ہے عریانی سے بہتر کوئی دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس میں[2] نہیں سیدھا اُلٹا

دونوں زلفیں تھیں جو اس کافر کی جوڑا سانپ کا
ایک کو منڈوا کے جوڑا اُس نے توڑا سانپ کا

دونوں ابرو ، دونوں زلفیں ، چار موذی ہیں بہم
ایک بچھو کا ہے جوڑا ، ایک جوڑا سانپ کا

محبت سے نہ کچھ حاصل بجز داغِ جگر دیکھا
مدام اس نخل کو لاتے ہوئے داغی ثمر دیکھا

۱- دو لفظ جو واضع نہیں - (مرتب)
۲- کا -

وہ ترک جو لٹکاتا ہے شمشیر گلے میں
یاں خوں کی عیاں ہوتی ہے تحریر گلے میں

ذرا سی بات پر وہ آستینوں کو اُلٹتے ہیں[1]
لڑائی ہر گھڑی ہوتی ہے کپڑے روز پھٹتے ہیں

آوارہ اک ہمیں نہ فقط دربدر پھرے
کیا کیا تری تلاش میں شمس و قمر پھرے

بحر جہاں کی[2] سیر کو دم بھر اگر پھرے
مثلِ حباب ساتھ لیے اپنا گھر پھرے

کیا بے محل تو بول[3] رہا ہے شبِ وصال
حلقوم پر چھری ترے مرغِ سحر پھرے

جاتے ہیں اب تو کوچۂ قاتل کی سیر کو
پھر آملیں گے یاروں سے جیتے اگر پھرے

کہتے ہیں کعبہ کوے صنم کو بھی دیکھیے[4]
منہ اپنے مرغِ قبلہ نما کا کدھر پھرے

سامنے اس عارضِ پُر نور کے
ماہِ تاباں اک بجھی قندیل ہے

ہم فقیروں کو میسر کیا نہیں
اپنی جھولی عمرو کی زنبیل ہے

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۲- میں۔
۳- . . . . بول اٹھا ہے . . . .
۴- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں (مرتب)

بلا میں پھنسا ہوں مصیبت نئی ہے
یہ ہے عشق پہلا ، یہ آفت نئی ہے

کہاں سرگزشتِ محبت نئی ہے
حکایت وہی ہے ، عبارت نئی ہے

رسائی[1] تو قسمت نے کر دی ہے واں تک
تردد ہے اتنا کہ صحبت نئی ہے

تمھیں شوق جب سے ہے سیرِ چمن کا
گلستاں کی ہر جا حکایت نئی ہے

گنہگار ٹھیرا میں فریاد کرکے
عجب منصفی ہے ، عدالت نئی ہے

بہت تیرے مستوں سے کرتی ہے گرمی
مئے شوق ساقی نہایت نئی ہے

ہے وہاں مستی نگہ میں ، یاں جگر میں داغ ہے
اُس سروہی میں ہے دھبّا ، اس سپر میں داغ ہے

کس طرح بھائے بہارِ باغ ہجرِ یار میں
لالہ و گل سرخ [اور] رنگیں نظر میں داغ ہے

شعلہ رو یار کی محفل میں جو تو آتی ہے[2]
کچھ تجھے شرم بھی اے شمع کبھو آتی ہے

تیری زلفوں کی محبت نے یہ کی ہے تاثیر
جسم کے رونگٹوں سے مشک کی بو آتی ہے

۱- رسائی تو قسمت نے کر دی وہاں تک ۔
۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ایسا ہی تنگ میری فریاد نے کیا ہے
جب ذبح کا ارادہ صیاد نے کیا ہے

اڑایا دل نہیں معلوم کب سوتے میں جاناں نے
ہمارے گھر میں رہ کر رات کو چوری کی مہماں نے

مجھ کو خوش آئے شبِ فرقت میں کیوں کر چاندنی
تیرہ بختوں کو اندھیرے سے ہے بدتر چاندنی
بعدِ مدت ہے لبِ دریا میسر چاندنی
ابر مہلت دے تو دیکھوں آج شب بھر چاندنی
عقل کو ہنگامِ پیری میں نہیں رہتا فروغ
صبح کو بے نور ہوتی ہے مقرّر چاندنی

---

۳۵۵ - سالک ، میر مصطفٰی بخش

ملکِ سخن وری کا مالک ، میر مصطفٰی بخش تخلص سالک ۔ نبیرۂ خواجہ باسط ، شاگرد[1] خواجہ آتش ۔ یہ اشعار اس مرحوم سے یادگار :

پھٹا ہے عشق میں تیرے گریباں غنچۂ گل کا
مری فریاد نے دم کر دیا ہے بند بلبل کا
دکھائی دیتے ہیں خورشید و مہ پلّے ترازو کے
یہ کس محبوب کو مدنظر ہے بیٹھنا تل کا
مجھے بحرِ محبت مثلِ موسیٰ راہ دیتا ہے
مقیدہوں نہ کشتی کا ، نہ میں پابند ہوں پل کا

۱۔ شاگرد آتش ، یہ اشعار یادگار ۔

ہوا جب عشق کامل حسن پھر ایذا نہیں دیتا
جلایا آشیانہ آتشِ گل نے نہ بلبل کا
ہوا ہوں اک پری کی چشمِ مستانہ کا دیوانہ
مری زنجیر کا غل شور ہے شیشے کی قلقل کا

کھٹکا نہ باغباں کو نہ گل کو گراں ہوا
تقصیر کیا جو مجھ سے خفا باغباں ہوا
خاطر کو اپنی جمع رکھو اے سگ و ہما!
حصہ تمھارا، میرا ہر اک استخواں ہوا
طفلی میں یہ اشارۂ گیسوئے[1] یار تھا
ہوگا بلائے بد جو یہ لڑکا جواں ہوا

غضب تھے کیوں، ہوئے کیوں مہرباں نہیں معلوم[2]
فریب ان کا کسی کو یہاں نہیں معلوم
ہے کل کی بات تمھیں بات کر نہ آتی تھی
کہاں سے ایسے ہوئے بد زباں نہیں معلوم
پتا کہیں پہ جو یارانِ رفتہ کا نہ ملا
کہاں گئے ہیں وہ جن کا نشاں نہیں معلوم

جلایا میری آہِ آتشیں نے کوہ و ہاموں کو
مرے نالوں سے چکر آ گئے فرہاد و مجنوں کو

۱- . . . . ابروے یار تھا ۔
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

اچھا کیا جو منہ کو چھپایا نقاب میں
سو سو طرح کے لطف ہیں تیرے حجاب میں
اے بحرِ حسن جب سے نہاتا ہے اس میں تو[1]
دریا نہیں سماتا ہے چشمِ حباب میں

---

۳۵٦ - عارف ، میر جمال الدین

مشہور و متعارف ، میر جمال الدین تخلص عارف ، نبیرۂ خواجہ باسط ، شاگرد خواجہ آتش ۔ یہ[2] اشعار اُس سے یادگار :

نشۂ عرفاں جو کیفیت مجھے دکھلائے گا
میری آنکھوں میں برابر خار و گل ہو جائے گا
عشقِ گل میں بلبل ایسا ہی اگر چلّائے گا
باغباں صیاد سے فریاد کرنے جائے گا
کہتے ہیں ابروے قاتل کو مصور دیکھ کر
ہم سے اس تلوار کا نقشہ نہ کھینچا جائے گا

داغِ دل چاکِ گریباں بخشا
عشق نے کیا سر و ساماں بخشا
مر گیا مائل رخ میں تو مجھے
پڑھ کے اُس حور نے قرآں بخشا

نہیں ہے نقد جاں تک پاس ، اب کس بات کا کھٹکا
عدم کے رہ رووں کو ڈر ہے چٹھے کا نہ پرمٹ کا

۱- اے بحر حسن تو جو نہاتا ہے بحر میں ۔
۲- یہ کلام اُس کا ۔

ہوا قائل حبیبِ طفل خو کی آج میں ہٹ کا[1]
نہ مجھ کو سونگھنے دی بوئے گیسو لاکھ سر پٹکا

دل بیچنے کھڑے ہیں ترے گھر کی راہ پر
ارزاں ہے ، مول لو جو آسے اک نگاہ پر
اے عشق کیا زمانے سے تاثیر اٹھ گئی
دُکھا نہ دل کسی کا مری آہ آہ پر
مہتاب بادریشہ ہے اور کہکشاں طناب
قبہ ہے آفتاب تری بارگاہ پر

روشن اک شب ہو اگر مردوں کے ایواں میں چراغ
گل ہوا سے ہو ، چھپے لیکن نہ داماں[2] میں چراغ
روشنی ہے عاشقوں کے دم سے باغِ دہر میں
بلبلوں کو اے گلو سمجھو گلستاں میں چراغ

ضعف سے کرتے ہیں دستِ غیر سے رفتار ہم
پاؤں رکھتے ہیں زمیں پر صورتِ پرکار ہم
کس طرح ہووے نہ ملی نبض اپنی اے طبیب
ہو گئے ہیں دیکھ کر خط یار کا بیمار ہم

---

۳۵۷ - شرر ، مرزا آغا حسن[3]

صاحبِ کلک ، برق پیکر ، مرزا آغا حسن تخلص شرر ، جوان

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''ایواں'' بجائے ''داماں''-(مرتب)
۳- نسخۂ انجمن میں ترجمۂ شرر ، ترجمۂ شناور کے بعد ہے -
(مرتب)

خوش رو ، گرم سخن ، بیت شعلہ ، مصرع شمع روشن ، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - یہ اشعار اُس سے یادگار :

زلف میں چاہنے والوں کے دلِ زار بندھے
ایک رسی میں نظر آئے گنہگار بندھے

شاعروں پر ابھی احوالِ عدم کھل جائے
تیرا مضمون اگر اے کمرِ یار بندھے

ہر بشر کرِ تنِ خاکی کی مرمت ہے ضرور
پائداری ہے اگر پشتۂ دیوار بندھے

چاندنی چھٹکے اگر کیسی ہی اندھیاری ہو
روے روشن کا تصور اگر اے یار بندھے

اے صنم ! شیخ و برہمن ہیں گرفتار ترے
ایک زنار میں ہیں کافر و دیندار بندھے

اے شرر کچھ تو نئی بات کسی شعر میں ہو
لطف کیا ایک ہی مضمون جو ہر بار بندھے

شاعر ہوں اس پہ رشک مجھے دیکھ کر ہوا
مصراعِ قد سا کوئی جو موزوں شجر ہوا

یہ بھی خدا کی شان کہ گُولر میں پھول آئے
برسوں میں نخلِ یاس مرا بارور ہوا

ہم سے خزاں رسیدوں کی جانب ہو کوئی کیا
دیکھا ہرا جدھر کو زمانہ اُدھر ہوا

چھپتے ہو رہ کے مجھ سے مرے دل میں تم عبث
رہتا نہیں ہے پردہ جہاں گھر میں گھر ہوا

اے عندلیب بسکہ مرا حال غیر ہے
نالہ کیا وہ تونے کہ ٹکڑے جگر ہوا

میرے ماتم میں وہ بت ناشاد ہو
گھر میں شیریں کے غمِ فرہاد ہو
خیر ہے ہم سے کڑا پن اے بتو!
موم جو ہو اس سے تم فولاد ہو
ہر طرح الفت میں ہے مٹی خراب
خاک ہو تو خاک بھی[1] برباد ہو
اس قفس میں پھر نہ اک دم جی لگے[2]
آنکھ سے اوجھل اگر صیّاد ہو
کیوں تردد ہے، تمھیں کیا فکر ہے
ہم بجا لائیں جو کچھ ارشاد ہو

گزر اس پر نہیں اُس ماہ لقا کے گھر میں
روشنی کرتے ہیں ہم روز خدا کے گھر میں
لے گیا دل بتِ بے مہر و وفا کے گھر میں
آئے ہم جور کے کوچے سے جفا کے گھر میں
جاکے پھر آنے کو انسان کا کیا جی چاہے
سیرِ فردوس ہے، اُس حور لقا کے گھر میں

۱- ہی -
۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

مال[1] دنیا سے اگر کچھ نہیں موجود نہ ہو
دولتِ فقر تو ہے ہم فقرا کے گھر میں

اور دروازے پہ کیا جان کے بندہ جاتا
کون سی شے نہیں موجود خدا کے گھر میں

راہ پر آتی ہے قسمت تو یہی ہوتا ہے
لے گئے مجھ کو وہ باتوں میں لگا کے گھر میں

زاہدا ! آج کھلا مجھ پہ اذاں کا پردہ
تم بھی چلاتے ہو اس بت کو خدا کے گھر میں

اے شرر ایک نہیں کافر و دیں دار کی راہ
کوئی بت خانے میں ہے کوئی خدا کے گھر میں

ہم بھی نگاہ لطف کے امیدوار ہیں
مشفق اِدھر بھی دیکھیے شفقت کی آنکھ سے

حیران ہوں کہ تیری مروت کو کیا ہوا
دیکھا[2] اِدھر کبھی نہ مروت کی آنکھ سے

پوچھو نہ کبھی جو دم فنا ہو
تم کیسے ہمارے آشنا ہو

کرتے ہو یہ کیسے جھوٹے وعدے
اس سے کہو جو نہ جانتا ہو

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''حال'' ۔ (مرتب)
۲۔ دیکھا کبھی ادھر نہ ۔ ۔ ۔ ۔

بوئے صندل کی جو پیدا میری مشتِ خاک نے
مار ڈالا مجھ کو کس کی صندلی پوشاک نے

پھر وہی دیوانگی ہے ، پھر وہی سودا مجھے
پاؤں پھیلائے ہیں پھر دامن تلک ہر چاک نے

موتیوں کو اس طرح کوئی نہیں کرتا جلا
تیرے دانتوں میں لکیریں ڈال دیں مسواک نے

عشق میں مجھ کو پھنسا کر اپنی اپنی راہ لی[1]
عقل نے ، ہوش و خرد نے ، فہم نے ، ادراک نے

آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں جب اُدھر کہتے ہیں وہ
"خیر تو ہے پھر بہت مجھ کو لگے ہو تاکنے؟"

اے شرر جس دم کوئی جھونکا ہوا کا آ گیا
کوئے جاناں کے کیے چکر ہماری خاک نے

اے جان ! دم لبوں پہ ہے بوسہ شتاب دو
اُمیدوار کر کے نہ مجھ کو جواب دو

سمجھوں یہی کہ آج دیا آپ نے جواب[2]
برسوں میں بھی جو بات کا میری جواب دو

ایسے کہاں نصیب کہیے آ کے نامہ بر
یہ خط لو اور ابھی مجھے خط کا جواب دو

دونوں جہان میں ہے تمھارا جواب بھی[3]
مردے جواب دیں جو کہو تم جواب دو

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲،۳ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

اُس کے قتیل عشق کو تکیے سے کام کیا
لے جا کے اُس گلی میں مجھے گاڑ داب دو
مے کش ہوں روزِ حشر کہوں گا یہی شرر
پیاسا ہوں مجھ کو ساقیِ کوثر شراب دو

---

۳۵۸ - سحر، میر علی حسین

جادو بیان و فسوں کار، میر علی حسین تخلص سحر، شاگرد آغا حسن شرر - یہ اُس سے یادگار:

ہماری[1] آہ میں بھی کچھ اگر اثر ہوتا
تو وہ یقین ہے اتنا نہ بے خبر ہوتا
شبِ فراق جو گردوں پہ جلوہ گر ہوتا
سفید داغ مری آنکھ میں قمر ہوتا
کہیں چراغ بھی جلتا ہے آگے سورج کے
مجال ہے کہ ترے سامنے قمر ہوتا
گدائی میں ہے سلیماں کا مرتبہ حاصل[2]
پری کا ہے مرے ویرانے میں گزر ہوتا
اسی بہانے سے اُس تک رسائی کرتا میں
کوئی جو خط اُسے لکھتا میں نامہ بر ہوتا
لگاتے سنگ پھر اطفال جان کر وحشی[3]
بہار آتی کہیں لالہ زار سر ہوتا

۱- ہماری آہ میں کچھ بھی اگر . . . .
۲،۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

یہاں مکان بنایا تو کیا کیا ہم نے
مزا تھا جب کہ کسی دل میں اپنا گھر ہوتا
کہاں ساتھ کے سونے کی آرزو تھی **سحر**
کبھی تو پہلو میں وہ شوخ سیم بر ہوتا

سحر میں کامل تھے اور قابض تھے ہم تسخیر پر
پا سکے قابو نہ لیکن اُس بتِ بے پیر پر
آ[1] ادھر بھی رحم کر او بت خدا کے واسطے
بن گئی ہے اب تو جانِ عاشقِ دل گیر پر
قید خانے میں جو آئی یاد اے گل! تیری زلف[2]
شک مجھے سنبل کا گزرا پاؤں کی زنجیر پر
چشمِ عبرت سے کرے جو عالمِ فانی کی سیر
مقبرے کا ہو گماں اُس کو ہر اک تعمیر پر
خط میں یہ لکھے تھے میں نے درد کے مضموں اُسے
رو دیا بے اختیار اُس نے مری تحریر پر
مجھ کو یوں ہی ہے ترے قول و قسم کا اعتبار
ہاتھ کیوں رکھتا ہے قاتل قبضۂ شمشیر پر
اے شہِ خوبی کسی سے **سحر** کو کب عشق ہے
جان جاتی ہے تمھارے حسنِ عالم گیر پر

۱۔ آ ادھر بھی رحم کھا اے بت۔ ۔ ۔ ۔
۲۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو اے بت یاد آئی تیری زلف۔

۳۵۹ - سید ، میر عنایت حسین

نوجوان[1] و شوریدہ سر ، میر عنایت حسین تخلص سید ، ساکن دہلی ، شاگرد شرر ، من کلامہ :

تیغِ ابرو سے کیا قتل اس بتِ بے باک نے
مار ڈالا بے گنہ مجھ کو مرے سفاک[2] نے

وصل کی صورت بگڑ جاتی ہے بن کر کیا کروں
سخت عاجز کر دیا ہے گردشِ افلاک نے

روند[3] کر مقتولوں کی لاشوں کو اپنی راہ لی
پھر کے بھی دیکھا نہ اُس کے توسنِ چالاک نے

ہر بنِ مو سے مرے شعلہ نہ نکلے کس طرح
بھون ڈالا مجھ کو عشقِ روے آتش ناک نے

سرکشوں کے سر جھکے کوچے میں اُس محبوب کے
آستانِ یار پر سجدے کیے افلاک نے

میری آمرزش کی صورت حشر میں کوئی نہ تھی[4]
بخشوایا مجھ کو اے **سید** ! شہِ لولاک نے

آپ فرماتے ہیں کچھ ارشاد ہو[5]
خود غلط جو ہو اُسے کیا یاد ہو

۱- رہنے والا دلی کا ، لکھنؤ میں وارد ، میر . . . سید ، شاگرد . . .
۲- دونوں نسخوں میں ''سفاک'' کو ''ص'' سے لکھا ہے -(مرتب)
۳- روند کر مقتول کے لاشے کو . . . .
۴- . . . . کوئی نہیں -
۵- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

رہ گئے محروم ساقی کل تو ہم
آج تو ساغر کوئی امداد ہو

اب کھلا ، یہ عشق کو منظور تھا[1]
کوئی مجنوں ہو ، کوئی فرہاد ہو

یار کی تصویر مجھ کو کھینچ دے
کوئی ہو ملنی ہو یا بہزاد ہو

اس گلی کی خاک اڑاتے ہو بہت
تم نہ اے سید کہیں برباد ہو

---

۳۶۰ - امیر ، امیر مرزا

ابتدا اور ذہن رسا ، تخلص امیر ، نام امیر مرزا ، شاگرد آغا حسن شرر - من کلامہ[2] :

منہ سے ترے منہ اگر ملا ہو
اے کانِ ملاحت اک مزا ہو

کچھ بات بھی جس پہ بد مزا ہو
رکتے ہو عبث ، عبث خفا ہو

کیا سیرِ چمن خوش آئے اس کو
جس کا اک گل میں دل لگا ہو

برسوں ہوئے ہم سے دوستی کو
مدت کے ہمارے آشنا ہو

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- یہ اس سے یادگار ہے -

میں تو تمھیں دل سے چاہتا ہوں
تم بندے کو چاہو یا نہ چاہو

خیرات سمجھ کے ایک بوسہ
دے ڈال مجھے ترا بھلا ہو

رکھے جو قدم وہ شاہِ خوبی
مسند ابھی اپنا[1] بوریا ہو

ان روزوں اسیر سچ بتاؤ
کس پردہ نشیں پہ مبتلا ہو

---

۳۶۱ - رونق ، شیخ رونق علی

صاحب نظم و نسق ، شیخ رونق علی تخلص رونق ، شاگرد آغا حسن شرر - من اشعاره[2] :

جو میرے سامنے وہ رشکِ مہر و ماہ رہے
جہاں آنکھوں میں دن رات کیوں سیاہ رہے

تو[3] وہ حسین ہے گر دیکھ لیں جھلک تیری
کسی کو حضرتِ یوسف کی پھر نہ چاہ رہے

کبھی تو چاند میں سمجھا کبھی آسے خورشید[4]
تمھارے چہرے پہ کیا کیا نہ اشتباہ رہے

نہ ایک دن بھی وہ خانہ خراب ہاتھ لگا
بہت خراب پھرے ہم ، بہت تباہ رہے

۱- میرا -
۲- یہ اس سے یادگار -
۳- تو وہ حسیں ہے کہ گر دیکھ لے جھلک تیری -
۴- . . . . سمجھا اُسے کبھی خورشید -

برائے سیر اکیلے کہیں نہ جائیں حضور
اگر خوشی ہو تو ہمراہ خیر خواہ رہے
یہی خدا سے ہے دن رات اب دعا **رونق**
ہمیشہ پہلو میں وہ رشکِ مہر و ماہ رہے

جیسے ترے فراق میں ہم نے اٹھائے رنج
دشمن کو بھی خدا نہ کبھی وہ دکھائے رنج
کیوں دیر کی ہے اے سگِ کوے حبیب آ
کھاتا ہے ہڈیوں کو ہماری ہمائے رنج
مہندی لگا کے غیر سے ہم خواب تم ہوئے
اے جان! رنگ رنگ کے ہم نے اٹھائے رنج
رونق شبِ وصال کی اب آرزو نہیں
فرقت میں جب سے یار سے ہوں آشنائے رنج

---

۳۶۲ ـ گلشن ، راجہ جیا لال

فرد سر دفتر سخن ، راجہ جیا لال تخلص گلشن ، (مرد با خیر ، مطلب برار غیر) شاگرد[1] خواجہ حیدر علی آتش ـ من کلامہ :

سودائے گیسوئے بتِ خوں‌خوار ہو گیا
آزاد تھا جو دل سو گرفتار ہو گیا
آواز پائے یار اگر خواب میں سنی
سویا نہ صبح تک جو میں بیدار ہو گیا

۱ـ شاگرد خواجہ آتش ، یہ کلام اُس کا ہے ـ

مجلس میں جس طرف تری ترچھی نگہ ہوئی[1]
اک تیر تھا کہ توڑ کے دل پار ہوگیا
سیرِ چمن کو یار جو آیا تو دیکھنا
آنکھوں میں عندلیب کی گل خار ہوگیا

دل پھنستے ہی گھبرا کے لگی جان نکلنے
الفت کے مرض نے نہ دیا ہم کو سنبھلنے
آزاد کرے تو جو گرفتار ازل کو
قمری کے گلے[2] میں سے لگے طوق نکلنے

بہار آئی ، شگوفہ پھولا ، کھلا ہے تختہ ہر اک چمن کا
کہیں تماشا ہے یاسمن کا ، کہیں نظارہ ہے نسترن کا
کوئی ہے مانند شمع گھلتا ، کوئی ہے پروانہ وار جلتا
نہیں جو وہ روشنیِ محفل ، عجب ہے احوال انجمن کا
قدم دھرا ہے جو عاشقی میں تو نیستی کو سمجھ لے ہستی[3]
عزیز کرتا جو جان شیریں تو نام ہوتا نہ کوہ کن کا

یہ عالم کاہش غم سے ہے اپنی ناتوانی کا
کہ یاروں کو تعجب ہے ہماری زندگانی کا[4]
قدِ رعنا صنوبر ، زلف سنبل ، چہرہ لالہ ہے
بہارِ باغ ہے عالم ترے جوشِ جوانی کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲- . . . . گلے سے بھی لگے . . . .
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۴- . . . . ہماری سخت جانی کا ۔

ضرر پہنچا سکے کب صاحبِ[1] اقبال کو دشمن
نہ ہووے آتشِ یاقوت کو اندیشہ پانی کا

دلِ شیدا کی حالت پوچھیے گلشن تو کہتا ہے
گلہ کس منہ سے کیجے یار کی نا مہربانی کا

الفت جو ہم کو تجھ سے اے مہربان ہووے[2]
دل اے کے تو ہمارا خواہانِ جان ہووے

---

۳۶۳ - جلیل ، میر ہدایت علی

(سعید ازلی) ، میر ہدایت علی ، ہدایت[3] میں ہدایت تخلص کرتا تھا ، جب میر دوست علی نے[4] تخلص سوزش موقوف کر کے تخلص اپنا خلیل کیا ، اس نے بہ سبب اتحاد باطنی کے ہم صورت خلیل تخلص اپنا جلیل قرار دیا ۔ القصہ وہ شاعر خوش تقریر بہ سبب کسب عمل[5] اور تسخیر کے دیوانہ مطلق ہو گیا ہے ۔ خالق جن و بشر اُس پر رحم کرے کہ محب دلی اس مولف کا اور شاگرد ذکی خواجہ حیدر علی آتش کا ہے ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

محو کرتا ہے جو اُس کو اک نظر میں آئنہ
ہے مگر اُستادِ کامل اس ہنر میں آئنہ

۱- دونوں نسخوں میں ''شمع اقبال'' بجائے ''صاحب اقبال''۔ یہاں ریاض الفصحا کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳- ابتدا ۔
۴- . . . . نے سوزش موقوف . . . .
۵- . . . . کسب عمل تسخیر دیوانہ . . . . گیا ، خالق . . . . حیدر علی . . . . ہے ۔ من کلامہ ۔

تیغ ابرو سے ہے کیا خوف و خطر میں آئنہ
منہ چھپاتا ہے جو فولادی سپر میں آئنہ

غرقِ گردابِ تحیر کیوں نہ ہو اے بحرِ حسن
دیکھتا ہے ناف کو تیری کمر میں آئنہ

عکس افگن عارضِ جاناں نہ اس میں ہو اگر[1]
ٹھوکریں کھاتا پھرے ہر رہ گزر میں آئنہ

صافیِ باطن کے آگے اُس کا کچھ رتبہ نہیں
منفعل ہے محفلِ اہلِ نظر میں آئنہ

قاتلِ عالم ہے اے سفاک خود بینی تری
تیغ کے بدلے تو رکھ اپنی کمر میں آئنہ

دھیان رہتا ہے کسی کے روے آتش ناک کا
آتشیں رہتا ہے ساتھ اپنے سفر میں آئنہ

لوٹتا ہے مفت میں رخسارِ گلگوں کی بہار
ماہِ نو کو دیکھ کر ماہِ صفر میں آئنہ

ہم نہ دیکھیں منہ ترا، دیکھے تو اے آئینہ رو[2]
نیک و بد کو خوب رکھتا ہے نظر میں آئنہ

(دوست و دشمن کو ہدایت کیوں نہ سمجھے دل مرا
کیوں نہ کھٹکے خار سا اپنی نظر میں آئنہ)

چاندنی ہر اک سو ہے گل کی باغ میں بو ہے
بادہ ہے، لبِ جو ہے، ساقیِ پری رو ہے

۱، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

سنبل اُس کا گیسو ہے غیرتِ چمن رو ہے
شاخِ گل وہ بازو ہے سرو قدِ دلجو ہے

تو ہے قاتلِ دوراں ، چشم ہے تری فتان
تیر ہیں صنم مژگاں ، گر کہاں وہ ابرو ہے

نازکی بدن میں ہے ، گل کی بو دہن میں ہے
معجزہ سخن میں ہے ، چشم عین جادو ہے

ہیں جو صاحب ایمان کہتے ہیں وہ یہ ہر آں
روے یار ہے قرآں ، کعبہ طاقِ ابرو ہے

بازو شمعِ روشن ہے ، ماہ نو وہ جوشن ہے[۱]
صبح اُس کی گردن ہے ، آفتاب جگنو ہے

بے ترے ہے ویرانہ کعبہ اور بت خانہ
ہوں ترا میں پروانہ ، شمعِ انجمن تو ہے

تنگ زندگی سے ہوں ، دل مرا ہوا ہے خوں
کیوں نہ میں گلا کاٹوں ، عشقِ تیغ ابرو ہے

دورِ ساغرِ مُل ہے ، فصلِ لالہ و گل ہے
عندلیب کا غل ہے ، قمریوں کی کوکو ہے

یاد کرکے وہ دنداں ہوں میں اے صنم گریاں
رشکِ گوہرِ غلطاں میرا آنسو ہے

کیوں ترا رکا ہے دل ، کیا پڑی تجھے مشکل
فکرِ شعر سے غافل اے جلیل جو تو ہے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳۶۴ - خلیل ، میر دوست علی

سید جلیل، شاعر بے عدیل ، صاحب تحصیل، میر دوست علی تخلص خلیل ، کلام اس کا مطبوع[1] اور دل کش ، شاگرد رشید خواجہ حیدر علی آتش - یہ اشعار اس سید بزرگوار سے یادگار :

جاتے ہی رنگ اڑا دیا اس گل عذار نے
باندھی ہوا بہت تھی چمن میں بہار نے

خوں ریزی میں کمی نہ کی ابروے یار نے
پھیرا دمِ جہاد نہ منہ ذوالفقار نے

کھویا صفاے رخ کو خطِ روے یار نے
مٹی میں چاندنی کو ملایا غبار نے

خوں حسرتوں کا دل میں کیا ہجرِ یار نے
کعبے میں بھی پناہ نہ پائی شکار نے

ابرو دکھایا عالمِ مستی میں یار نے
تلوار ماری گھوڑے پہ چڑھ کر سوار نے

نکلی جو روح تن سے لگا میں پکارنے
توسن کو اپنے چھوڑ دیا ہے ، سوار نے

تاڑی سے میرے زخم کو دھوئیں تو ہے بجا[2]
دل پر کٹار مارا ہے ابروے یار نے

صدمے ہیں منعموں کے لیے باغِ دہر میں
پتھر نہ کھائے کس شجرِ میوہ دار نے

۱- . . . . مطبوع و دل کش . . . .

۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اک زلزلہ سا رہتا ہے جس دن سے دفن ہوں
مجھ سے پناہ مانگی ہے میرے مزار نے

تا مرگ روح نے مری تن پروری نہ کی
گھوڑے کو اپنے فاقوں سے مارا سوار نے

جب زلفِ مشک بارِ صنم کی ہوا بندھی[۱]
بو کھل کے دی نہ نافۂ مشکِ تتار نے

میری سنی نہ اپنی کہی اٹھ کھڑے ہوئے
آئے تھے آپ گھر مرے چھدا آتارنے

مدت میں وصلِ یار ہوا ہے مجھے نصیب
بچھڑے ملا دیے مرے پروردگار نے

آبِ حیات نورِ سحر نے پلا دیا[۲]
مردہ ہی کر دیا تھا شبِ انتظار نے

میں وہ شکار گاہِ جہاں میں شکار ہوں
جاتا ہوں آپ باز کی ٹوپی آتارنے

زلفوں سے سلسلہ دلِ مجروح نے کیا[۳]
ڈالا بلا میں آپ کو زخمی شکار نے

پھیلا نہیں دھؤاں مری آہوں کا اے خلیل!
کھولی ہے زلفِ شام شبِ انتظار نے

طالع رسا ہیں میرے دلِ بے قرار کے
کنگھی کی طرح رہتا ہے پٹوں میں یار کے

۱تا۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

روتا ہوں دل قمارِ محبت میں ہار کے
دھاگوں میں آ گیا بتِ زنّار دار کے

اللہ[1] رے تصرفِ تاثیرِ عشقِ گل
نالوں میں عندلیب کے سُر ہیں بہار کے

بے قدر کر دیا مژۂ چشمِ یار نے
کوڑی کے مول لگ گئے ہیں پھل کٹار کے

اے ماہ رو نہ بھاگ، کیا ہے جو مجھ کو قتل
ٹلتی نہیں ہے چاندنی زخمی کو مار کے

اچھے نہیں ہیں جوششِ وحشت کے رنگ ڈھنگ
تیور کچھ اب کے سال برے ہیں بہار کے

جب لے گئی ہے باد صبا بوئے زلفِ یار
کیا کیا دھویں اُڑائے ہیں مشکِ تتار کے

مانند[2] گرد باد لپیٹیں گے ہم تجھے
آنا صبا نہ پاس ہمارے غبار کے

سودا گیا نہ مر کے بھی زنجیرِ زلف کا
سمجھا گلے کا طوق کڑے کو مزار کے

عشقِ بتاں کا بوجھ اٹھائے جو پیٹھ پر
کھل جائیں بند سب کمرِ کوہسار کے

نالے کیے بغیر میں رکھتا نہیں قدم
جاتا ہوں گھر میں یار کے در پر پکار کے

۱۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

۲۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

آبِ حیات ہے عرقِ جسمِ یار بھی[1]
مژمردہ ایک دن نہ ہوئے پھول ہار کے
دم سے طلسم آدمِ خاکی کا ہے خلیلؔ
پھرتی ہیں پتلیاں یہ سہارے سے تار کے

نالے کرتا ہوں ترے دل میں اثر ہو کہ نہ ہو
صور میں پھونکتا ہوں، تجھ کو خبر ہو کہ نہ ہو
ہجر میں وصل کی امید پہ میں روتا ہوں
پانی اس نخل کو دیتا ہوں ثمر ہو کہ نہ ہو
حشر پر وعدۂ دیدار ہے، میں ڈرتا ہوں
بھیڑ ہووے گی رخِ یار اِدھر ہو کہ نہ ہو
طالبِ دید ہوں رخ اپنا دکھاؤ، تمھیں کیا
غش ہو، سکتہ ہو، مجھے تابِ نظر ہو کہ نہ ہو
تم سنو یا نہ سنو، نالے کیے جاؤں گا
دردِ دل کہنے سے مطلب ہے، اثر ہو کہ نہ ہو
سیم تن یار بغل میں ہے شب و روز خلیلؔ
دل تو رکھتے ہیں غنی، گانٹھ میں زر ہو کہ نہ ہو

بے نشۂ مے ہو نہ مری آہِ رسا گرم
خورشید کی تاثیر سے ہوتی ہے ہوا گرم

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

دل آتشِ فرقت سے جو ہے بعدِ فنا گرم
تربت ہے مری کان سے گندھک کی سوا گرم

تاثیرِ تپِ عشق ہے حکمت سے نرالی
تن برف سے ٹھنڈا ہے دل آتش سے سوا گرم

دل آتشِ فرقت سے یہ جلتا ہے شب و روز
گویا مرے پہلو میں ہے دن رات توا گرم

ہے مالکِ خشک و ترِ عالم وہی انسان
دو وقت خدا دے جسے سرد آب و غذا گرم

جلتا ہے بدن شمع کی صورت تپِ غم سے
ہے جامۂ فانوس کی مانند قبا گرم

تپ چڑھتی ہے کر چکتا ہے دل جس گھڑی نالے
ہو جاتی ہے بندوق ہر اک بعدِ صدا گرم

افسردہ ہے داغِ دلِ بے عشق ہمیشہ
نادار کے گھر میں نہیں ہوتا ہے توا گرم

سوزِ دلِ محرور سے یہ حال ہوا ہے
ہے تارِ نفس سیخِ کبابی سے سوا گرم

تم گرمیاں کرنے لگے ہر بات میں سب سے
اب حد سے سوا ہوگئے ہو نامِ خدا گرم

وہ حسن کا شعلہ نہ لپٹ کر کبھی سویا
جاڑے میں کسی شب مرا پہلو نہ ہوا گرم[1]

---

[1] اس غزل کا دوسرا ، پانچواں ، چھٹا ، نواں اور دسواں شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳٦۵ - شمس ، نواب محمد علی خاں

خلاصۂ خاندان عالی شان ، نواب محمد علی خان (بہادر) عرف ننھے نواب پسر نواب معتمد الدولہ بہادر تخلص شمس ، شاگرد میر دوست علی خلیل - یہ اشعار اس ذوی الاقتدار سے یادگار :

ترا جمال جو پیشِ نظر نہیں رکھتے
وہ مثلِ دیدۂ نرگس بصر نہیں رکھتے

ہمارے دل کی طپش سے خبر نہیں رکھتے
وہ آکے ہاتھ کبھی سینے پر نہیں رکھتے

تمہارے نامہ بروں کا ہے عرش پر یہ دماغ[1]
مروں پہ اپنے ہما کے بھی پر نہیں رکھتے

خموش رہتے ہیں مانندِ طائرِ تصویر
زبان عاشق شوریدہ سر نہیں رکھتے

صبا پیام یہ کہنا مری طرف سے آسے
تم اپنے بے خبروں کی خبر نہیں رکھتے

کیا ہے حسنِ جوانی نے یہ آنھیں بد مست
ہماری کیا کہ وہ اپنی خبر نہیں رکھتے

نظیر تا نظر آئے نہ اپنی صورت کا
وہ آئنے کو بھی پیشِ نظر نہیں رکھتے

یقینِ مرگ شبِ ہجر میں جو رہتا ہے[2]
تو شام ہی سے آمید سحر نہیں رکھتے

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲- یہ اور اس کے بعد کے تین شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

الٰہی کیوں نہیں سنتے ہیں وہ مری فریاد
گلوں کی طرح سے وہ گوش کر نہیں رکھتے

کیا ہے جب سے انہیں بادشاہِ حسن و جمال
وہ مجھ فقیر کے تکیے پہ سر نہیں رکھتے

شبِ فراق میں اپنا تو ذکر کیا کیجے
امیدِ صبح خروسِ سحر نہیں رکھتے

فقیر اس شہ خوباں کے ہیں یہ بے پروا
کبھی ہما کے بھی تکیے میں پر نہیں رکھتے

خدا ہی جانے وہ رشک قمر کہاں ہے شمس
سحر سے آج ہم اس کی خبر نہیں رکھتے

(ہوا نہیں ترے چہرے پہ خط عیاں صیاد
ابھی ہے دام اسیری مرا نہاں صیاد

قفس میں پھول کی رکھے پیالیاں صیاد
جو عندلیب کا ہووے مزاج داں صیاد

ابرو کے پاس گیسوے پرخم کو لائیے
اک دن تو اس کمان پہ چلہ چڑھائیے

یہ الفت ہوئی یار جانی تمہاری
وظیفہ ہے میرا کہانی تمہاری

دم آنکھوں میں آیا بس اب منہ دکھاؤ
بہت سن چکے لن ترانی تمہاری

نہیں دیتے چھلا تو چھلے کا گل دو
رہے پاس کچھ تو نشانی تمہاری

دل عاشق زلفِ رخِ جانانہ ہوا ہے
پھر قابلِ زنجیر یہ دیوانہ ہوا ہے
اے شمس حسینوں کا جو رہتا ہے تصور
آئینہ دل رشک پری خانہ ہوا ہے

گلا کٹتا ہے دم رکتا ہے میرے طائرِ جاں کا
کٹے پھندا الٰہی الفتِ زلفِ پریشاں کا
ہمارا دم فنا ہو گا نقاب اُلٹو نہ چہرے سے
تمھاری بے حجابی میں ہے عالم تیغِ عریاں کا)

---

۳۶۶ - امیر ، لالہ شادی لال

خوش تقریر ، لالہ شادی لال تخلص امیر ، پہلے[1] موجی رام کے شاگرد تھے ، اب میر دوست علی خلیل کے - من کلامہ :

جی میں ہے اس کی چاند سی تصویر دیکھیے
وحشت ہے سیر کوچہ زنجیر دیکھیے
وہ شمعِ بزمِ غیر ہو اور ہم جلا کریں
جو کچھ دکھائے خواہش تقدیر دیکھیے
ضعفِ بصر میں بھی یہ مجھے ذوقِ دید ہے
عینک لگا کے یار کی تصویر دیکھیے
سرمے سے اپنی چشم کو خوں ریز کیجیے
پتھر چٹا کے تیزی شمشیر دیکھیے
تم میرے آہ و گریہ کا کرتے ہو کیا گلہ
اپنے تو ظلم اے بت بے پیر! دیکھیے

۱- پہلے لالہ موجی رام کا شاگرد تھا ، اب خلیل کے خوان کرم کا امیدوار ، یہ اُس سے یادگار -

کب دیکھیں قیدِ زلف سے ہم چھوٹیں اے امیر
کب نکلے اپنے پاؤں کی زنجیر دیکھیے

---

۳٦۷ - انور ، لاله مہابلی[1]

لاله مہابلی تخلص انور، شاگرد میر دوست علی خلیل - یہ آس سے یادگار :

کڑوی نگاہ سے جو کیا قتل یار نے
کھایا نہ میری لاش کو خاکِ مزار نے

---

۳٦۸ - ظہور ، جگل کشور

مرد باشعور ، جگل کشور تخلص ظہور ، داماد راجہ جیا لال - پہلے[2] شاگرد خلیل کے تھے ، اب آتش کے ہیں - منہ :

دیتی ہے پیچ کیا ہمیں تقدیر دیکھیے
کیوں کر پھنسائے زلفِ گرہ گیر دیکھیے

گو سامنے ہو اپنے مرقع جہان کا[3]
تیرے سوا نہ اور کی تصویر دیکھیے

سیکھی ہے چشمِ یار فسوں سازیاں بہت
کس کس کے دل کو کرتی ہے تسخیر دیکھیے

مدنظر ہے دیدۂ مشتاق کو یہی[4]
جب دیکھیے تو یار کی تصویر دیکھیے

۱- ترجمۂ انور نسخۂ پٹنہ میں نہیں - (مرتب)
۲- پہلے شاگرد خلیل تھا ، اب خواجہ صاحب سے تلمذ - یہ اس کا کلام ہے -
۳- گو اپنے سامنے ہو مرقع جہان کا
۴- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

جو دیکھتا ہے یار کو دیتا ہے یہ دعا
اے نوجواں فلک سے تجھے پیر دیکھیے
چکر میں چرخ آئے زمیں کو ہو زلزلہ
آہِ رسا کی اپنی بھی تاثیر دیکھیے
دل ہٹ گیا ہو جس بتِ ظالم سے اے ظہور
ہرگز نہ اس کی چاند سی تصویر دیکھیے

۳۶۹ - شائق ، لالہ سیوا رام

شوریدہ سری میں بید مجنوں پر فائق ، دیوانہ خو ، لالہ سیوا رام تخلص شائق - پہلے[1] کلام اس کا منظور نظر مرزا علی نظر کا تھا ، بعد اس کے میاں مصحفی کا شاگرد ہوا ، جب طبیعت نے فی الجملہ ترقی پیدا کی ، متابعت[2] خواجہ حیدر علی کی خوش آئی - خواجہ صاحب کے[3] زور حمایت سے شیخ ناسخ کے منسوخ کرنے کا[4] ارادہ باندھا اور جواب اس کی ہر غزل کا کہا ، شدہ شدہ یہ خبر[5] شیخ ناسخ تلک پہنچی - یہ غزل کہ نتیجہ اس قضیے کا ہے ، شیخ نے لکھی :

کہہ رہا ہے ایک جاہل میرے دیواں کا جواب
بو مسیلم نے کہا تھا جیسے قرآں کا جواب
کیا کلیم اللہ سے نسبت ہے اس ناپاک کو
چاہیے فرعون کو دے اپنے ہاماں کا جواب

۱- ابتدا میں کلام اس کا منظور مرزا . . . -
۲- . . . متابعت آتش کی . . .
۳- کی حمایت سے . . .
۴- . . . . . کا قصد کیا اور جواب ہر غزل کا . . . .
۵- . . . . خبر ناسخ تک پہنچی - یہ غزل نتیجہ . . . نے کہی -

چونکہ لفظ ہامان[1] خواجہ صاحب کی طرف عائد ہوتا تھا ، یہ مطلع کسی شاگرد[2] کو کہہ دیا :

چاہیے مومن کو دے اس نا مسلماں کا جواب
جو کہے دیواں کو اپنے ہے یہ قراں کا جواب

جب[3] نوبت یہاں تک پہنچی ، لالہ سیوا رام تخلص شائق بہ سبب خوف شاگردان شیخ ناسخ صاحب کے لکھنؤ سے کانپور چلا گیا اور وہاں مقیم رہا اور شیخ صاحب کی فضیحتی پر کمر چست باندھی اور شیخ صاحب مذکور محلہ ٹکسال لکھنؤ میں رہتے تھے اور میرزائی صاحب کہ شیخ صاحب کے مکان کے پاس رہتے تھے ، شیخ صاحب اُن سے یعنی میرزائی صاحب سے محبت دلی رکھتے تھے اور میرزائی صاحب اس زمانے میں بہت کم سن اور جمیل و شکیل اور صاحب حسن و جمال تھے ، بلکہ شیخ صاحب کو لوگ اُن سے بدنام کرتے تھے ۔ ایک روز کی نقل ہے کہ میرزائی صاحب نے اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ صاحب سے کچھ روپیہ قرض منگا بھیجا ۔ راقم تذکرۂ ہذا وہاں موجود تھا ۔ شیخ صاحب نے حسب الطلب بھیج دیا اور ایک پرچے پر یہ شعر فارسی کا میرزائی صاحب کو لکھ بھیجا ۔ وہ شعر یہ ہے ۔ شعر :

چہ پروا از زر و دینار داری
کہ دارالضرب در شلوار داری

اور مرزا محسن برادر مرزا حاجی صاحب قمر کہ اُن کے خاندان میں حسن پرستی چلی آتی ہے ، وہ بھی پوشیدہ میرزائی صاحب پر عاشق

۱- . . . . ہامان استاد کی . . .
۲- . . . . شاگرد کے نام پر مشہور کر دیا ۔
۳- یہاں سے لے کر شائق کے انتخاب کلام سے پہلے تک کی تمام عبارت نسخہ' پٹنہ کے حاشیے پر ہے ۔ (مرتب)

تھے، للہذا اُن کو شیخ صاحب سے بہ سبب عشق میرزائی صاحب کے ایک چشمک تھی۔ اس سبب سے شیخ صاحب کے ہر شعر پر معترض ہوتے تھے۔

آمدم برسر مطلب ، الغرض لالہ سیوا رام شائق کا ایک شاگرد مسمیٰ بانکے بہاری پنڈت زادہ کشمیری بچہ کہ وہ کم سن اور نہایت حسین و ملیح تھا اور شجاعت تخلص کرتا تھا ، بلکہ شائق اُس پر عاشق اور شیفتہ بھی تھا ۔ وہ اپنے اُستاد یعنی شائق سے خفا ہو کر کانپور سے لکھنؤ میں آیا اور شیخ صاحب کے مکان پر آنے جانے لگا اور یہ خبر اُس کے استاد و عاشق یعنی شائق کو پہنچی ، وہ ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ شجاعت میرے[1] شاگرد کو شیخ صاحب مثل میرزائی صاحب کے اپنے قبض و تصرف میں لاویں ۔ چنانچہ لالہ سیوا رام شائق نے ایک خط کانپور سے اپنے شاگرد مسمیٰ بانکے بہاری شجاعت کو لکھا اور اس خط میں چند اشعار درج کیے ۔ چنانچہ واسطے ملاحظۂ ناظرین کے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں ۔ فہو ہذا ۔ اشعار شائق :

ڈرنا نہ چاہیے کہ درِ توبہ باز ہے
بخشش کا کرنے والا تو وہ بے نیاز ہے
زنہار اُس کے دم میں شجاعت نہ آئیو
ناسخ کو سنتے ہیں کہ بڑا لونڈے باز ہے
مرزائی کی جو . . .[2] تو ٹکسال جھڑ پڑے
کون اس کو کہتا ہے کہ یہ لونڈوں سے باز ہے
سکہ بٹھایا میرزا صاحب کی . . . . .[3] پر
وہ گھن پڑا کہ کھل گیا مخفی یہ راز ہے

۱۔ اصل میں ''میرا'' جو سہو کتابت ہے ۔ (مرتب)

۲،۳۔ ایک فحش لفظ حذف کیا گیا ہے ۔ (مرتب)

محسن ہے اُس کا معتمدالدولہٗ وزیر
وہ خود تو فقرے باز تھا، یہ جعل ساز ہے

معاذ اللہ ۔ العظمۃ للہ ۔

توضیح بقیہ حال یہ ہے کہ در عہد غازی الدین حیدر بادشاہ خلد مکان میں جب معتمد الدولہ بہادر نائب تھے تو شیخ ناسخ صاحب ملازم و مصاحب خاص نائب مذکور کے تھے ۔ اُس زمانے میں معتمد الدولہ بہادر نے محسن الدولہ بہادر کو اُن کی نانی صاحبہ معظمہ و مکرمہ جناب عالیہ بادشاہ بیگم صاحبہ سے بد مزا و خفا کرا کر اور بادشاہ موصوف سے اجازت لے کر مرزا حاجی قمر کے مکانات اس زمانے میں بہ سبب اخراج بلد ہونے ان کے (کذا) کہ چوک میں تھے ، وہ مکانات مذکور خالی پڑے تھے اور نزول سرکاری بھی ہو گئے تھے ، محسن الدولہ بہادر کو دلوا دیے ۔ تب شیخ صاحب نے معتمد الدولہ بہادر سے کہلوا کر میرزائی صاحب کو قریب سو روپے کا درماہہ و بہ عہدۂ داروغگی سرکار محسن الدولہ بہادر ملازم کروایا ۔ یہ امر اور زیادہ بدگمانیٔ خلائق کا جانب شیخ صاحب و میرزائی صاحب سے ہوا ۔ تب سے میرزائی صاحب معشوق شیخ ناسخ صاحب تمام لکھنؤ میں مشہور و معروف ہو گئے ۔ مصرع :

تا نہ باشد چیز کے مردم نہ گویند چیز ہا

آخرش میرزائی صاحب تا آخر زمانہ نیابت معتمد الدولہ بہادر بلکہ تا اوائل عہد نصیرالدین حیدر بادشاہ بہ عہدۂ داروغگی سرکار محسن الدولہ بہادر ملازم رہے ، بعد اُس کے موقوف ہو گئے ۔ شیخ صاحب نے اپنے پاس سے چند قطعہ مکانات و دکانیں وغیرہ چوک میں میرزائی صاحب کو خرید کر دیے ۔ چنانچہ ان مکانات اور دکانین (کذا) کے کرائے میں آج تک اُن کی اور اُن کی اولاد کی اوقات بسری بخوبی ہوتی ہے ۔ شعر :

برا کام اُس کا آخر کام آیا
کہ اُس کی آل کو اب تک نبھایا

الغرض جب خط لالہ سیوا رام شائق کا کانپور سے بانکے بہاری شجاعت کو لکھنؤ میں آیا تب شجاعت نے اس خط کا جواب بوجہ احسن شائق کو لکھا اور اس جواب میں ایک غزل تحریر کرکے روانہ کانپور کی۔ چنانچہ وہ غزل واسطے ناظرین تذکرۂ ہذا کے تحریر ہوتی ہے۔ فہو ہذا۔
غزل شجاعت :

دم میں تیرے کب بھلا آتے ہیں ہم
عاشقوں کو اپنے ترساتے ہیں ہم

فقرے بازی میں بڑے اُستاد ہو
کب بھلا ان فقروں میں آتے ہیں ہم

خط کے لکھنے سے بھلا ہوتا ہے کیا
کب ترے اس جال میں آتے ہیں ہم

شیخ سے مطلب نہ شائق سے غرض
اب قمر کو جا کے دکھلاتے ہیں ہم

ہم ہوئے خیراتی میں اُن کے غلام
لاڈلے پرشاد بن جاتے ہیں ہم

لکھنؤ اک تختۂ گلزار ہے
اب بھلا کمپو میں کب آتے ہیں ہم

تم تو مرشد تھے، ولی میں ہو گیا
بانکپن اپنا یہ دکھلاتے ہیں ہم

اے شجاعت کیا کہوں اس دہر میں
اب مروت سے جھکے جاتے ہیں ہم[1]

۱- یہاں نسخۂ پٹنہ کے حاشیے پر اضافہ شدہ عبارت ختم ہوتی ہے۔ (مرتب)

یہ[1] چند اشعار کہ اُس سے یادگار ہیں واسطے التزام کے لکھے جاتے ہیں :

دم بہ دم ہم ٹھوکریں کھاتے ہیں رسوائی کے ساتھ
دوستی کرنا نہ تھا اس طفلِ ہرجائی کے ساتھ

عالمِ وحشت میں یاد آیا جو سروِ قدِ یار
خوب رویا میں لپٹ کر نخلِ صحرائی کے ساتھ

تخمِ اُلفت ہو کے پامالِ حسیناں ہو گئے
مل گئے مٹی میں شائق اپنی دانائی کے ساتھ

لگا جاتا ہے برچھی آتے جاتے گور پر میری
ملا یہ پھل مجھے اسی جنگ جو سے دل لگانے کا

وقار انساں کا کھو دیتا ہے آخر خندۂ بے جا
دہن ہونا کشادہ عیب ہے موتی کے دانے کا

قیدِ ہستی میں نہایت تنگ دل کا حال ہے
مرغِ جاں کو سلسلہ تارِ نفس کا جال ہے

پاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی ہے واں کی زمین[2]
میرے نالوں سے یہ کوئے یار میں بھونچال ہے

اس قدر سودا ہے کس کی زلف کا شائق مجھے
نوک نشتر کی طلب کرتی رگ قیفال ہے

سلسلہ مجنوں سے جا ملتا ہے مجھ آزاد کا[3]
چرم آہو بید کی ٹہنی ، چھڑی رومال ہے

۱- قصہ مختصر یہ اُس سے یادگار -

۲،۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

مجھ کو گھائل کرکے رحم آیا آسے تو دیکھنا
پٹی اپنے زخم کی تلوار کا رومال ہے

اپنے گریہ سے دلِ یار نہ تازہ پایا
کون سا کھیت ہرا پر نہ ہوا باراں سے

رنجِ فرقت سے ہوئی وصل میں ایذا دہ چند[1]
درد میں اپنے تفاوت نہ ہوا درماں سے

لوز میں پستے کی ہرگز نہ ملی وہ لذت
جو حلاوت کہ اٹھائی ہے لبِ جاناں سے

ہم غریبوں کی خبر یار کو کیا ہو شائق
کون کرتا ہے بیاں حال گدا سلطاں سے

حسینوں پر ازل سے دل ہے مجھ دیوانے کا پھڑکا
کھلونے تھے مرے مٹی کے بر میں جب میں تھا لڑکا

یوں مرے لختِ جگر ہیں دیدۂ پر آب میں
جیسے لہراتی ہیں گلگوں مچھلیاں تالاب میں

بام پر ہو ساقیٔ خوش رو ، بغل میں یار ہو[2]
بادہ نوشی کا مزا جب ہے شب مہتاب میں

کاٹتا ہوں میں تڑپ کر جس طرح سے روزِ ہجر
یہ قلق ہوتا نہیں شب کو دلِ سرخاب میں

دیکھ وہ آئینہ ہنستا ہے تو یوں جھڑتے ہیں پھول
پھلجھڑی کو جس طرح سے چھوڑتے ہیں آب میں

---

۱ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن ہیں نہیں - (مرتب)

ابلہی ہے ڈھونڈنا زیرِ فلک آسودگی
گاؤ کو فربہ نہ دیکھا خانۂ قصاب میں

---

۳۷۰ - نسیم ، دیا شنکر

مرد سخن ور ، پنڈت دیا شنکر تخلص نسیم ، خواجہ آتش کا شاگرد قدیم ، یہ[1] اشعار اس سے یادگار :

خم نہ بن کر خود غرض بن جائیے
مثل ساغر اور کے کام آئیے

ابر رحمت سنتے ہیں نام آپ کا
خاکساروں پر کرم فرمائیے

آپ آہو چشم ہیں آہو نہیں
ہم سے وحشت کی نہ لیجے ، آئیے

جوہرِ تیغِ نگہ کھل جائے گا
منہ نہ میرے زخم کا کھلوائیے

سرد آہیں بھرتے ہیں جب ہم نسیم
کہتے ہیں وہ ، ٹھنڈے ٹھنڈے جائیے

دل لگا کر اس نے ٹھانی ہم سے جی میں دشمنی
بڑھ کے ہو جاتی ہے آخر دل لگی میں دشمنی

مجھ سے تو جیسا ہے پیارے تجھ سے ویسا میں بھی ہوں
دوستی میں دوستی اور دشمنی میں دشمنی

طفل بدخو و مریض و عاشق و مجنوں کے ساتھ
دشمنی میں دوستی ہے دوستی میں دشمنی

۱- من کلامہ .

جب ہو چکی شراب تو میں مست مر گیا
شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

سمجھا ہے حق کو اپنی ہی جانب ہر ایک شخص
یہ چاند اُس کے ساتھ چلا جو جدھر گیا

طوفانِ نوح اس میں ہو یا شورِ حشر ہو
ہونا جو ہے وہ ہو گا جو گزرا گزر گیا

بے دل جو مجھ کو پایا تو بولا خیالِ یار
مہماں بلا کے صاحبِ خانہ کدھر گیا

۳۷۱ - عشق ، آغا رضا

خوش لہجہ ، نازک ادا[1] ، آغا رضا تخلص عشق ، شاگرد نامی خواجہ حیدر علی آتش یہ شعر اُس سے یادگار :

غمِ طولِ شبِ فرقت کا یہ حاصل ٹھہرا
جان پر بن گئی جینا مجھے مشکل ٹھہرا

ذکرِ دلبر سے تو بے تاب ہوا ہے[2] دلِ زار
بات کرنا بھی ترے سامنے مشکل ٹھہرا

بے قراری میں وہ اے ضبط مزے پائے ہیں
جان دے دوں گا ابھی میں جو مرا دل ٹھہرا[3]

۱- . . . . ادا ، تخلص عشق ، نام آغا رضا ، شاگرد خواجہ آتش ، متین کلامہ ۔
۲- اے ۔
۳- نسخۂ انجمن میں یہ مصرع یوں ہے ''جان دے دوں گا یہی جو مرا دل ٹھہرا'' کاتب نے 'جو' اور 'مرا' کے درمیان جگہ خالی چھوڑی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لفظ کم ہے اسے بعد میں لکھنے کا ارادہ تھا ۔ (مرتب)

گفتگو ناصحِ بے عقل سے نادانی تھی[1]
بحث مہمل سے جو کی آپ میں جاہل ٹھہرا

بے قراری نہ گئی یوں تو کبھی جیتے جی
جسم سے جان جو نکلی تو مرا دل ٹھہرا

دل پہ قابو نہ رہا ترک ملاقات کے بعد
سہل ٹھہرایا تھا جس کو وہی مشکل ٹھہرا

دم الجھنے لگا ہمدرد کی بے تابی سے
باغ میں سن کے نہ میں شورِ عنادل ٹھہرا

خون تھوکا ہے غمِ عشق کی بیماری سے[2]
دق نہ کر مجھ کو طبیب اس کو نہ تو سل ٹھہرا

تیری الفت میں گئی جان ہماری آخر
عشق بازی کا یہ انجام یہ حاصل ٹھہرا

بے گنہ قتل مجھے کرکے تو بدنام[3] نہ ہو
پہلے تقصیر تو میری کوئی قاتل ٹھہرا

بعد مردن ہوئی تسکین کی صورت اے عشق
خفقاں کم ہوا آخر کو مرا دل ٹھہرا

بوسے کے فائدے میں ہے نقصان جاں پسند
بازارِ عشق میں ہے یہ سود و زیاں پسند

تارِ نفس کو کرتی ہے عمرِ رواں پسند
ہے کشتیٔ حیات[4] کو یہ بادباں پسند

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳- . . . . بدنام ہوا ۔
۴- حباب ۔

مضموں بلند کرتی ہے طبع رواں پسند
مجھ کو زمینِ شعر کا ہے آسماں پسند

اللہ رے دماغ سگِ کوے یار کا[1]
جز گوشت کے کیے نہ مرے استخواں پسند

بندے کی طرح چاہیے صاحب کو انکسار
اللہ کو غرور نہیں مہرباں پسند

دو بوسے تھے لیے تو یہ جھنجلا کے بولے وہ[2]
اتنا بھی سیر خور نہیں مہماں پسند

دیوانے کیا مقید صوم و صلٰوۃ ہوں
پابندِ شرع کو ہیں یہ دو بیڑیاں پسند

جینا وصالِ یار میں مرنا فراق میں
باغِ جہاں میں ہے[3] یہ بہار و خزاں پسند

کہنے کو یوں تو دل بھی ہے آنکھیں بھی ہیں مگر
بہتر ہے وہ مکاں، وہ کرے جو مکاں پسند[4]

اپنی زباں خراب نہ کر لفظ سخت سے
ہے مثل سگ عبث تجھے یہ استخواں پسند

اے عشق ہو تو ایسی ہو گرمی کلام میں
یاں ہے بیان آتشِ شیریں زباں پسند[5]

۱،۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)
۳- ہیں -
۴- بہتر ہے وہ مکاں جو کرے وہ مکاں پسند ۔
۵ یاں ہے زبان آتش شیریں بیاں بسند ۔

۳۷۲ - اوج ، مرزا علی حسین

طبیعت اُس کی بحرِ ذخار ، خامہ تحریرِ موج ، مشفقی[1] محبّی مرزا علی حسین تخلص اوج خلف الصدق جناب مرزا عسکری[2] علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - علم نجوم میں[3] وہ بے ہمتا - نیاز مند[4] کو قدیم سے اس خاندان پاک سے ایک نیاز ، مرزائے[5] موصوف شاگرد خواجہ حیدر علی آتش کے ہیں - چونکہ سیر کتب دواوین[6] فارسیہ ان کو بہت رہتی ہے[7] ، شعر خوب کہتے ہیں ، یہ[8] شعر اُن سے یادگار:

نکلے جو خطِ لب تو دہن کا پتا ملے
گر خضر ہو تو چشمۂ آبِ بقا ملے

زاہد بناؤں میں بخدا سجدہ گہ اُسے
اپنے صنم کا مجھ کو اگر سنگ پا ملے

سونگھوں جو اُس کی زلف چڑھے زہر سانپ کا[9]
چوسوں جو ہونٹ لذتِ آب بقا ملے

بالیدگیٔ دل ہوئی سوز و گداز سے
آتش سے نخل موم کو نشو و نما ملے

۱- مشفقی مرزا . . . .
۲- . . . عسکری صاحب -
۳- . . . . . میں بے انباز -
۴- نیاز مند (کو) اس خاندان پاک سے اک نیاز -
۵- مرزا موصوف . . . . .
۶- دونوں نسخوں میں سہو کتابت سے ”دوانین“ بجائے ”دواوین“ - (مرتب)
۷- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ”ہیں“ - (مرتب)
۸- من اشعارہ -
۹- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

ایسی ترے فراق میں صورت بدل گئی
بیگانہ وار مجھ سے مرے آشنا ملے

پرتوِ[1] رخ سے ہوا ہے لبِ جاناں روشن
تابشِ مہر سے ہو لعلِ بدخشاں روشن

چاندنی میں جو گیا بحر پہ وہ شعلۂ حسن
پنجشاخہ سا ہوا پنجۂ مرجاں روشن

سایہ اس نورِ مجسم کا زمیں پر جو گرے
ذرے ہوں صورتِ خورشید درخشاں روشن

تیرے سودے میں کیا چاک جو اے غیرت مہر
صبح کی طرح ہوا اپنا گریباں روشن

گوہرِ گوش کا ہے زلف کے کشتوں کو خیال
مہرۂ مار سے ہے گنج شہیداں روشن

اے پری! وصف جو تیرے خطِ لب کا لکھوں
حرف ہوں[2] مثلِ خطِ مہرِ سلیماں روشن

نہ گئی داغ زلیخا کی سیاہی اب تک
چشمِ یعقوب ہوئی اے مہِ کنعاں روشن

اوج کا روئے سیہ معرکۂ محشر میں
مہر سے آپ کی ہو یا شہ مرداں روشن

ہوں صید محبت مجھے نخچیر نہ کہنا
زخمی ہوں نگہ کا ہدفِ تیر نہ کہنا

آئینۂ مہتاب میں دھبا ہے کلف کا
اس کو رخِ دل دار کی تصویر نہ کہنا

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "پر توے" - (مرتب)
۲- ہو -

جلادوں کے قبضے میں ہے شمشیر سیہ تاب[1]
سرمے کی یہ آن آنکھوں میں تحریر نہ کہنا

رشکِ آئینہ ہیں تیرے رخ زیبا دونوں
چشمۂ مہر سے افزوں ہیں مصفا دونوں

چاہیے جوشِ جنوں میں مجھے دہری زنجیر
گیسوے یار ہیں سرمایۂ سودا دونوں

کس کو حیرت بخدا اے بت بے پیر! نہیں
کون جلوے سے ترے صورت تصویر نہیں

کون اے ترک ترے تیر کا نخچیر نہیں
کس نشانے پہ بندھا دیدۂ رہگیر نہیں

روے گل رنگ پہ کیوں رال ٹپکتی ہے تری
قدحِ مے ہے یہ زاہد قدحِ شیر نہیں

سونگھی ہے عالمِ رویا میں تری زلفِ سیاہ
غیر سودا کوئی اس خواب کی تعبیر نہیں

دلِ ویراں ہو مگر تیرے کرم سے آباد
اس خرابے کے لیے صورت تعمیر نہیں

دودِ دل ترجمۂ داغِ جگر ہے اے شوخ!
غیر بو مصحفِ گل کی کوئی تفسیر نہیں

دامنِ پیراہنِ یوسف قبا کیا ہو گیا
چاک گویا پردۂ رازِ زلیخا ہو گیا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اور زیبا خط سے وہ رخسارِ زیبا ہو گیا[1]
لوحِ سیمیں کی بڑھی قیمت جو مینا ہو گیا

ہوشیاری سے نہیں کم غفلت عشاق بھی
مثلِ بیداری عین خوابِ زلیخا ہو گیا

جنس بوسہ نقد جاں دے کر خریدی[2] یار سے
فیصلہ قیمت نے پایا خوب سودا ہو گیا

بسکہ سوزِ عشق سے تیرے جلا اے ماہ‌رو
آبلوں سے دل مرا عقدِ ثریا ہو گیا

عمر بھر داغ جنوں زیب دہ سر دیکھا
شمع ساں میں نے بجز شعلہ نہ افسر دیکھا

نسبت اس کو نہیں کچھ تیری بیاض رخ سے
اے صنم! حسن مہ مصر کا دفتر دیکھا

چینِ گیسو کا جو سودا ہو گیا
مشک اپنا خون سارا ہو گیا

گم ہوئی نیند اس کمر کی یاد میں[3]
اپنا مرغِ خواب عنقا ہو گیا

بخت سیہ ہے ابر پیمبر کی طرح ساتھ
سر سے نہ میرے سایہ ہٹا اس گلیم کا

۱- یہ نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۲- - - - - خریدی آپ سے۔
۳- گم ہوئے اس کی کمر کی یاد میں۔

میں دل نہ دوں کبھی نہ کروں اعتبار زلف
سوگند کھائے مصحفِ رخ کی ہزار زلف

رخ تیرے ستم کرتے ہیں گیسو سے زیادہ
ظالم یہ مسلماں ہیں ہندو سے زیادہ
مارا جو اُن آنکھوں نے تو ہونٹوں نے جلایا
اعجاز کا ہے مرتبہ جادو سے زیادہ
مر مر کے گڑیں دل میں تمنائیں ہزاروں
پہلو ہے مرا گور کے پہلو سے زیادہ

---

۳۷۳ ۔ نصرت ، مرزا محمد جعفر

صاحب دولت و ریاست ، مرزا محمد جعفر تخلص نصرت ولد اچھے صاحب ابن نواب قاسم علی خان بہادر ، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

پان کی لالی سے لب لعلِ بدخشاں ہو گیا
جب ملی مہندی تو پنجہ رشک مرجاں ہو گیا
مصحف رو نے ترے کی منہدم بنیادِ کفر
توڑ کر زنار کو ہندو مسلماں ہو گیا
اس پری نے ہاتھ کی اپنے انگھوٹھی دی جسے
قاف تک مشہور نام اُس کا سلیماں ہو گیا
پان کھا کر آئنہ دیکھا جو اُس محبوب نے
عکسِ لب سے آئنہ لعلِ بدخشاں ہو گیا

حسن پر اپنے نہ کیوں کر یار کو ہووے غرور[1]
اُس پری کا شیفتہ **نصرت** سا انساں ہو گیا

منہ پھیریں گے نہ معرکۂ آسماں سے ہم
یہ تو ہے پیر، بند نہیں ہیں جواں سے ہم

شغل سب چھوٹ گئے ہجر میں تیرے اے جان!
نالہ و آہ رہا شعر و سخن کے بدلے
تیرے کوچے میں ہو، مدفن بھی اگر ہو اپنا
خاک پنڈے پہ ملیں واں کی کفن کے بدلے
حور بھی دے تو نہ لوں ہاتھ سے اپنے **نصرت**
خلد کا سیب ترے سیب ذقن کے بدلے

حیران ذہن و عقل ہے ادراک ذات میں
قاصر زباں بشر کی ہے تیری صفات میں

---

۳۷۴ - منتہی ، مرزا مسیتا

شاعر بامزا ، بازار سخن کا گرم کرنے والا ، مرزا مسیتا تخلص منتہی ، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - یہ اشعار[2] اُس سے یادگار :

غم پھٹکتا نہیں اربابِ صفا کے گھر میں
موت کو دخل نہیں ہے شہدا کے گھر میں
شورشِ ہجر سے جب دم مرا گھبراتا ہے[3]
دشت کو بھاگتا ہوں آگ لگا کے گھر میں

۱- حسن پر کیوں کر نہ اپنے یار کو ہووے غرور۔
۲- شعر۔ ۳- شورش حسن سے . . . .

خاکساروں پہ کرم کرتے ہیں ادنی اعلیٰ
رزقِ مزدور ہے ہر شاہ و گدا کے گھر میں

اس شہِ حسن کو اب کے یہی لکھ بھیجوں گا
بادشہ آتے ہیں اکثر فقرا کے گھر میں

کھینچتی ہے ہوسِ دل مجھے دنیا کی طرف
جھونکتی ہے مجھے تقدیر بلا کے گھر میں

کوچہ یار میں جس دم مرا بستر ہو گا
بوریا جا کے بچھاؤں گا خدا کے گھر میں

آڑ گیا رحم اگر دل سے بتوں کے ، آڑ جائے[1]
عدل و انصاف تو باقی ہے خدا کے گھر میں

ممکن مجھے جو ہو بے ریا ہو
مسند ہو کہ اس میں بوریا ہو

سرکش نہ ہو خاکسار ہرگز
کیا اسپ گلی چراغ پا ہو

ہووے نہ تباہ کشتیٔ دل[2]
وہ بحر کرم جو آشنا ہو

مٹی کر دے جو آپ کو تو
نظروں میں خاک کیمیا ہو

منہ پر کہتا تو ہے خوش آمد[3]
معشوق ہو خوب خوش ادا ہو

کیوں زر پہ مرے نہ اہلِ دنیا
نامرد کو خواہشِ طلا ہو

---

۱ تا ۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اے منتہی بزم یار کا حال[1]
کیا جانیے بعد میرے کیا ہو

غازہ ملا ہے مہندی لگائی ہے یار نے
کیا کیا کھلائے گل چمن روزگار نے

روح رواں بدن سے کہیں کوچ کر گئی
پیدل کا ساتھ چھوڑ دیا ہے سوار نے

پیری میں یاد طفلی و عہد شباب ہے
مشکل میں رفتگاں کو لگا ہوں پکارنے

دی ہے نجات فکر سے دنیا کی موت نے
بخشی ہے عافیت مجھے کنج مزار نے

اے روز وصل یار! کدھر ہے ترا خیال[2]
اندھیر کر رکھا ہے شب انتظار نے

روشن ہوا جو بعد فنا حال بے کسی
رو رو کے صبح کی مری شمع مزار نے

خواہش ہوئی جو سرو چراغان یار کو[3]
کیا کیا دکھائے لطف دل داغ دار نے

معشوق زندگی میں دیا، خلد بعد مرگ
کیا کیا کرم کیے مرے پروردگار نے

---

۳۷۵ ۔ شرف، سید باقر علی عرف آغا حجو

شریف ہر دو طرف، سید باقر علی عرف آغا حجو تخلص شرف۔

(۱ تا ۳) یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

جوان وجیہ ، عالی خاندان ، خوش لہجہ ، ملایم زبان ، گرمیٔ برق اور صفائے بحر اُس کی طبع سے عیاں ، بعد کشمکش رجوع[1] بہ حیدر علی آتش لایا ۔ یہ اشعار اُس بزرگوار سے یادگار :

ہمدرد اُس کو جان کے شور و فغاں سے ہم
کرتے ہیں غم غلط جرسِ کارواں سے ہم
مر مر گئے ترا دہن تنگ دیکھ کر[2]
دل ہم سے تنگ ، تنگ ہوے اپنی جاں سے ہم
خلقِ خدا ہمارے جنازے کے ساتھ ہے
کس دھوم سے عدم کو چلے ہیں جہاں سے ہم
پھر پھر کے دن کو گرد محل ، تھک کے رات کو
پڑ رہتے ہیں لپٹ کے ترے آستاں سے ہم
یہ دم ہے ضیق میں شبِ فرقت سے اے شرف
منہ سے دل و جگر نکل آئے جو کھانسے ہم

سامنا مر کے ہوا گور کی اندھیاری کا
کوئی پرساں نہیں کیا وقت ہے ناچاری کا
روزِ حشر آ کے فرشتوں نے جگایا تو کیا
تم جو چونکاتے تو پھر لطف تھا بیداری کا
ایسے بھی ہوتے ہیں دنیا میں مروت والے
کبھی شکوہ نہ کیا ہم نے دل آزاری کا

۱- . . . رجوع بہ آتش ، یہ اشعار اُس سے یادگار ہیں ۔

۲- نسخۂ انجمن میں اس شعر اور اس کے بعد کے شعر کی جگہ یہ ایک شعر ہے :

مر مر گئے ترا دہن تنگ دیکھ کر
کس دھوم سے عدم کو چلے ہیں جہاں سے ہم

انکھڑیوں سے تری تشبیہہ میں دوں دور از حال
روگ ہے نرگسِ گلزار کو بیماری کا

روئیں گے گور کے مردے بھی مری حالت پر[1]
داغ عیسیٰ کو رہے گا مری بیماری کا

اے **شرف** سوے تنفس ہے [2]خدا کا دم بھر
چونک غفلت سے یہی وقت ہے ہشیاری کا

جہاں تو ہو وہیں اُڑ کر ہوائے تیر میں آئے
دوبارہ دم جو جانِ جاں ترے نخچیر میں آئے

گلے عشاق کٹوائیں ، سلامت تو رہے قاتل
قیامت تک لہو کی بو تری شمشیر میں آئے

مرقع دیکھ کر اپنے مریضانِ محبت کا
جسے اچھا کہو تم جان اس تصویر میں آئے

کسی کو جان سے مارا سسکتا رہ گیا کوئی[3]
نظر قدرت کے کھیل اے ترک تیرے تیر میں آئے

موا ہے تم پہ ، جینے کا نہیں قم قم سے عیسیٰ کے
جو تم ٹھکراؤ تو دم عاشق دل گیر میں آئے

شرف کھانا جو واں کھاؤ تو پانی یاں پیو آ کے
یہ مجھ کو مژدہ یا رب یار کی تحریر میں آئے[4]

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- میں -
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -
۴- یہ مژدہ مجھ کو یارب . . . .

مسیحا تجربہ مردوں سے کرتے اپنی حکمت کا
نہیں ہو گا مداوا تجھ سے بیمار محبت کا

نہ دوں گا اس کے رخسارے سے آئینے کو میں نسبت[1]
یہ شیشہ ہے سکندر کا ، وہ پرکالہ ہے قدرت کا

بیان دردِ دل سن سن کے ہاتھوں سے جگر تھاما
لگی ہچکی انھیں جب ذکر آیا میری رقت کا

ہماری ہٹ بھی رکھ لو، بوسہ دے دو ، گالی پھر دینا
اٹھاؤ ناز تم بھی نازبردارِ محبت کا

چلے آتے ہیں وہ خنجر بہ کف کنجِ شہیداں میں[2]
بلا غم عاشقوں میں ہے یہی دن ہے قیامت کا

حق و ناحق بھی اس عاشق پہ کرتے ہو ستم ، جس کو
نہ سرہنگی کا دعویٰ ہے نہ کچھ بل ہے حمایت کا

دعائیں[3] مانگتا ہوں اے شرف اللہ پہنچا دے
ہوس ہے دل کو حج کی ، عشق مولا کی زیارت

---

۳۷۶ ـ آزاد ، شاہ مرزا

رئیس فیض بنیاد ، شاہ مرزا متخلص[4] بہ آزاد ولد سلطان مرزا ، شاگرد خواجہ آتش ـ من کلامہ :

ہم کو بھی دھیان ہجر کا کیا کیا لگا رہا
تم کو اگر خیال ہمارا لگا رہا

۱- . . . . رخسار کو میں آئینے سے نسبت ـ
۲- یہ اور اس کے بعد کا شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)
۳- دعا میں مانگتا . . . .
۴- تخلص آزاد . . . خواجہ حیدر علی آتش ـ یہ اشعار اس سے یادگار ـ

قاتل تو ایک وار میں دو ٹکڑے کر مجھے[1]
فرق آیا بانکپن میں جو تسما لگا رہا

شب بھر جگایا وعدے نے اس شوخ کے مجھے
اب آئے گا وہ، بس یہی کھٹکا لگا رہا

اقرار کرنے سے انھیں[2] انکار ہی رہا
ایام وصل میں بھی بکھیڑا لگا رہا

تنہا گیا جو سیر کو آموں کے باغ میں[3]
اشکوں کا دونوں آنکھوں سے ٹپکا لگا رہا

مدت کے بعد آج مرے ہاتھ لگ گئے
برسوں تمھاری گھات میں بندا لگا رہا

مشتاق دید سینکڑوں آئے چلے گئے
دن رات کوئے یار میں میلا لگا رہا

حال شب فراق نہ کچھ پوچھیں مجھ سے اب
آزاد کو خیال تمھارا لگا رہا

ناز کے طور اور انداز سخن کے بدلے
مجھ سے تیور ہیں کچھ اس غنچہ دہن کے بدلے

اس سے بہتر نہیں کچھ ہجر میں شغل اے دل زار
نالہ و آہ رہے شعر و سخن کے بدلے

بعد مردن یہ تمنا ہے مری اے دلبر
تیرے ملبوس کا خلعت ہو کفن کے بدلے

یار کے سونے میں کیا خوب بن آئی اپنی
ہم نے چھلے کئی اس رشک چمن کے بدلے

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)　　۲- اُسے -
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

ناوک افگن کوئی مل جائے الٰہی ایسا
آہوے دل کو کرے صید ، ہرن کے بدلے

عیش میرا نہ کبھی دیکھ سکا پیرِ فلک
رنگ چنبر کی طرح چرخ کہن کے بدلے

ہاتھ آ جائے تو میں نعمتِ الواں سمجھوں
نارِ پستان صنم سیب ذقن کے بدلے

ان دنوں صدقے میں اس غنچہ دہن کے آزاد
بلبلیں چھوٹتی ہیں زاغ و زغن کے بدلے

---

۳۷۷ ـ صبا ، میر وزیر

صاحب فکر رسا ، خوش مذاق و نازک ادا ، میر وزیر متخلص بہ صبا ، سادہ گوے معنی بند اور اردوے خاص عام پسند ، شاگرد رشید خواجہ حیدر علی آتش ـ (نقل[1] ایک حکایت کی ضرور ہے کہ میں نے ایک دن ایک دوست سے بر سبیل ذکر پوچھا کہ میر وزیر صاحب علم عروض میں بھی کچھ دخل رکھتے ہیں ؟ انھوں[2] نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنی غزل روبرو میر وزیر صبا کے پڑھی، اس میں ایک شعر تھا کہ تقطیع اُس کی معلوم نہ ہوتی تھی ـ میر صاحب نے کہا کہ یہ شعر ظاہرا ناموزوں معلوم ہوتا ہے ـ اس میں اس نے کہا کہ شعر موزوں ہے ، چنانچہ میر علی اوسط صاحب کو یہ شعر سنایا تھا میں نے ، اگر ناموزوں ہوتا تو وہ اطلاع کر دیتے ـ اس میں کہنے لگے کہ اگر میر علی اوسط صاحب سن چکے ہیں تو موزوں ہے ـ واللہ اعلم ـ) من کلامہ[3] :

۱ـ یہ عبارت نسخۂ انجمن کے صفحہ ۳۷۲ کے حاشیے پر اضافہ ہے (مرتب)

۲ـ اصل میں سہو کتابت سے '' نہیں ''۔ (مرتب)

۳ـ یہ اشعار اُس سے یادگار ـ

رات دن محو تماشائے بتاں رہتا ہے[1]
آئنہ صورتِ چشمِ نگراں رہتا ہے
ہجر کہتے ہیں کسے فرق کہاں رہتا ہے
ہم بھی رہتے ہیں وہیں، یار جہاں رہتا ہے
گھر کے دروازے میں زنجیر لگی رہتی ہے
میری وحشت سے انھیں بھی خفقاں رہتا ہے
نقش برآب ہیں سب تاج و نگیں شاہوں کے
کس کا دنیا میں سدا نام و نشاں رہتا ہے

بغیر ساغر مے احتضار میں گزری
عجب طرح کی قیامت خمار میں گزری
کبھی خزاں میں کبھی نو بہار میں گزری
کب ایک سی چمنِ روزگار میں گزری
جنوں کا داغ لگا، گھر چھٹا، اسیر ہوے
ہزار رنگ کی آفت بہار میں گزری
بتوں کے عشق میں مجھ کو ہلاک کر ڈالا
یہ کیا مشیت پروردگار میں گزری
کدورتوں کے سبب دل رہا تہ و بالا
بسانِ شیشۂ ساعت غبار میں گزری
ضرور تربت مجنوں پہ گل چڑھاؤں گا
جو اب کے خیر سے فصل بہار میں گزری
فلک نے شام ہی سے بھور کر دیا میرا[2]
نہ دو گھڑی بھی شبِ انتظار میں گزری

۱- اس زمین کے چاروں شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

بہارِ عمر دو روزہ پہ جائے غیرت ہے
گلوں پہ کیا چمنِ روزگار میں گزری
صبا نہ کوئی پس مرگ پوچھنے آیا
کہو فرشتوں سے کیوں کر مزار میں گزری

نہ جیب کا ہے نہ دامن کا تار باقی ہے
جنوں کا جوش ہے باقی، بہار باقی ہے
لحد میں بھی طپشِ عشقِ یار باقی ہے
کہ ہڈیوں میں ابھی تک بخار باقی ہے[1]
شبِ فراق میں بچ جائیں گے تو جانیں گے
کچھ اور زندگیِ مستعار باقی ہے
خدا کے واسطے کلمہ بتوں کا پڑھ زاہد!
زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے
ہزار بار قیامت گزر گئی ہم پر[2]
مگر ہنوز شبِ انتظار باقی ہے
جگر کو داغ دیا روح کو ملال دیا
کوئی ستم فلکِ بد شعار باقی ہے؟
سیاق پڑھ کے نہ دنیا کو لوٹ اے بےدرد!
عذاب پرسش روزِ شمار باقی ہے
ہزار حیف اسے بھی فلک مٹا دے گا[3]
کہیں کہیں جو یہ نقش و نگار باقی ہے

۱- دونوں نسخوں میں یہ مصرع اس صورت میں تھا: کہ ہڈیو،
میں اب تک...... یہاں دیوان صبا (غنچۂ آرزو، لکھنؤ ۱۸۶۹ع)
کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)
۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- . . . . مٹائے گا -

ہے ایک سا چمنِ حسنِ یار برسوں سے
خدا کی شان ہے اب تک بہار باقی ہے

مری طرح سے بگڑنا ہے اک دن اس کو بھی
خرابیٔ فلکِ کج مدار باقی ہے

نشان بھی نہ رہے گا مزار کا اپنے
ترا ہی نام مرے کردگار باقی ہے

جہاد نفس بھی ہے اے صباہمیں درپیش
بڑا ہی معرکۂ کارزار باقی ہے

جو عدوے باغ ہو برباد ہو
کوئی ہو، گلچیں ہو یا صیاد ہو

قیدِ مذہب واقعی اک روگ ہے
آدمی کو چاہیے آزاد ہو

کوچۂ جاناں سے مطلب ہے ہمیں
دیر ویراں ہو حرم برباد[1] ہو

بک گئے ہیں آپ تو غیروں کے ہاتھ[2]
بندہ پرور! اب غلام آزاد ہو

سرو قدوں سے اگر پالا پڑے
خوب سیدھا باغ میں شمشاد ہو

میں وہ بلبل ہوں جسے دونوں ہیں ایک
باغ ہو یا خانۂ صیاد ہو

۱- دونوں نسخوں میں ''آباد'' جو سہو کتابت ہے، یہاں ''دیوان صبا'' کے مطابق تصیح کی گئی ہے۔ (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ظاہر و باطن میں اے دل فرق ہو'
بت بغل میں ہو، خدا کی یاد ہو
رنگ لایا ہے لڑکپن آپ کا
نو بہارِ گلشنِ ایجاد ہو
یار اٹھا یوں آٹھیں محشر کو ہم
ہاتھ ہو اور دامن جلاد ہو

آبرو کی جو صفات فقرا سے پیدا
صورت وصل ہوئی ذات خدا سے پیدا
نفس امارہ سے کیوں زیر ہوا جاتا ہے
زور کر روح میں تقلیل غذا سے پیدا
گوش دل سے نہ سنا قافلے میں یوسف نے
تھی زلیخا کی صدا بانگ درا سے پیدا

طوفان یہ اٹھا مری چشمِ پر آب سے
بدلی ہے آفتاب نے ٹوپی حباب سے
زخم کہن نئے ہوئے کیف شراب سے
انگور پھٹ گئے طپش آفتاب سے

دھوم ہے پیرہنِ یار کی بازاروں میں
چٹھیاں پڑتی ہیں یوسف کے خریداروں میں

تری طرف سے دل اے جانِ جاں! اٹھا نہ سکے
بہت ضعیف تھے بارِ گراں اٹھا نہ سکے
حرم کو اس لیے اٹھ کر نہ بت کدے[۲] سے گئے
خدا کہے گا کہ جورِ بتاں اٹھا نہ سکے

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں ''مے کدے'' جو سہو کتابت ہے۔ (مرتب)

آواز صور رکھتے ہیں شور فغاں سے ہم
دبتے نہیں زمیں کی طرح آسماں سے ہم

ہرگز سما سکیں گے نہ میدانِ حشر میں
اتنے گناہ لے کے چلے ہیں جہاں سے ہم

گلشن بھی ہے شراب بھی ہے ابر تر بھی ہے
یادش بخیر یار کو لائیں کہاں سے ہم

یہ جذبِ حسن و عشق ہوا جانبین سے
آخر وہاں سے آپ چلے اور یہاں سے ہم

اللہ رے شوق منزلِ مقصود کا ہمیں
نالوں میں بڑھ گئے جرسِ کارواں سے ہم

جنوں کا ولولہ موقوف ہے سیرِ بیاباں پر
الٰہی پھٹ پڑے سقفِ فلک دیوارِ زنداں پر

تری موجِ تبسم پر خضر کا دم نکلتا ہے
پھرا جاتا ہے پانی آبروئے آبِ حیواں پر

بتانِ سیم بر کا وصل دنیا میں غنیمت ہے
یہ وہ دولت نہیں جو چھوڑیے زاہد کے ایماں پر

برا ہو موت کا جس نے یہ تفرقہ ڈالا
مزار میں مری میت ہے کوئے یار میں روح

---

۳۷۸ - کیف، شیخ فضل احمد

سرشار[1] صہبائے سرمد، شیخ فضل احمد تخلص کیف، کلام اس کا نہایت بامزا، شاگرد میر وزیر صبا - من کلامہ[2]:

۱- اوروں کو اُس پر تاسف وحیف، شیخ . . . .
۲- یہ اشعار اس سے یادگار -

صاف واں سے جواب ہوتا ہے
روز قاصد خراب ہوتا ہے

جسمِ خاکی کو چھوڑتی ہے روح
یہ گھروندا خراب ہوتا ہے

جو ہے مخلوق شان خالق ہے
ایک کا بھی جواب ہوتا ہے

دیکھ کر طفل اشک کو بولے[۱]
ایسا لڑکا خراب ہوتا ہے

پیجیے پیجیے شراب کہیں
دل ہمارا کباب ہوتا ہے

جرم کرتے ہیں جان بوجھ کے لوگ
کیا ہی عہدِ شباب ہوتا ہے

دیکھ کر آہوان چشمِ صنم
زہرۂ شیر آب ہوتا ہے

اے قیامت نہ کر زیادہ شور
عاشقوں سے حساب ہوتا ہے

فاتحہ پڑھ کے رو نہ تربت پر
یار ہم پر عذاب ہوتا ہے

حشر میں کیوں ہجوم ہے اتنا
کیا کوئی بے نقاب ہوتا ہے؟

کیفؔ توبہ کرو محبت سے
نام الفت خراب ہوتا ہے

۱۔ یہ اور اس کے بعد کے تین شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

وہ ہر کھلیں جو میرے دلِ بے مثال کے
رکھیں وہ آئنے سے زیادہ سنبھال کے[1]

کیوں کر رہیں نہ دل کو تصور وصال کے
کچھ پر بندھے نہیں مرے مرغِ خیال کے

سا نہ ہو کہ میری طرح ہو فریفتہ
سینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

وہ ہم نہیں کہ اُف کریں سوزِ فراق سے
منظور ہو تو دیکھ لو دوزخ میں ڈال کے

آنکھیں ہیں اشک بار ہماری گناہ پر
پرنالے بہتے ہیں عرق انفعال کے

باور نہ ہو تو حضرتِ موسیٰ سے پوچھ لو
مشتاق ہم بہت ہیں تمھارے جمال کے

پہلو میں ہے حباب سے نازک دلِ حزیں[2]
رکھنا لحد میں لاش ہماری سنبھال کے

دردِ دل سے حال اپنا طرفہ مضموں ہو گیا
جب کہ دو نالے کیے اک شعر موزوں ہو گیا

زندگانی کی بسر میں نے امید و بیم میں[3]
گاہ خرم ہو گیا میں، گاہ محزوں ہو گیا

تھا بہت مضمون عالی قامتِ دل دار کا
صانعِ قدرت سے اک مطلع میں موزوں ہو گیا

آئنہ ہرگز نہ دکھلانا تھا اُس بے درد کو
اور بھی اُس کو غرورِ حسن افزوں ہو گیا

۱- رکھیں وہ آئنے کی طرح سے سنبھال کے -
۲،۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اپنے اپنے گھر چلو اے مے کشو! مے ہو چکی
شیشے سیدھے ہوگئے، ہر جام واژوں ہو گیا
کیف حلم و بخل دونوں اختیاری امر تھے
کوئی موسیٰ ہو گیا اور کوئی قاروں ہو گیا

منزل ہستی ہے یا مے خانہ ہے
ہر قدم پر لغزش مستانہ ہے
ہے علیٰ قدرِ مراتب سب کو عشق
تھوڑا تھوڑا ہر کوئی دیوانہ ہے
کچھ بہت مغموم آتے ہو نظر
کیف کس بے رحم سے یارانہ ہے

---

۳۷۹ - سیاح ، میر محمد رضا

جوان اور آمادۂ سداد و صلاح ، میر محمد رضا تخلص سیاح، ساکنِ قصبہ بلگرام ، شاگرد[۱] صبا ۔ من کلامہ :

اللہ برا کرے خزاں کا
جمتا نہیں رنگ باغباں کا
تھک گئے دوڑ دوڑ کر ہم
پایا نہ سراغ رفتگاں کا
قصہ کوتاہ کر دیا ہے
ہم نے مجنوں کی داستاں کا
دیکھی ہے کسی کی جب سے صورت
دل کی ہے خبر، نہ ہوش جاں کا

۱۔ شاگرد میر وزیر صبا ۔ یہ اُس سے یادگار ۔

دل میں وہ نگاہ چبھ گئی ہے
مجروح ہوں تیر ہے کہاں کا

مانند غبار رہ گیا ہوں
چھوٹا ہے ساتھ کارواں کا

ہم عاشق گیسوے صنم ہیں
سودا کیسا جنوں کہاں کا

یوں ہی جو رہی یہ آہ و زاری
نقشہ بگڑے گا آسماں کا

سیاح کبھی نہ اس نے پوچھا
رہنے والا ہے تو کہاں کا

---

۳۸۰ - جزا ، میر مہدی حسن

شاعر باصفا ، میر مہدی حسن تخلص جزا ، شاگرد میر وزیر صبا ،
اس سے ما بقی :

گیا موسم گل میں تقوی ہمارا
ہوا رہن بادہ مصلی ہمارا

فرشتے بھی مجنوں کے آئے نہ ہوں گے
کہاں ہم کو لایا ہے سودا ہمارا

نہ ہو جائے تم کو بھی آزار الفت
بہت دیکھتے ہو تماشا ہمارا

تمنا یہی ہے ہمیں ، بعد مردن[1]
گڑے کوے جاناں میں لاشا ہمارا

---

[1] یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

کیا بخت نے شیفتہ جو بتوں پر[1]
جڑا کیا کہیں یہ بھی لکھا ہمارا

ساقی پلا شراب کہ دن ہیں اُمنگ کے
آئی بہار پھول کھلے رنگ رنگ کے[2]

مطلب ہے سانولوں سے نہ کچھ سرخ فام سے[2]
عاشق ہیں ہم تو ایک بت سبز رنگ کے

بے یار ساری بزم کا ناساز ہے مزاج
مطرب پیالے توڑتا ہے جل ترنگ کے

قدرت کے تیری کھیل ہیں اے میرے کردگار
دنیا میں گل کھلائے ہیں کیا رنگ رنگ کے

کہتا ہے کون آپ برابر سلائیے
نیچے پڑے رہیں گے تمھارے پلنگ کے

---

۳۸۱ - فوق ، میر بندہ حسن

سخنوری کا اُسے ذوق و شوق ، میر بندہ حسن تخلص فوق ، شاگرد میر وزیر صبا - من اشعارہ :

روز یاں رہتی ہے اک گردشِ تقدیر نئی
سوجھتی ہے تجھے کیا کیا فلکِ پیر نئی

موسمِ گل میں یہ ہے دستِ جنوں زوروں پر
روز اک میرے لیے بنتی ہے زنجیر نئی

دیکھ نیا کے مرقع کو ذرا او مانی !
ایک سے ایک نظر آتی ہے تصویر نئی

۱- کیا شیفتہ بخت نے جو بتوں پر -
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

گفتگو ایسی کہاں کرتے تھے آگے اے جان!
اب نکلنے لگی ہر بات میں تقریر نئی

صحت نہ پائیں گے تپِ عشقِ بتاں سے ہم
کرتے ہیں کوئی دم میں سفر اس جہاں سے ہم
غفلت میں ساری عمر ہماری گزر گئی
چونکے ہزار حیف نہ خوابِ گراں سے ہم
اس لالہ رو کا وصل نہ اک دن ہوا نصیب
یہ داغ لے کے جاتے ہیں باغِ جہاں سے ہم
پھولے نہیں سماتے ہیں جامے میں مثلِ گل[1]
نامِ بہار سنتے ہیں جب باغباں سے ہم
اے **فوق** یہ ارادہ ہمارا ہے آج کل
جائیں طوافِ کعبہ کو ہندوستاں سے ہم

کیا دل مرا ہو آپ کے اے جانِ جاں پسند
مفلس کا مال کرتے ہیں سلطاں کہاں پسند
جب روح قصرِ تن سے ہمارے نکل گئی[2]
سمجھے یہ ہم مکیں کو نہ آیا مکاں پسند
اللہ رے مزاج سگِ کوئے یار کا
آتے نہیں ہمارے اسے استخواں پسند
یوں تو ہزار گل ہیں چمن میں بھرے ہوئے
گل ہے وہی کہ جس کو کرے باغباں پسند

۱- یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- جب قصر تن سے روح ہماری نکل گئی -

جوبن دکھائے لاکھ یہ دنیائے پیر زال
کرتے ہیں کب بھلا آپ ہم سے جوان پسند

زاہد کو کیا میں کہہ دوں خدا کے بھی روبرو!
مجھ رند کو ہے مذہبِ پیرِ مغاں پسند

اے عندلیب نالے میں اتنا اثر تو ہو
بے اختیار ہو کے کرے باغباں پسند

اشعار سن کے بزم میں کہتے ہیں سامعین
اے فوق کیا ہمیں ہے تمھاری زباں پسند

۳۸۲ - شمیم ، امراؤ مرزا

سپاہ پیشہ اور حلیم ، امراؤ مرزا تخلص شمیم (جوان خوش رو ، نیک خو) شاگرد میر وزیر صبا۔ یہ اشعار اُس سے یادگار (ہیں) :

واقعی اس ستم ایجاد سے لڑکا کیا ہے
ظلم کرنے میں فلک تجھ کو سلیقا کیا ہے

عشق جب کرنے پہ آئے تو ہزاروں معشوق
اور لاکھوں ہیں حسیں آپ میں ایسا کیا ہے

اپنے کوچے سے مرا لاشہ نہ پھکوا قاتل!
ایک کونے میں پڑا ہے ترا لیتا کیا ہے

جان دے اُس پہ کہ جو مہر و وفا رکھتا ہو
اے شمیم! ایسے ستم گار پہ مرنا کیا ہے

اشک باری[2] گر تجھے مد نظر ہو جائے گی
غرق کشتیِ[1] فلک اے چشم تر ہو جائے گی

۱- یہ اور اس کے بعد کا شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''اشک بار'' ۔ (مرتب)

رات دن کوٹھے پہ چڑھ چڑھ کر نہ تم بیٹھا کرو
بند گردوں پر رہِ شمس و قمر ہو جائے گی
ہو چکی آزردگی آؤ گھڑی بھر سو رہیں
رات کم باقی ہے اے جاں! پھر سحر ہو جائے گی
عازمِ شہرِ بتاں جس دم ہوئے ہم اے شمیم!
غازۂ روئے بتاں گردِ سفر ہو جائے گی

قیامت زا بیاں ہے آتشِ غم کی کہانی کا
جہنم اک شرارا ہے مرے سوزِ نہانی کا
کیا معدوم ہم کو لاغری نے ہجرِ جاناں میں
بجا ہے اب اگر دعویٰ کریں ہم لن ترانی کا
قناعت کے مزے نے سیر رکھا عمر بھر ہم کو
رہا خوانِ توکل پر طریقہ میہمانی کا
شمیم خستہ دل نے زمزمہ جس دم کیا جا کر
ہوا دم بند کیا کیا طائرانِ بوستانی کا

ظلم کا رنگ ابھی ہاتھ میں قاتل ہو جائے
خون میرا جو حنا میں تری شامل ہو جائے

ترے فراق میں جب آہ آہ کرتے ہیں
خدا کو اے بتِ کافر گواہ کرتے ہیں

---

۳۸۳ - عدم ، واجد علی خاں

شیریں[1] زبان ، خوش قلم ، واجد علی خان متخلص بہ عدم ، شاگرد میر وزیر صبا[2] - من کلامہ[3] :

حور کو دیکھیں نہ اُس غنچہ دہن کے بدلے
سیبِ جنت کو نہ لیں سیبِ ذقن کے بدلے

مست ہوں ، بعدِ فنا غسل مے[5] ناب سے ہو
ساقی انگور کے پتے ہوں کفن کے بدلے

تو وہ ظالم ہے جو سر کاٹ کے دے دوں تجھ کو[4]
گالیاں دے مرے مردے کو کفن کے بدلے

اے عدم ! پیر ہوئے لطفِ جوانی نہ رہا
گھر میں اب بیٹھ رہو سیر چمن کے بدلے

ستم گر ہیں جفا جو ہیں بہت بیداد کرتے ہیں
حسینوں نے وہ سیکھا ہے کہ جو جلاد کرتے ہیں

دیا ہے قتل کرنے کا جو حکم اس شاہِ خوباں نے
تاسف نوجوانی پر مری جلاد کرتے ہیں

خداوندا کہیں ناپید ایامِ جدائی ہوں[5]
ہم ان کو یاد کرتے ہیں ، وہ ہم کو یاد کرتے ہیں

خدا کے واسطے اب دل اُٹھا دنیا کے رہنے سے
عدم تجھ کو عدم کے رہنے والے یاد کرتے ہیں

۱- مجمع لطف و کرم ، واجد . . . . تخلص عدم . . . .
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''ضیا'' - (مرتب)
۳- یہ اُس سے یادگار -
۴- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب) ۵- ہو -

۳۸۴ ـ وصف، میر محمود علی

صاحبِ مذاق، مہذب الاخلاق، شمع شبستان دوستی، میر محمود علی[1] ـ آشنا پرست و نیک خو، ساکن کانہہ پور [کان‌پور]، وارد لکھنٔو، تخلص وصف، شاگرد میر وزیر صبا ـ یہ اشعار اس سے یادگار :

مذہب اپنا عشق میں رندانہ ہے
ایک سا یاں کعبہ و بت خانہ ہے

رات آئی ہے کدھر پیمانہ ہے
ساقیا کیوں گل چراغِ خانہ ہے

چودہویں کا چاند ہے وہ ماہ رو
شام سے روشن مرا کاشانہ ہے

زلفِ جاناں ہے جو دستِ غیر میں
دل مرا صد چاک مثلِ شانہ ہے

حال میرا سن کے فرماتے ہیں وہ
داستاں ہے، قصہ ہے، افسانہ ہے

غم نہ کھانا، جان دینا ہجر میں
وصف یہ بھی ہمتِ مردانہ ہے

مر مر گئے فراق میں حالت تباہ کی
صورت نہ نکلی اس سے کوئی رسم و راہ کی

اللہ رے خلش ترے تیرِ نگاہ کی
ہر دل سے آ رہی ہے صدا واہ واہ کی

۱- . . . علی، تخلص وصف، آشنا پرست و نیک خو، ساکن کانہہ پور، وارد لکھنؤ، شاگرد . . .

اس سنگ دل کے دل میں ذرا بھی نہ راہ کی
تاثیر ہم نے دیکھ لی اس اپنی چاہ کی
انساں کو خوفِ نامہ اعمال چاہیے
پرسش ضرور ہوتی ہے اک دن گناہ کی
کیسا ہمارے طائرِ دل کو کیا شکار
کیا بات ہے حضور کے تیرِ نگاہ کی
اے **وصف** ہم کو اپنی شفاعت کی فکر کیا
امت ہیں ہم جنابِ رسالت پناہ کی

---

۳۸۵ - وحید ، سرفراز علی خاں[1]

سخنور[2] خوش بیان ، سرفراز علی خاں ، ساکن مہان ، [موہان]
تخلص وحید ، میر وزیر صبا کے شاگرد رشید ۔ من کلامہ :

افعی گیسوے جاناں سے خطر ہو کہ نہ ہو
جس کا منتر نہ ہو اُس کالے سے ڈر ہو کہ نہ ہو
عشق ابرو ہے ہمیں خال سے کچھ کام نہیں
مرد تلوار ہی رکھتے ہیں سپر ہو کہ نہ ہو
صبح تک فرقتِ دلبر میں بچیں یا نہ بچیں[3]
شب بسر ہو کہ نہ ہو، دیکھیں سحر ہو کہ نہ ہو

۱- نسخہ انجمن میں ترجمہ وحید ، ترجمہ قدر کے بعد اور ترجمہ ازل سے پہلے ہے - (مرتب)
۲- خوش بیان . . . . صبا کا شاگرد رشید - یہ کلام اس سے یادگار ہے
۳- . . . . میں جئیں یا نہ جئیں -

ناز بے جا نہ اٹھیں ہیں نہ اٹھیں گے ہم سے[1]
اس میں اے جان توجہ کی نظر ہو کہ نہ ہو

اے **وحید** الفتِ جاناں میں نہ دم بھر چپ ہو
نالے کرنا تجھے لازم ہے اثر ہو کہ نہ ہو

بیڑیاں دہری بھری جائیں مرے پاؤں میں
ایڑیوں تک جو تری زلف معنبر چھوٹے

الفتِ یار نے کیا تفرقہ پردازی کی
دوست سے دوست برادر سے برادر چھوٹے

جان ہم دے کے ترے دام الم سے نکلے
سستے چھوٹے جو ترے ہاتھ سے مر کر چھوٹے

---

۳۸۶ - ازل ، آغا حسن

خوش کردار ، نیک عمل ، آغا حسن تخلص ازل ، شاگرد میر وزیر صبا ۔ من اشعارہ :

اپنی صورت ہمیں کاہے کو دکھائیں گے بھلا
ناز سے منہ کو دوپٹے سے[2] چھپانے والے

غل شبِ وصل میں کیوں کرتے ہیں مرغان سحر
کون ہوتے ہیں یہ پچھلے سے جگانے والے

ایک دن تو مرے پہلو میں سلا دے اس کو
اے غریبوں کے سدا ناز اٹھانے والے

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن نہیں میں ۔ (مرتب)

۲- میں ۔

پھر کے دیکھیں نہ کبھی کوئی مرے یا کہ جیے
کیسے بے رحم ہیں منہ پھیر کے جانے والے
کون آئے گا جنازے پہ پس مرگ ازل
کاندھے دے جائیں گے تابوت اٹھانے والے

---

۳۸۷ - قدر ، میر نصیر الدین[1]

مرد خوش آئین ، میر نصیر الدین تخلص قدر ، مقیم کانھہ پور [کان پور] ، شاگرد[2] میر وزیر صبا :

کافر ہو نہ جس کی[3] یہ دعا ہو
اللہ نہ کوئی بت خدا[4] ہو

شوخی سے وہ پوچھتے ہیں مجھ سے
بتلاؤ تو کس کے مبتلا ہو

روئے روشن پہ یوں ہیں زلفیں
جس طرح سے چاند پر گھٹا ہو

باز آؤ بتوں کی دوستی سے
توبہ کرو بندۂ خدا ہو

ایسا نہیں کوئی طائر روح
جو دام سے عشق کے بچا ہو

ہے قدر کی یہ دعا شب قدر[5]
ہر شب مرے پاس مہ لقا ہو

۱- نسخۂ انجمن میں ترجمۂ قدر ، ترجمۂ وصف کے بعد اور ترجمۂ وحید سے پہلے ہے - (مرتب)
۲- شاگرد صبا ، من کلامہ -
۳- کو -
۴- جدا -
۵- شب و روز -

۳۸۸ - سرور ، ولایت حسین[1]

جوان با شعور ، ولایت حسین تخلص سرور ، پسر محمد جعفر مخمور، ابتدا میں دردی کش اپنے پدر کا تھا ، جب دور اس کا تمام ہوا یہ ناتمام (کیفیت شعر سے) میر کاو عرش کے دور میں شریک ہوا[2] ۔ اب اس کے شرارۂ سخن سے روشن کہ اخگر مجمر خواجہ حیدر علی آتش کا ہے ۔ مصرع حافظ شیراز کا اُس کے مطابق حال ہے ، مصرع :

این بحث با ثلاثہ غسالہ می رود

یہ شعر اُس سے یادگار :

مجھے غربت میں یاد آیا جو اس بت کا بدن دہرا
دل بے صبر کو ہونے لگا رنج و محن دہرا

پس مردن بھی خوفِ پنجہ وحشت رہا ایسا
پنھایا دوستوں نے میرے لاشے کو کفن دہرا

دلِ عشاق پر صدمہ ہر اک ٹھوکر سے ہوتا ہے
میانِ رقص گاتا ہے جو وہ رشک چمن دہرا

مہیا بزمِ مے نوشی ہے گر وہ ترک بھی آوے
ہمارے دل کو حاصل ہووے لطفِ انجمن دہرا

نکلتا ہے نہ اقرار اور نہ انکار اے سرور اس میں
سوالِ وصل میں کہتا ہے وہ ایسا سخن دہرا

اشک سے طوفان برپا ہو گیا
قطرۂ ناچیز دریا ہو گیا

۱- نسخۂ پٹنہ میں ترجمۂ قدر حاشیے پر لکھا گیا ہے ۔ (مرتب)
۲- رہا ۔

قد ترا فتنہ تھا ہنگام خرام
فتنے سے اک فتنہ برپا ہو گیا

شہرہ ہے اب اُس لب جاں بخش کا[1]
دورۂ عہد مسیحا ہو گیا

شیریں طوائف کی طرح میں یہ مقطع اُس کا بہتوں کو ناگوار گزرا :

فرہاد اپنے وقت کا ہوں میں بھی اے سرور
شیریں کو دیکھتا ہوں محبت کی آنکھ سے

---

۳۸۹ ۔ سخن ، لاله رام دیال

حریص ہنر و فن ، لالہ رام دیال تخلص سخن ، ہندی گو ، فارسی خواں ، ایک کا دوسرے سے زیاں ۔ باوجودیکہ پیشہ اس کا گھڑی سازی کا ہے ، صحبت (اس کی) کسی سے کوک نہیں ۔ اللہ یار خان سحاب کے مشاعرے میں "نظارہ ہو گیا" کے مقابل میں "نعرہ ہو گیا" اس نے پڑھا تھا ، مرزا محمد رضا برق[2] آج تک اُس کا ذکر بیان فرماتے ہیں ، (بلکہ تمام ہنود اُن کی نظر سے گرے ہوئے ہیں ۔ دو چار شاگرد کہ نہایت محبت سے اُس نے بہم پہنچائے تھے ، حریفوں نے تقسیم کر لیے ۔ چنانچہ ذکر اُس کا موجی رام کے احوال میں ہو گیا ہے اور بسبب کسب نجاری کے آپ کو خاقانی سمجھتا ہے) ۔ قصہ کوتاہ فارسی میں تلمذ اُس کو ملا علی اکبر شیرازی سے اور ہندی میں خواجہ حیدر علی آتش سے ۔ من کلامہ[3] :

۱- شہرہ ہے اس کے لب جاں بخش کا ۔

۲- . . . برق اکثر وہ ذکر . . . .

۳- یہ اشعار اُس سے یادگار ہیں ۔

ملتے ہو غیروں سے اب میرا بلانا کیسا
پھیر لی آنکھ تو پھر آنکھ ملانا[1] کیسا

جب کہ بے پردہ ہوئے مجھ سے تو کیسا یہ حجاب
منہ دکھا کر کے دوپٹے میں چھپانا کیسا

خون روتا ہوں میں، گل رو ہیں ترے گرد کھڑے
رنگ لایا ہے مرا اشک بہانا کیسا

حلقۂ گیسوے خم دار سے بل کرتا ہے
سر چڑھا یار تری زلف کے شانا کیسا

ہجر جاناں میں جو گریاں دیدۂ بے خواب ہو
ایک دم میں مزرعۂ خشک جہاں سیراب ہو

گر لب دریا قدم رکھے کبھی وہ ماہ رو
غیرتِ مہرِ فلک ہر حلقۂ گرداب ہو

گر ترے روئے عرق آلودہ کی دیکھے چمک
شرم سے آئینۂ مہرِ منور آب ہو

کشتیٔ گردونِ گرداں ٹکڑے ٹکڑے ہو ابھی
جوش زن جس دم ہماری چشم کا سیلاب ہو

جس کو دیکھا ستمِ چرخ سے پُر غم دیکھا
ہم نے عالم میں نہ کوئی دلِ خرم دیکھا

خون رلایا مجھے اے یار تصور نے ترے
بلبل و گل کو کبھی میں نے جو باہم دیکھا

اٹھ گیا محفلِ خوباں سے جو وہ عیسیٰ دم
ہم نے ہر آئنہ رخسار کو بے دم دیکھا

۱- لڑانا۔

کیوں نہ میں محفلِ عالم کو کہوں غم خانہ[1]
ہر طرف میں نے یہاں حلقۂ ماتم دیکھا

میں وہ مجنوں ہوں کہ عالم نے مرے بعدِ فنا
رات دن خانۂ زنجیر میں ماتم دیکھا

کیوں نہ میں فرقت دلدار میں نالاں ہوں سخن
اپنے بالیں پہ نہ میں نے کوئی ہمدم دیکھا

دم ہر اک بلبل کا پھڑکا ہے تری تقریر پر
عاشقِ شیدا ہوا ہر گل تری تصویر پر

برق آتش بار میرے خرمنِ دل پر گری[2]
جب نگاہِ خشم ڈالی اس نے مجھ دل گیر پر

اس کے کوچے کے گدا ہوں کیوں نہ مستغنی مزاج[3]
خاک پائے یار رکھتی ہے شرف اکسیر پر

بے کلی ہم کو اڑا لے جائے ہے دلدار تک
شوق دل سے رکھتے ہیں ہم عاشق دل گیر ، پر

صورت ناقوس کرتا ہوں میں نالے رات دن[4]
پڑ گئی ہے آنکھ جب سے اس بتِ بے پیر پر

غافلو ! اک روز دنیا سے سفر ہو جائے گا
دل لگاتے ہو عبث تم قصر کی تعمیر پر

کیوں نہ دم پھڑکے ہمارا تیرے نالوں پر صنم[5]
ہو گئے قربان طوطی بھی تری تقریر پر

۱تا۵- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

دیکھیے کس کس کا خوں ہو مقتلِ عشاق میں
ہاتھ اس قاتل نے رکھا قبضۂ شمشیر پر

---

۳۹۰ - نمود ، میر مہدی حسن

شعر اُس کے ملاحت آلود ، جوان صبیح ، میر مہدی حسن تخلص نمود ، شاگرد آتش - یہ شعر اُس سے یادگار :

صدمے کہاں حضور کو میرے ملال کے
چھینٹا نہ دیجے آنکھ سے آنسو نکال کے

زینے نہ طے ہوئے ترے بامِ وصال کے
تھک تھک گئے ہیں پاؤں ہمارے خیال کے

تیور جو پائے چشم بت بے مثال کے
دیوانے ہم تو ہو گئے چشمِ غزال کے

اے جان ! اب صفائی کی باتیں نہ کیجیے
دل میں مرے پہاڑ ہیں گردِ ملال کے

بعدِ فنا بھی چرخ نے راحت نہ دی مجھے
پھینکا زمین سے مرا مردہ نکال کے

اس سرو قد نے ہم سے نہ ملوائیں چھاتیاں
افسوس ہاتھ آئے نہ پھول اس نہال کے

کچھ منہ سے تم کہو نہ کہو ہم سمجھ گئے
اے جان ! چھپتے ہی[۲] نہیں تیور ملال کے

۱- شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - یہ کلام اس کا یادگار -
۲- ہیں -

لازم ہے اپنی لاش گڑے کوہ طور پر
مارے ہوئے ہیں ہم تری برق جمال کے

نقشہ نہ جب کھنچا خم ابروے یار کا¹
بہزاد نے بنا دیے نقشے ہلال کے

کیا میں شب فراق کی حالت بیاں کروں²
رہ رہ گیا ہوں ہاتھوں سے دل کو سنبھال کے

آنکھیں بچھی ہیں راہ میں ہر اہل دید کی
رکھیے قدم زمیں پہ ذرا دیکھ بھال کے

کیا چیز مال و زر ہے اگر وہ طلب کریں³
ہم جان تک بھی دیتے ہیں بدلے وصال کے

آتا ہے جب کہ آبروے حشر کا خیال
طوفان اٹھتے ہیں عرق انفعال کے

کس کا گدائے در ہے شب و روز آسماں⁴
خورشید و ماہ دونوں ہیں کاسے سوال کے

تیر غم فراق نے غربال کر دیا⁵
دکھلاؤں کس کو اپنا کلیجہ نکال کے

تیری زبان گالیاں دینے سے بڑھ گئی
یہ تیغ تیز ہو گئی جوہر نکال کے

طول شب فراق سے گبھرا نہ اے نمود
آثار ہوتے جاتے ہیں روز وصال کے

۱تا۵۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳۹۱ - اعظم ، میر اعظم شاہ

سخن وروں میں علم ، میر اعظم شاہ تخلص اعظم ، شاگرد خواجہ[1] حیدر علی آتش - پیش ازیں میر موصوف بادشاہ کے مجرائیوں میں تھے ، حسب الارشاد حضرت اقدس و اعلیٰ تاریخ میں حقہ "بہار محفل" کی[2] یہ مطلع کہا تھا ، نہایت پسند ہوا :

زہے محبوب دم سازے بسے با لطف و سامانے
بہار محفل و عیسی دمے ، داؤد الحانے[3]

۱۲۵۵ھ

(ان روزوں میں کلکٹری فوج بادشاہ ان سے متعلق ہے -)

من کلامہ[4] :

عالم مطیع ابروے خم‌دار نے کیا
قبضہ جہاں پر تری تلوار نے کیا

آزردہ دل کو رات کی تکرار نے کیا[5]
بےلطف کیا مجھے ترے انکار نے کیا

ناکارہ جنس تھا وہ میں بازارِ دہر میں[6]
افسوس مجھ کو لے کے خریدار نے کیا

۱- خواجہ آتش -
۲- . . . . کی یہ مطلع کہا ، نہایت . . . .
۳- دونوں مصرعوں کے اعداد جمع کرنے سے تاریخ نکلتی ہے ۔ (مرتب)
۴- یہ اشعار یادگار -
۵- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۶- ناکارہ جنس وہ تھا میں . . . .

دیکھا تو خاکسار کا رتبہ بلند ہے
دریا ہے پست ساحلِ دریا بلند ہے

پامال ہوئی ہر کسی مغرور کی مٹی
قدموں کے تلے ہے سر فغفور کی مٹی

بو تل شب فراق میں افعی[1] سے کم نہیں
مے زہر ہے مجھے ، دہنِ مار جام ہے

دو ہیں طریق کافر و دیں‌دار کے لیے
رشتہ ہے ایک سبحہ و زنار کے لیے
اپنے محل کے نیچے بنایا مرا مزار
یہ پشتہ خوب ہے تری دیوار کے لیے
اس پر اگر وہ رشکِ سلیماں سوار ہو
پریاں کہاریاں ہوں ہوادار کے لیے
ہوگا فشار قبر میں اس کو بھی لا کلام
کام آئے گی زمیں نہ زمیندار کے لیے
افشاں ضرور چاہیے گیسو یہ یار کے[2]
ہوں چتیاں سپید سیہ مار کے لیے

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''ابرو'' بجائے ''افعی''۔ (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

کیوں کر نہ اُس کو تیغ سے تشبیہ دیجیے
ابرو سے کام یار نے تلوار کے لیے

سر میں سودا یار کی زلفِ سیہ کا جب سے ہے[1]
باندھتا ہوں اپنی پگڑی میں میں توڑا سانپ کا[2]

گیسوے مشکیں سدا رہتے ہیں اس کے کان تک
آگے بالی سے نہیں بڑھتا یہ جوڑا سانپ کا

ایک گیسو کو منڈایا ہے تو اس کو بھی منڈا
کاٹتا ہے پیچ کر[3] اے بے باک جوڑا سانپ کا

گل اس بغیر زخم ہے تیرِ خدنگ[4] کا
بلبل کی ہر صدا ہے گلولہ[5] تفنگ کا

دامن تک اُس کے ہاتھ نہ پہنچا ہزار حیف
نکلا نہ حوصلہ مرے دل کی امنگ کا

ابرو کماں ہے ، تیغ نگہ ، تیر ہے مژہ
سب اُس کے پاس لیس ہے سامان جنگ کا

داغوں کو میرے مرہمِ زنگار چاہیے
اعظم میں سوختہ ہوں کسی سبز رنگ کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔(مرتب)
۲- نسخۂ پٹنہ میں حاشیۂ مصنف : معلوم ہوتا ہے جس پلٹن کے وہ سالار ہیں ، اس کا لقب "توڑا" ہے ۔
۳- کے ۔
۴- نسخۂ پٹنہ میں "تفنگ" جو سہو کتابت ہے ۔ (مرتب)
۵- گلیلہ ۔

واعظ کریں گے کیوں نہ مذمت شراب کی
اندھوں کے آگے قدر نہیں آفتاب کی

مستغنی دو جہاں سے ہوں کیا مجھ کو چاہیے
تو ہے بغل میں، ہاتھ میں بوتل شراب کی

فرہاد کوہ پر تو میں جنگل میں مر گیا[1]
کس کس کی تو نے عشق نہ مٹی خراب کی

اعظم فشارِ قبر سے کچھ مجھ کو غم نہیں
ایمان میرا دوستی ہے بوتراب کی

منکر وہ ہوں گے حشر میں کیا قتل سے مرے
ضر ہمارے خون کا خطِ جبیں ہوا

جو ایک سے دبا وہ دبا دوسرے سے بھی
زیرِ فلک جو آیا وہ زیرِ زمیں ہوا

بوسے میں لب کے ذائقہ شہد جو ملا[2]
چھتے کا خط یار پہ مجھ کو یقیں ہوا

---

۳۹۲ - نور الدین، مرزا

وارث تاج و نگیں، شاہزادہ عالی[3] تبار، مرزا نور الدین، تخلص اسم مبارک - پہلے سخن ان کا گوہر گوش میر مظفر حسین ضمیر کا

۱- یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- عالی گہر -

تھا ، اب ساعت اس کی خواجہ[1] حیدر علی آتش پر مقرر ۔ من کلامہ :

انسان چلے وہ چال جو ہووے جہاں پسند
مہماں سے ہو وہ کار جو ہو میزباں پسند
کجکول و بوریا کے سوا مجھ فقیر کو
نے تخت ہے نہ افسر نوشیرواں پسند
آیا ہما بھی اور سگِ جاناں بھی لاش پر
دیکھیں ہمارے کرتا ہے کون استخواں پسند
للہ کربلا میں بلا بھیجیے اسے
ہے تیرا نور دیں کو شہا آستاں پسند

---

۳۹۳ - حیدر ، مرزا

رشک دارا ، فخر سکندر ، شاہزادہ[2] عالی گہر ، مرزا حیدر (تخلص نام نامی) ۔ پہلے توجہ ان کی میر ضمیر کی طرف تھی ، اب[3] خواجہ صاحب کی جانب ۔ یہ اشعار اس[4] عالی مقدار سے یادگار :

بلبل نہیں ہوں میں جو کروں بوستاں پسند
عاشق ہوں مجھ کو یار کا ہے آستاں پسند
مردوں کو ہے ساعتِ مردانگی ضرور
حمزہ کی اہلِ رزم کو ہے داستاں پسند

۱- . . . خواجہ آتش پر مقرر ۔ من کلام معجز نظام ۔

۲- . . . . شہزادہ فرخندہ سیر ، مرزا . . . .

۳- اب آتش کی . . . .

۴- . . . . اس بزرگوار سے یادگار ہیں ۔

اے چرخ طعمۂ سگِ جاناں تو ہوئیں گے
گو گور کو ہوئے نہ مرے استخواں پسند
دیکھے جو میرے سینۂ پر داغ کا چمن
ہووے نہ عندلیب کو پھر بوستاں پسند
مرغِ قفس کو روز سنگھاتا ہے بوئے گل
ہم کو نسیمِ صبح کا ہے کارواں پسند
حیدر! یہاں سے چلیے جہانگیر ہوجیے
گر عزم ہے نہ کیجیے ہندوستاں پسند

---

۳۹۴ ۔ ہمایوں ، مرزا ہمایوں بخت

زینتِ تاج و تخت ، شاہزادۂ عالی مرتبت ، (وارثِ مسندِ خلافت) مرزا ہمایوں بخت ۔ حال آں کا نیز بدستور ۔ من کلامہ[1] :

ہم درد کا ہے باغ میں سب کو بیاں پسند
بلبل کی ہے چمن میں مجھے داستاں پسند
کیوں کر رکاب چھوڑ دوں اس شہہ سوار کی
مجھ کو سمندِ ناز کی ہیں شوخیاں پسند
آندھی ہیں آپ خرمن ہستی جلاتے ہیں
زیور میں اس لیے ہیں مجھے بجلیاں پسند
اس بادشاہِ حسن کا کشتہ ہوں اے فلک
اغلب ہے ہوں ہما کو مرے استخواں پسند
میں عندلیب ہوں چمنِ حسنِ یار کا
کیا مجھ کو باغباں ہو ترا بوستاں پسند

۱۔ یہ اشعار اس سے یادگار ۔

اس بحر میں تو بادِ مخالف مراد ہے
کشتیٔ دل کو آہ کا ہے بادباں پسند

نام آوری کا پاس ہمایوں رہے[1] ضرور
وہ کام کیجیو کہ جو ہووے جہاں پسند

---

۳۹۵ - ظفر ، شیخ ظفر علی

خوش تقریر ، نیکو سخن ور ، شیخ ظفر علی تخلص ظفر ولد شیخ کرامت علی - دیوان اپنا اُس نے میر مظفر علی اسیر کی توجہ سے تیار کیا - آخر[2] میں خواجہ حیدر علی آتش کا شاگرد ہوا - یہ اشعار اُس سے یادگار :

یا ہم تھے یا رقیب ہوا یار آپ کا
پہلو نشیں ہے گل کی جگہ خار آپ کا

پروا نہیں جو گھر میں خدائی ہے آپ کے
بندہ تو اب نہیں ہے خریدار آپ کا

دانتوں میں وہ چمک نہیں آئینہ دیکھ لو
جھوٹا اب تو ہر در شہوار آپ کا

باقی لبوں میں معجزِ عیسیٰ نہیں رہا
کس کو غرض ہے کون ہو بیمار آپ کا

غیروں سے مل کے ہم سے بھی ملنے کا ہے پیام
خوش ہے مزاج اے بت عیار آپ کا

۱- . . . ہمایوں ضرور ہے -
۲- اور آخر میں شاگرد خواجہ آتش کا ہوا -

یا چشمِ آفتاب کو تابِ نظر نہ تھی[1]
یا شپرہ ہے طالبِ دیدار آپ کا
سجدہ کبھی ظفر نہ کرے اس طرف کو اب
کعبہ ہے آستاں اگر اے یار آپ کا

---

۳۹۶ - یوسف ، یوسف خاں

خوش[2] تقریر شیریں بیاں ، یوسف خاں تخلص یوسف ، شاگرد (خواجہ حیدر علی) آتش - من کلامہ[3] :

شبِ وصلت کی سحر جب کہ نمایاں ہو گی
تن[4] جدا جان سے اور تن سے جدا جاں ہو گی
چشمِ[5] جانانہ کا صحرا میں جو آئے گا خیال
کشتِ دل اپنی چراگاہِ غزالاں ہو گی
روشنی کون سے دن دیکھے گا وہ جانِ جہاں
چربی کس روز[6] مری صرفِ چراغاں ہو گی
سیرِ گلزار سے افزوں اسے سودا ہو گا
راس دل کو نہ ہوائے چمنستاں ہو گی
دلِ[7] یوسف سے نہ جائے گا خیالِ خوباں
یہ حویلی نہ کبھی دیکھنا ویراں ہو گی

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- عزیز اہل جہاں ، یوسف . . . -
۳- شیرین زبان ، یہ اشعار اس کے گرمیٔ بازار -
۴،۵- کاتب کی غلطی سے یہ دونوں مصرعے نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۶- رات -
۷- دل سے یوسف کے نہ . . .

(جنوں انگیز چلتی ہے ہوا ہر وقت گلشن میں
گریباں موسمِ گل میں نہیں، پھانسی ہے گردن میں
نہ عاشق ہوں کسی کی زلف پیچاں کا نہ سودائی
عبث حداد نے جکڑا مجھے زنجیرِ آہن میں
شکایت تیرے خنجر کی کروں گا حشر تک قاتل
رہا تسمہ اگر باقی ذرا بھی میری گردن میں
نہیں کچھ احتیاجِ روشنیٔ شمعِ کافوری
چراغِ داغِ دل جلتا ہے میرے خانۂ تن میں
وہی کاوش چلی جاتی ہے گلچیں کی عنادل سے
خزاں میں بھی بھرے ہیں خار لا لا کر نشیمن میں
ترقی اپنے اپنے دین کو دیتے ہیں سب یوسف
یہی جھگڑا رہے گا حشر تک شیخ و برہمن میں

نہیں ہے سبزۂ خط عارضِ گل رنگِ جاناں پر
چڑھائی ہے سپاہِ مور کی ملکِ سلیماں پر
دلِ نالاں ہوا عاشق قدِ دل جوئے جاناں پر
بنایا فاختہ نے آشیاں سروِ گلستاں پر

رنگِ رخ ہے گلاب کی مانند
زلفیں ہیں مشکِ ناب کی مانند
ناف گرداب، سینہ دریا ہے
چھاتیاں ہیں حباب کی مانند)

---

۳۹۷ - اصغر ، علی اصغر خاں

مرد[1] با شوکت و فر، نیکو شاعر، خوش سخن ور ، علی اصغر خان تخلص اصغر ، عزیز ترین ظہیر الدولہ نواب محمد یحییٰ خان بہادر ، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - یہ اشعار اس سے یادگار:

تشنہ لب ہوں مے سرجوش پلا دے ساقی
لبِ ساغر کو مرے لب سے ملا دے ساقی

سر جھکاتا ہوں ترے پاؤں پہ بس دیر نہ کر
گردنِ شیشہ مری سمت جھکا دے ساقی

باد میں رندوں کی ہوتی ہے بڑی کیفیت
نام پر خم کے بھی اک جام لنڈھا دے ساقی

ایک چلو مجھے دے ڈال بھلا جام کی خیر
برکت تیرے خمِ مے میں خدا دے ساقی

مے گل رنگ کو بھر شیشے میں خم خالی کر
دختر رز کو پری زاد بنا دے ساقی

باغ ہے ، ابر ہے اور ٹھنڈی ہوا چلتی ہے
مے کو جی چاہتا ہے ، کیا ہیں ارادے ساقی

قلزمِ بادۂ عصیاں میں یہ طوفانی ہے
کشتیٔ جرم مری پار لگا دے ساقی[2]

مر گیا ہوں المِ فرقت مے خانہ میں
پائے خم تھوڑی سی اب قبر کو جا دے ساقی

۱- مرد با شوکت و فر ، خوش سخن ور . . . . عزیز ترین نواب ظہیر الدولہ بہادر ۔

۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

دختر رز کی محبت میں ہوا دیوانہ
موج مے کی مجھے زنجیر پنہا دے ۔ ق

ایک دم بھی جو بہ خود آؤں تو دے ساغر مے
خود فراموشی مجھے یاد دلا دے ساقی[1]

ہوش اصغر کے اڑیں طاق سے شیشوں کو آتار
اک جھمکڑا اسے پریوں کا دکھا دے ساقی

---

۳۹۸ - عالی ، خواجہ عبداللہ

صاحب خوش خیالی، خواجہ عبداللہ تخلص عالی عرف ابو جی خلف خواجہ عبدالشکور ، شاگرد[2] آتش - یہ اشعار یادگار :

ہاتھ باندھے ہر ایک دلبر ہے
اے حنا تیرا کیا مقدر ہے

بوسے لیں غیر، گالیاں ہم کھائیں
اپنا اپنا صنم مقدر ہے

سر کٹا کے ملی ہے قاتل تھاہ
تا گلو موجِ آبِ خنجر ہے

اے پری مثلِ سلیماں گرچہ پیدا زور ہو
چال وہ چلیے نہ مل جائے کوئی گو مور ہو

تلخ کامی سے مری زہراب ہو آبِ حیات
شور بختی سے مری قندِ مکرر شور ہو

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ شاگرد خواجہ حیدر علی آتش - یہ اشعار اس سے مشہور ۔

کیا عجب نیرنگیِ چرخِ مشعبد سے اگر
مور ہو جائے سلیماں اور سلیماں مور ہو

گو علیل و نا توان و خستہ و بیمار ہے
ایک ہی قتال مردم ترکِ چشم یار ہے
بادۂ غفلت سے ہر فردِ بشر سرشار ہے
چرخ مینائی بھی رشک خانۂ خمار ہے
ہووے تسکینِ دلِ مشتاق یارب کس طرح
ہم نے مانا روزِ محشر وعدۂ دیدار ہے

پری رو تو شہِ جن و پری ہے
سلیماں رخ دہن ، انگشتری ہے
ازل سے قدر نیکوں کی ہے کم تر
زحل بالا نشینِ مشتری ہے
پری میں کون سا ہے ہنرِ سرخاب
اتارا جس کو شیشے میں پری ہے

ترک چشم صنم نے کام کیا
طرفۃ العین میں تمام کیا
روسیاہی ہے مثلِ نقشِ نگیں
ہم نے روشن جہاں میں نام کیا
محتسب اس میں کیا تھی کیفیت
دخترِ رز کو کیوں حرام کیا
دیکھی تاثیرِ عشق ، یوسف کو
اے زلیخا ترا غلام کیا

خارِ دل کا اور ہے خارِ کفِ پا اور ہے
صدمۂ جاں اور ہے تکلیفِ اعضا اور ہے
منعمانِ بے خبر کو کیا خبر اس گنج کی
دولتِ آسائشِ ترکِ تمنا اور ہے
کرتی ہے تہلیل کو تکبیر زاہد کی مگر
دل خراش آوازِ ناقوسِ کلیسا اور ہے

---

۳۹۹ - صولت ، خواجہ محمد

خوش فکر ، نیک طبیعت ، خواجہ محمد صولت[1] ، برادر ابو جی ، پسر خواجہ عبدالشکور ، شاگرد آتش ۔ من کلامہ :

دل کو افزوں ہے تڑپ نخچیر سے
کشتہ ہوں گا کس کی میں شمشیر سے
آب حیواں میں بجھی ہے تیغِ یار
مردے زندہ ہوتے ہیں شمشیر سے[2]
ہے زبانِ شمع اپنی بھی زباں
گو جلا شکوہ نہیں شمشیر سے
اے[3] جنوں صحرا کو لے چل ہو چکا
استخارہ دانۂ زنجیر سے
جان شیریں کھو نہ اپنی کوہ کن
کچھ نہ حاصل ہو گا جوئے شیر سے

۱- ۔ ۔ ۔ ۔ صولت ، پسر ۔ ۔ ۔ شاگرد خواجہ آتش ۔
۲- مردے زندہ ہوئیں گے شمشیر سے ۔
۳- اب ۔

تیغِ ابرو نے کیا ہے مجھ کو قتل
قبر کھودے گورکن شمشیر سے

تیغ ابرو کو چھوا ہو گر کبھی
ہاتھ میرے کاٹیے شمشیر سے

آیۂ رحمت ہے اُس کافر کا تیر
ہے وہ نا مسلم جو بھاگے تیر سے

تیرِ مژگاں نے کیا ہے مجھ کو قتل
ہو مرا تابوت چوبِ تیر سے

اُس کی صورت سے مقابل گر کروں
رنگ یوسف کی اڑے تصویر سے

بیعتِ پیرِ مغاں گر ہاتھ آئے
دست کش ہوں زاہد بے پیر سے

ہوئی خاطرِ شاد، ناشاد کیا کیا
فلک نے کیا مجھ کو برباد کیا کیا

عدم کو گئے قافلے کیسے کیسے
خزاں نے کیے باغ برباد کیا کیا

چٹکتے تھے غنچے، چہکتی تھی بلبل
چمن میں تری شب کو تھی یاد کیا کیا

نہ شیریں ملی، مفت دی جان شیریں
گیا حسرتیں لے کے فرہاد کیا کیا

کوئی بات تونے نہ مانی ہماری
بجا لائے ہم تیرا ارشاد کیا کیا

سنی ایک دن بھی نہ اُس سنگ دل نے
فلک تک گئی ورنہ فریاد کیا کیا

تغافل شعاری سے اُس تند خو کی
ہوئی مشت خاک اپنی برباد کیا کیا

طبیعت نے لوٹے مزے کیسے کیسے
ان آنکھوں سے دیکھے پری زاد کیا کیا

یہ سرکار سے عشق کی ہم کو صولت
ہوئے سکہ داغ امداد[1] کیا کیا

---

۲۰۰ ۔ عاشور علی خاں ، نواب

نواب عاشور علی خان خلف الصدق نواب محمد علی خان ابن وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر، مالک خلق و حلم، صاحب فضل و علم، شاعر سترگ ، سخنور بزرگ 'ذرے اُس کی تربیت سے آفتاب' پارہ ہائے سنگ (صحبت سراسر افادت سے) لعل مذاب ۔ ایسا سیر چشم کہ گلدستہ مضمون[2] اُس کی نظر میں دستہ خار اور گوہر سخن کے جمع کرنے سے خریطہ بیاض کو ننگ و عار ۔ غیر صاحب دیوان اور سفینہ خاص سادہ عنوان ۔ مولف کے بجد ہونے سے یہ مخمس منقبت میں تصنیف کیا اور تذکرے میں لکھنے کو دیا ، (چنانچہ یہ لکھا جاتا ہے) :

عارف راز خفی ، سیار او ادنیٰ علی
مرجع والنجم سبحان الذی اسریٰ علی
بابِ شہر علم و فخر یثرب و بطحیٰ علی
مبطل آثار بدعت ، صاحب فتویٰ علی
قاریِ قراں ، خطیب، مسجد اقصیٰ علی

۱۔ نسخہ انجمن میں ''برباد'' بجائے ''امداد'' جو کتابت کی غلطی ہے ۔ (مرتب)

۲۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مضمون نظر میں خار اور ۔ ۔ ۔

رونق بزم ولایت ، جانشین مصطفیٰ
حامل عرش معظم ، کار فرمائے قضا
حرزِ ارباب فتوت کاشفِ کرب و عنا
رازق ہر ذی حیات و فالق حب و لوا[1]

نقش بند صورتِ اطفال مولا یا علی

اشجع و منصور و صفدر ، غازیٔ دریدہ صف
شیرِ حق ، معجز نما ، نساخ ادیانِ سلف
قبلۂ اہل یقیں ، میر عرب ، شاہِ نجف
مہبطِ انوارِ قدسی ، نیر برجِ شرف

نائب خیر الوریٰ بے مثل و بے ہمتا علی

خازنِ علم الٰہی ، شارح آیاتِ روح
رحمت للعالمیں ، فتاح ابواب فتوح
معجزہ بخش سلیماں ، مرشد داود و روح
مونسِ ایوب و یوسف ، غم گسار خضر و نوح

ہالک فرعونِ بے دیں، حافظِ موسیٰ علی

ہادی و رہبر ، امام و مقتدائے کائنات
زینت محراب و منبر ، رونقِ صوم و صلواة
اشرف اولادِ آدم ، مسید والا صفات
طیب و طاہر ، لطیف و صاف طینت ، پاک ذات

آشنائے بحرِ عرفاں گوہرِ یکتا علی

۱۔ ولا ؟ (مرتب)

۴۰۱ ۔ اسحاق ، مرزا اسحاق

سخن دانی میں شہرہ آفاق، مرزا اسحاق، نبیرۂ نواب ظفر الدولہ خلف مرزا علی خان بہادر (تخلص اس کا اسحاق) شاگرد عاشور علی خان، من کلامہ[1] :

عاشق خیال زلف میں گریاں اگر ہوا
گیسو شب ِ فراق کا اشکوں سے تر ہوا

عشاق رعب ِ حسن سے حیرت زدہ بنے
آئینہ خانہ اس شہ خوبی کا گھر ہوا

کس رشک آفتاب کا کشتہ ہوں اے فلک
ہر ماہ وش جو غم میں مرے نوحہ گر ہوا

———

روکیں سمند ِ عمر کو ہم کس مقام پر
چلتا نہیں ہے بس فرس ِ بے لگام پر

اس غیرت ِ بہار کے موزوں کیے ہیں وصف
پھڑکے ہے عندلیب ہمارے کلام پر

دیوانگان ِ عشق کی مانگی ہے اس نے فرد
ہوتا ہے صاد دیکھیے کس کس کے نام پر

زنداں دکھایا کوچۂ گیسوے یار نے
جوش ِ جنوں سے پہنچا میں اپنے مقام پر

بوسے پہ یار الجھا ہے زلفوں کی طرح سے
جھگڑا یہ دیکھیں آتا ہے کب اختتام پر

———

۱- منتہیٰ -

اسحاق تیرے رونے نے رسوا کیا تجھے
کھلتا نہ رازِ عشق کبھی خاص و عام پر

ستم پھر اب ستم یہ قاتلِ بے پیر کرتے ہیں
مری میت دیارِ عشق میں تشہیر کرتے ہیں
لحد میں سب کو فرشِ خاک پر اک روز سونا ہے
حسیں یہ خواب مخمل کی بتاں تعبیر کرتے ہیں
بچھا کر دامِ زلفِ مشک افشاں چشمِ وحشی پر
بتِ ہندی غزالانِ حرم نخچیر کرتے ہیں
برنگِ غنچۂ خنداں کلیجہ منہ کو آتا ہے
ترے مجروح درد آمیز وہ تقریر کرتے ہیں
یقیں ہوتا ہے آوازِ تفنگِ کاروانی کا
ترے دیوانے جس دم نالۂ شب گیر کرتے ہیں
مرکب میں رہے شامل سواد دیدۂ عنقا
دہان یار کے مضمون ہم تحریر کرتے ہیں
لگے ہیں پر ہما کے تیر میں او ترک صید افگن
دماغِ بادشاہانہ ترے نخچیر کرتے ہیں
دہان گور سے **اسحاق** یہ آواز آتی ہے
عجب غافل ہیں جو قصر و محل تعمیر کرتے ہیں

دل مرا صورت عنقا جو نہاں رہتا ہے
کس کمر کا ہے اسے عشق کہاں رہتا ہے
قمریاں کرتی ہیں مسکن مرے ویرانے میں
کبھی مہماں جو وہ سروِ رواں رہتا ہے

وعدۂ وصل کو وہ بحر لطافت بھولا
سچ تو یہ ہے کہیں پانی پہ نشاں رہتا ہے
ہے جو اک پردہ نشیں کے لب جاں بخش کا عشق
درد دل میں مرے اسحاق نہاں رہتا ہے

طائر دل ہوس سے خنجر کی
طرز ہے تجھ میں مرغ جوہر کی
لب شیریں کے عکس سے اے ترک!
باڑھ میٹھی ہوئی ہے خنجر کی
سخت باتیں بتوں کی سنتا ہوں
چھاتی کیوں کر بنے نہ پتھر کی
خون بہتا نہیں ہے زخموں سے
نہر جاری ہے آب خنجر کی
آئنے سے لیا ہے تو نے خراج
یہ حکومت نہ تھی سکندر کی
آ کے وہ ماہ پھر گیا الٹا
تھی یہ گردش مرے مقدر کی
طائر دل کے آگے اے صیاد
کیا اڑاتا ہے آج بے پر کی
او مسیحا یہ آنکھ کی گردش
صاف کوٹھی بنی ہے چکر کی
صاف بھر آس میں مے تو اے ساقی!
آئنے کی ہے شکل ساغر کی

وقتِ پابوس اپنا حلقۂ چشم
پینجنی بن گیا کبوتر کی

یارِ ہرجائی کو ہے خط لکھا
ہے تباہی مرے کبوتر کی

کر دعا حق سے تو یہ اے اسحاق[۱]
ہو غلامی نصیب حیدر کی

(ترے کشوں کی قید کی ہیں صاف تدبیریں نئی
پھول کی گھڑنے لگے حداد زنجیریں نئی

دیکھیے کس دن وہ فرماتے ہیں تعزیریں نئی
روز اس امید پر کرتا ہوں تقصیریں نئی

گالیوں کے جھاڑ باندھے وصل میں او گل بدن!
کم نہیں ریشم کے لچھوں سے یہ تقریریں نئی

بت بنایا کیا حسینوں کو تمہارے حسن نے
قدِ آدم کھنچ گئیں ہر جا پہ تصویریں نئی

قہقہے اڑتے ہیں ساقی مے کشوں کی بزم میں
قلقلِ مینا کی سنتے ہیں جو تقریریں نئی

کوہ پر مجنوں کو بھیجا، دشت میں فرہاد کو
مرحمت سرکار سے ہوتی ہیں جاگیریں نئی

مسجدوں کو ڈھا کے ساقی مے کدے بننے لگے
محتسب کے دور میں ہوتی ہیں تعمیریں نئی

۱۔ دونوں نسخوں میں اسحاق کا انتخاب کلام مختلف ہے ، یہاں تک کے تمام اشعار نسخۂ انجمن میں نہیں ہیں اور اس کے بعد کے تمام اشعار نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)

سرو قد تعظیم دیتے ہیں بگولے دشت میں
او پری رو دیکھیں دل والوں کی توقیریں نئی

پاؤں میں اسحاق کے لنگر پڑا ہے موت کا
کیا جہازی لی ہیں قاتل تو نے شمشیریں نئی

ویران ہی رہے گا ہمارا مزار کیا
پھولوں میں بھی نہ آئے گا وہ گل عذار کیا

ماتم میں میرے پہنی ہے پوشاک جو سیاہ
زلفوں کی طرح آپ ہوئے سوگوار کیا

مے خوار بہر سجدہ جھکے ہیں جو ساقیا
قبلے سے آج اٹھا ہے ابر بہار کیا

پردہ نشیں جو صید کی صورت ہوئے حلال
در پردہ آپ کھیل رہے ہیں شکار کیا

فرقت نے چشم مست کی مارا ہے بے اجل
ساقی فشار قبر سے کم ہے خمار کیا

صیاد اُن کو دیکھ کے خود صید بن گئے
آہوئے یار کھیل رہے ہیں شکار کیا

دست جنوں سے ضعف میں جو ٹوٹتا نہیں
زنجیر آہنی ہے گریباں کا تار کیا

ہم سے شہید ناز کی صورت بدل گئی
منہ کھول کھول دیکھتے ہو بار بار کیا

اسحاق ہرطرف ہیں جو پریوں کے جمگھٹے
اندر کا ہے اکھاڑا ہمارا دیار کیا

عطر مٹی کا جو مل کے کبھی آ جاتے ہیں
خاکساروں کی کدورت کو مٹا جاتے ہیں

عشق میں کوچۂ دل دار کی مٹی ہے خراب
خاک اڑاتے ہوئے ہمراہِ صبا جاتے ہیں

سر پہ دیوانوں کے کیا آ کے بلا کھیلے گی
اُس پری زاد کو آ آ کے جگا جاتے ہیں

نقدِ جاں دے کے انھیں بوسۂ ابرو لیں گے
مول لینے کے لیے تیغِ قضا جاتے ہیں

داب کے وصف وہ کہہ کہہ کے ہمارے آگے
قصۂ عاشق و معشوق سنا جاتے ہیں

جان دی تیرگیٔ بخت مگر ساتھ رہی
شمعِ گور اُن کے ہوا خواہ بجھا جاتے ہیں

حق پرستوں کو دکھا کے قدِ موزوں اپنا
دار پر صورتِ منصور چڑھا جاتے ہیں

نامہ بر کوئی نہیں وصل کا لایا پیغام
باتیں اسحاق سے آ آ کے بنا جاتے ہیں)

---

۲۰۲ ـ جلا ، مرزا واحد علی خاں

شیریں[1] کلام ، نازک ادا ، مرزا واحد علی خاں تخلص جلا ، پسر[2] نواب مرزا فخرالدین حیدر بہادر (ابن نواب شجاع الدولہ بہادر) شاگرد (نواب) عاشور علی خان ـ منہ[3] :

۱ـ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "شیریں نازک ادبا" ـ (مرتب)
۲ـ خلف الصدق ـ
۳ـ یہ اس کا کلام ـ

مرغِ جاں جس دم پھنسائے دامِ مشتِ خاک نے
آب و دانہ خلق فرمایا خدائے پاک نے

دوستوں سے دشمنی کی دورۂ افلاک نے
خاک کا پایا ہے بسترِ صاحبِ لولاک نے

ہر رگِ گردن نظیرِ شہپرِ پروانہ ہے
قتل پر باندھی کمر کس شمع رو سفاک نے

سبزۂ خط روئے تاباں پر نہیں، پیدا کیا
چشمۂ آبِ زمرد بحرِ حسنِ پاک نے

اپنے مستوں کا جو ساقی جائزہ لکھنے لگا
پیش کش کیں مے کی قلمیں دار بست تاک نے

وادیٔ وحشت نظر آیا جو او جوشِ جنوں
پاؤں پھیلائے ہیں طفلِ اشکِ وحشت ناک نے

کوچۂ جاناں میں ہر اک شے پہ صیادی ہے ختم
طائرِ ذرہ پھنسائے دامِ موجِ خاک نے

ہر نہالِ باغ کو سرو چراغاں کر دیا
قمریٔ دل سوختہ کی آہِ آتش ناک نے

جادۂ ملکِ عدم سے نابلد تھے جاں نثار
صاف ڈھرے پر لگایا خنجرِ سفاک نے

سبزۂ خط اس صنم کے گورے گالوں پر نہیں
شیر پی کر زہر اگلا افعیٔ ضحاک نے

کس قدر تھیں جامہ زیبوں کو پسند آرائشیں
خلعتِ شادی اتارے آخری پوشاک نے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

کیا عجب پنہاں جو رُوئے شاہدِ مقصود ہے
بیچ میں دیوار کھینچی میری مشتِ خاک نے

---

۲۰۴ ۔ طاہر ، مرزا بندہ حسن

فن شعر سے آگاہ اور ماہر ، مرزا بندہ حسن تخلص طاہر، وقت کا اپنے طاہر وحید ، عاشور[1] علی خاں کا شاگرد رشید ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

الفتِ گیسوے خم دار لیے پھرتے ہیں
ہم یہ سودا سرِ بازار لیے پھرتے ہیں

حسن کی جنسِ طرح دار لیے پھرتے ہیں
سینکڑوں ساتھ خریدار لیے پھرتے ہیں

غیر ممکن ہے مریضِ غمِ فرقت کا علاج
آپ وہ نرگس بیمار لیے پھرتے ہیں

کشتۂ تیغِ تغافل ہیں ہزاروں جاں باز
وہ عبث خنجرِ خوں خوار لیے پھرتے ہیں

ابتدا سے ہیں فدائے جلوۂ جانانہ ہم[2]
شمعِ بزمِ عیش اگر وہ ہے تو ہیں پروانہ ہم

جان کر اس عالمِ ایجاد کو ویرانہ ہم
ساتھ لائے مثلِ طفلِ اشک آب و دانہ ہم

۱۔ شاگرد نواب عاشور علی خاں کا ۔ من کلامہ ۔
۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

رکھ دیا جو پاے ساقی پرنشے کی دھن میں سر[1]
جانتے ہیں زاہدو یہ سجدۂ شکرانہ ہم

کیوں نہ ہو اے کافر بد خو پریشانی نصیب
غیر کو دیکھیں تری زلفوں میں کرتے شانہ ہم

ہے شبِ تاریک ساقی شمع مینا چاہیے
جوش میں مستی کے بھولیں گے رہ مے خانہ ہم

داغ سودا تاج ، رشک چتر ہر اک گرد باد
رکھتے ہیں دشتِ جنوں میں رتبۂ شاہانہ ہم

۲۰۲ ـ الم ، آغا مہدی

مشق بہت ، سن و سال کم ، آغا مہدی متخلص[2] بہ الم ، شاگرد نواب عاشور علی خان ـ من کلامہ :

شوق خوں ریزی ہوا جب اُس ستم ایجاد کو
زہر قاتل میں بجھایا خنجر فولاد کو

سخت جانی سے مری شکوہ ہے یہ جلاد کو
کر دیا عاری ہمارے خنجرِ فولاد کو

کیا کہیں ہم اے جنوں پست و بلندِ راہِ عشق
دشت میں مجنوں کو مارا کوہ پر فرہاد کو

آتے ہی فصلِ جنوں لوہا ہوا سونے کے مول
مرتبہ اکسیر سازوں کا ملا حداد کو

کاوشِ غم سے بھرے ہیں اس میں نشتر سینکڑوں
دل سے اپنے کیا ہے نسبت کیسۂ فصاد کو

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)

۲- تخلص الم ، بہترین تلامیذ نواب عاشور علی خاں ، یہ اُس کا بیان ـ

فکر لازم ہے دلا آغاز میں انجام کی
شور ماتم کا سمجھ صوت مبارک باد کو

جلوۂ رخسار روشن عام فرماتا ہے یار
نورِ عرفاں ہو مبارک کورِ مادر زاد کو

درد کی لذت کے جو طالب ہیں اے جوشِ جنوں[1]
جانتے ہیں وہ رگِ جاں نشترِ فصاد کو

ہم گنہ گاروں نے پائی قیدِ ہستی سے نجات
دے جزائے خیر خالق خنجرِ جلاد کو

طائرِ تصویر کی صورت بنا ہے مرغِ دل
اڑ گئے ہاتھوں کے توتے دیکھ کر صیاد کو

بلبلِ بے بال و پر کی آئیں جب کلیاں نکل
رو کش گلشن بنایا خانۂ صیاد کو

اے الم تجھ سا نہ پایا بلبلِ شیریں بیاں[2]
گل رخوں نے چھان ڈالا گلشنِ ایجاد کو

دو چار دن سے یار جو آتا نظر نہیں
کس کس طرف گئے آسے ڈھونڈا کدھر نہیں

پیدا ہوئی ہیں آگ میں کس طرح مچھلیاں
معجز نما وہ دستِ حنائی اگر نہیں

پیش نظر ہے جب سے وہ محبوب سیم بر
کم بادلے کے تار سے اپنی نظر نہیں

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲- نسخۂ انجمن میں پہلے "شیریں بیان" لکھا ہے ، پھر اسے "شیریں سخن" بنایا گیا ہے - (مرتب)

سیبِ ذقن کے عشق میں دل داغ دار ہے
گلزار حسنِ یار میں گل ہے ثمر نہیں
جلتا ہوں آتشِ گلِ رخسارِ یار سے
جنت یہ وہ ہے جس کے مقابل سقر نہیں
موسیٰ کی طرح سے نہ کرے لن ترانیاں
عاشق کی چشم تار ہے اس کی کمر نہیں
عشاق شادی مرگ ہوئے اس کو دیکھ کر
پیکِ اجل ہے یار کا پیغام بر نہیں
کیا صید ہو کسی کے وہ شہباز فکر سے
کترے ہمارے طائرِ مضموں کے پر نہیں
حیران اس قدر ہیں وہ آئینہ دیکھ کر
عاشق تو[1] کیا ہیں[2] اپنی بھی ان کو خبر نہیں
اللہ رے بتوں کی تلون مزاجیاں
اقرار شام کا جو کیا تو سحر نہیں
شیریں زباں سے وصف صباحت کرو بیاں
حصے میں کیا الم کے یہ شہد و شکر نہیں

---

۲۰۵ - گل ، نواب امیر مرزا خاں

نواب[3] امیر مرزا خاں ، ابن نواب سیف علی خان تخلص شگفتہ ،

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "کو" بجائے "تو" - (مرتب)

۲- ہے -

۳- رئیس با تامل [تجمل ؟]، نواب امیر مرزا خاں بہادر تخلص گل ابن نواب سیف علی خان تخلص شگفتہ - شاگرد عاشور علی خاں - من کلامہ -

رئیس با تجمل، تخلص گل، شاگرد جدید نواب عاشور علی خاں۔ یہ اشعار اُس سے یادگار:

یہ طرز دل کو آئی نہ اے جانِ جاں پسند
وہ چال چل کہ جس کو کرے یک[1] جہاں پسند

چپ رہ نہ کھول غنچۂ منقار عندلیب
گلشن میں ایک گل کو نہیں یہ زباں پسند

گل کھا کے ہم نے سینہ بنایا ہے رشکِ باغ
آیا نہ اس پہ بھی تجھے یہ بوستاں پسند

شیشہ جو دل کا دے کے بتِ مے پرست کو[2]
ہم نے کہا پسند ہے بولا کہ ہاں پسند

چپکے سے بھی جو بات کروں اُس کی بزم میں
کہتا ہے چپ رہو نہیں آتی فغاں پسند

اُس درجہ خوش دماغ ہیں گلزارِ دہر میں
غنچوں کے بھی نہ آئے انھیں عطرداں پسند

پہنی ہیں جب سے یار نے منت کی ہنسلیاں
سودائیوں کو اُس کے ہے طوقِ گراں پسند

اے عشق کیوں نہ حسن کا سرسبز کھیت ہو
پتوں کے ساتھ آئیں انھیں بالیاں پسند

ہم خار سے کھٹکتے ہیں نظروں میں آپ کی
گل آج کل ہیں آپ کو اے مہرباں پسند

۱۔ اک۔
۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

کیوں نہ اے گل ترا شہرہ ہو سخن دانوں میں
شعر اس رنگ کے دیکھے نہیں دیوانوں میں

بیڑیاں توڑیے، غل ہے یہی دیوانوں میں
کیجیے دخل بلا قید پری خانوں میں

کھینچتا بسکہ اسیروں کو ہے مقتل کی طرف
ہاتھ اس ترک کا رہتا ہے گریبانوں میں

رشتہ داری ہوئی[1] ہر خار سے مجھ وحشی کو
دھجیاں اڑتی ہیں دامن کی بیابانوں میں

---

۴۰۶ ـ ممتاز، کالکادین

کالکا دین تخلص ممتاز، تلمذی[2] پر نواب عاشور علی خاں کی اس کو ناز ـ من کلامہ :

ہے یہی چال جو قاتل تری تلواروں کی
بھیڑ چھٹ جائے گی اک دم میں گنہ گاروں کی

سرمگیں چشم سیہ، زلف سیہ، خال سیاہ
روئے جاناں نہیں بستی ہے سیہ کاروں[3] کی

کر رہے ہیں جو شکر خند مرے زخمِ[4] جگر
باڑھ میٹھی ہے مگر یار کی تلواروں کی

لوز بادام ہیں اس پستہ دہن کی آنکھیں
لذتیں ہیں لبِ شیریں میں شکر پاروں کی

۱ـ رہی ـ
۲ـ نواب عاشور علی خاں کی شاگردی پر اس کو ناز ـ
۳ـ گنہ کاروں ـ
۴ـ داغ جگر ـ

تیرا کوچہ نہیں اے یار شفا خانہ ہے
ڈولیاں آئیں نہ کس طرح سے بیماروں کی

ہر مصور کو یہی حکم ہے صیادوں کا
ہو مہاجال یہ تصویر گرفتاروں کی

روزنوں میں ہوں نہ کیوں دیدۂ مشتاق کے طور
خاک عاشق سے بنا ہے تری دیواروں کی

آسماں اور زمیں کا ہے تفاوت ممتاز
پھبتی کہیے در دنداں پہ اگر تاروں کی

مثل سودا زدہ پھرتے ہیں جو بازاروں میں
ہم ہیں اک غیرت یوسف کے خریداروں میں

ہم سے حیرت زدہ اے یار بہت حاضر ہیں
قدِ آدم یہ لگا آئنے دیواروں میں

ترش باتیں لبِ شیریں کی سنا کرتے ہیں
کھٹیوں کا ہے مزا اس کے شکر پاروں میں

---

۲۰۷ ۔ جان [صاحب]، میر یار علی

بہترین ریختی گویان، میر یار علی تخلص جان، شاگرد نواب عاشور علی خان ۔ من کلامہ[1] :

شان میں اللہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے ہوا قران کا

ذکر ہر مصرع میں آیا ہے خدا کی شان کا[2]
لوگو بیت اللہ ہے مطلع مرے دیوان کا

---

۱ ۔ منہ ۔

۲ ۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

حیدری خاتم خدا کے شیر کی تعریف میں
شعر جو ہے شیر ہے وہ کلک کے میدان کا

وصف میں بی بی کے بچوں کے جو دو مصرعے لکھے
ہو گیا پر نور وہ مطلع مرے دیوان کا

وصف میں بارہ اماموں کے کہوں بارہ جو شعر
عرش پر ہو ذکر اس بارہ دری کی شان کا[1]

کیا منہ ہے منہ چڑائے کوئی اس زبان کا
کس مردوے کو علم ہے میرے بیان کا

وہ دل در گور جنیاں لے کبھی جو نام الفت کا
کسی[2] دشمن کے دشمن کو نہ ہو آزار چاہت کا

ابھی سے دل پڑا اس کا نگوڑے عشق کے پالے
خدا حافظ ہے اے حرمت تری بیٹی کی عصمت کا

رہی اٹھارہ مردوں سے جو اک دن اشرفی عالم[3]
چلن ٹکسال والی سے سوا ہے اس کی ہمت کا

پڑھائی کیوں زلیخا مولوی صاحب نے یوسف کو
کیا خانہ خراب اس کو دکھایا کوچہ الفت کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- کسی دشمن کو بھی لوگو نہ ہو . . . .
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

بیٹا خبر لو جورو کی بدکارے سے پھنسی
تم بے خبر تھے میں نے خبردار کر دیا
رو رو کے اندھی ہو گئی کچھ سوجھتا نہیں
یوسف کے عشق نے مجھے دیوار کر دیا

ڈولا گئی انگریز کو ہمشیر تمہاری[1]
روٹی کی بخوبی ہوئی تدبیر تمہاری
چلتی نہیں جورو پہ جو تدبیر تمہاری
بیٹا میں اسے کیا کروں تقدیر تمہاری
عصمت تو بڑی نیک تھی اب ہو گئی بدکار
ہمسائی یہ صحبت کی ہے تاثیر تمہاری
اے جان بسر ہووے گی کس طرح سے اوقات
میرا کہیں منصب ہے نہ جاگیر تمہاری

روز پھر آتی ہے لونڈی مری جا کر خالی
بھاڑ میں جانے کرایہ، وہ کریں گھر خالی

اجی وہ آندھی سی لڑنے کو ایک بار آئی
ہوا کے گھوڑے پہ دولت قدم سوار آئی
پھنسایا مرزا کو شہباز خاں کی لونڈی نے
جب آئی گھر میں مرے کھیلتی[2] شکار آئی
بسا بسایا گھر اجڑا نہ میں پھلی پھولی
نگوڑی سبز قدم ایسی نوبہار آئی

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- کھیلنے -

نہ ایک بار بھی تھوکا میں ان کے جاؤں نثار[1]
فلانی . . . . پہ وہ ہزار آئی
دوگانا اڑ گیا . . . . جوڑا[2]
جو ایسی دھوپ میں تو ہو کے بے قرار آئی

چوتھی کو تو صورت میں ذرا دیکھوں دلہن کی
بندھوا کے اٹھنی اجی لا دو مجھے گہن کی
حق ماں کا بھی سمجھو نہ پیو مامی دلہن کی[3]
بیٹا تمہیں لازم ہے کرو بات چلن کی
کیا بھولے بنے جاتے ہیں، ایسے ہیں یہ ننھے[4]
. . . . . بھی اٹھائی نہیں آتی ہیں دلہن کی
چل[5] دور پرے ہٹ یہ نہیں لونگی میں چاول
بنیا ترا دھگڑا تھا جو یہ لائی ہے کنکی

(ق)

یہ الٹا چلن سیر میں پنسیری کا دھوکا[6]
ہرگز نہیں بھاتیں مجھے باتیں یہ غبن کی
پھنسواوں گی بھڑووں کو جگر ناتھ کے گھر میں
بختاوری آئی ہے سوئے رام رتن کی

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ دوسرے مصرعے میں سے تین فحش الفاظ قلم زد کیے گئے۔ (مرتب)
۲- اس مصرعے کے درمیان کے تین لفظ واضح نہیں۔ (مرتب)
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۴- کیا بھولے ہوئے جاتے ہو ایسے مرے ننھے۔ دوسرے مصرعے کا پہلا لفظ بوجہ فحش کلامی حذف کیا گیا۔ (مرتب)
۵- . . . . ہٹ نہیں لوں گی میں یہ چاول۔
۶- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

بڑی باجی نے ناحق بھی ستم جو مجھ پہ توڑا ہے
بتائیں تو وہ میرا کون سا دھگڑا نگوڑا ہے

خدا دیتا ہے ٹکڑا نان و نفقہ کا سہارا ہے
وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہے کہ جس کا نان.پارا ہے

وہ جس کا ڈولا اب اسے نو بہار لیتے ہیں
اسی نگوڑی کی خاطر یہ ہار لیتے ہیں
خدا نے ہاتھ دیے ہیں انھیں کھجانے کو
خرابی پیسے کی ہے پشت خار لیتے ہیں
نہ کوئی جائے بلانے کو **جان** صاحب کے
ہم آپ کوٹھے پہ چڑھ کر پکار لیتے ہیں

نئی اخلاص کی صورت دکھائی عشق بازی نے
دوگانہ کو مری مسجد میں رکھا اک نمازی نے

رکھ لے ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں
اینٹ الٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں

---

۴۰۸ ـ دانا ، روشن لال

روشن لال ، تخلص دانا ، شاگرد[1] نواب عاشور علی خاں کا ، یہ شعر اس سے یادگار :

اٹھتیں گے نہیں ناز یہ ہر بار تمھارے[2]
ہیں زار بہت عاشقِ بیمار تمھارے

۱- . . . . شاگرد عاشور علی خاں کا ، من کلامہ ـ
۲- اٹھنے کے نہیں . . . .

سرکش نہ ہوں گر شعلۂ رخسار تمھارے
بن جائیں دھواں گیسوے خم دار تمھارے
یکسر ہیں یہ سب پیچ مرے بختِ سیہ کے
بل کرتے ہیں جو گیسوے خم دار تمھارے
آتا ہے نظر خواب میں وہ غیرتِ یوسف
اے حضرتِ دل بخت ہیں بیدار تمھارے

آتی نہیں جو زلف گرہ گیر ہاتھ میں
سودائیو اپیٹ لو زنجیر ہاتھ میں
سوزِ تپِ فراق کا اللہ رے اثر
بن جائے آگ لوں جو طباشیر ہاتھ میں
دانا کے دل میں وصل کی شب یہ ہوس رہی[1]
آئے نہ پاؤں او بت بے پیر ہاتھ میں

---

۴۰۹ ۔ غیور ، رحمت اللہ

صاحب[2] فہم و شعور ، منشی رحمت اللہ تخلص غیور ، متوسل شرف الدولہ بہادر ، شاگرد عاشور علی خان ۔ یہ اشعار اس نیکو شعار سے یادگار :

عشق ہے حسنِ بتِ بے پیر سے
سامنے ہیں عالمِ تصویر سے
مرغِ جاں کو خواہشِ پرواز ہے
مانگتا ہے پر تمھارے تیر سے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ ترجمۂ غیور نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)

مر گیا زنداں میں دیوانہ کوئی
غل ہے برپا خانۂ زنجیر سے

اُلجھی ہیں آپس میں زلفیں یار کی
عشق ہے زنجیر کو زنجیر سے

سرمگیں[1] آنکھوں کا میں دیوانہ ہوں
کیا صدا نکلے مری زنجیر سے

خوبیٔ عارض عیاں خط سے ہوئی
معنیٔ مصحف کھلے تفسیر سے

ہاتھ میں مچھلی سمندر بن گئی
اُس حنا کے شعلے کی تاثیر سے

کھیت میں ہوں زخم کشتوں کے ہرے
سینچیے آب دم شمشیر سے

کشتۂ ابرو ہوں کفنائیں مجھے
چادر آبِ دمِ شمشیر سے

کیوں نہ گورے گال پر لہرائے زلف
سانپ کو ہوتی ہے رغبت شیر سے

خاک پائے یار ہاتھ آئی غیور
کیوں نہ ہو نفرت مجھے اکسیر سے

---

۲۱۰ - برپا ، کنور سنگھ[2]

خوش لہجہ ، کور [کنور] سنگھ ، تخلص برپا ، شاگرد عاشور علی خاں ، یہ اُس کا بیان :

۱- اصل : ''شرمگیں'' جو سہو کتابت ہے - (مرتب)

۲- ترجمۂ برپا نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

سدھاری جانِ حزیں ، جسمِ زار باقی ہے
سوار گم ہے نشانِ غبار باقی ہے
ہمیں بھی حدّ ادب سے نہ آگے بڑھنا تھا
بجا ہے دل میں جو ان کے غبار باقی ہے
ہوئی نصیب زمانے کو دولتِ دیدار
فقط یہ آپ کا امیدوار باقی ہے
لپٹ کے مجھ سے شبِ وصل میں یہ فرمایا
کچھ اور حسرتِ بوس و کنار باقی ہے
ہزاروں دیکھے ہیں دنیا میں گونشیب و فراز
گڑھے کا گور کے لیکن اتار باقی ہے
جناب حضرت استاد کے تصدق سے
ریاضِ فکر میں برپا بہار باقی ہے

دنیا سے ہم چلے نہ صنم کو منا چلے
اس سے بگاڑ کے جو چلے کیا بنا چلے
ہر چند ناتواں ہوں میں آزارِ عشق سے
پر کی طرح اڑوں جو ادھر کی ہوا چلے
سرد آہیں لیتے لیتے مرا دم نکل گیا
گھر کا چراغ جھونکے ہوا کے بجھا چلے
کیا گلبدن چڑھائیں گے صدقے اتار کے
چوراہے میں مزار جو میرا بنا چلے
ڈوبے جو بحر ہجر میں نکلے موے ہوئے
برپا صنم کی شکل سے نا آشنا چلے

---

۲۱۱ - چرکیں ، شیخ باقر علی

طرز جدید میں (مشہور اور) نامور ، شیخ باقر علی تخلص چرکین ، قصبہ ردولی کا رئیس و مہتر ، بندش مضمون پوچ و پاد ریح[1] سے بہتر (کذا) آخر آخر وہ آلودگی[2] سے پاک ہوکر قاصد کربلائے معلی ہوا ۔ شدت اشتیاق زیارت سے روح نے جسد کو رستے میں چھوڑا اور آپ ثواب عتبات عالیات حاصل کیا ۔ یہ اشعار اس پروردۂ خوان نعمت نواب عاشور علی خاں سے یادگار[3] :

رند ہر اک مارے خطرے کے مودب ہو گیا
محتسب کے آتے ہی مے خانہ مکتب ہو گیا

مہر و وفا کے بدلے ستم یاد نے کیا
چرکیں عمل یہ آہِ شرر بار نے کیا

اگر ہوتے نہ وارفتہ کسی زہرہ شمائل کے
تو سڑتے کس لیے زنداں میں قیدی چاہ بابل کے

۱- دونوں نسخوں میں "ریہہ" جو سہو کتابت ہے ۔ (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "آلودہ" بجائے "آلودگی" ۔ (مرتب)
۳- چرکیں کا انتخاب کلام بائیس اشعار پر مشتمل ہے ۔ اکیس شعر نسخۂ پٹنہ میں ہیں اور سترہ شعر نسخۂ انجمن میں ۔ ان میں سے سولہ شعر دونوں نسخوں میں مشترک ہیں ۔ پانچ شعر نسخۂ پٹنہ میں ایسے ہیں جو نسخۂ انجمن میں نہیں اور ایک شعر نسخۂ انجمن میں ، نسخۂ پٹنہ سے زاید ہے جو حاشیے پر بعد میں اضافہ کیا گیا ہے ۔ انتخاب کلام میں سے انیس شعر فحش کلامی کی وجہ سے حذف کیے گئے ہیں ۔ (مرتب)

۴۱۲ - نصیر، میاں نصیر الدین عرف کلو[1]

میاں نصیرالدین عرف میاں کلو، پیرزادہ اولاد سے میر صدر جہاں کی - ساکن شاہ جہان آباد، رئیس[2] اس شہر کے شاگرد اس کے - حیدر آباد دکن میں خطاب ملک الشعرائی کا آسے ملا اور غلغلہ بیش[3] از بیش اُس کا ہوا، مگر لکھنؤ میں جب تشریف لائے یہاں سے رنجیدہ خاطر گئے - طرز ایہام میں بے نظیر تخلص نصیر - (بہ قول مصطفی خاں صاحب تذکرۂ گلشن بے خار، شاگرد مولوی قدرت اللہ اور وہ شاگرد ثناء اللہ خاں فراق کا، سلسلہ میر درد سے ملتا ہے -) یہ اشعار اُس مرحوم سے یادگار:

چرائی چادر مہتاب شب مے کش نے جیحوں پر
کٹورا صبح دوڑانے لگا خورشید گردوں پر

قد ترا نے سرو نے شمشاد ہے
مصرعۂ برجستۂ اُستاد ہے

فلک پہ دیکھ مرے دودِ آہ کا ٹکڑا
گھٹتا ہے شرم سے ابرِ سیاہ کا ٹکڑا

۱- نسخۂ انجمن میں شاہ نصیر سے لے کر میاں مداری ضمیر تک کے تراجم ابتدائی صفحات میں ہیں یعنی بدھ سنگھ شگفتہ کے بعد اور شاہ رکن الدین عشق سے پہلے - (مرتب)

۲- اس شہر کے موزون الطبع کا استاد، حیدر آباد . . .

۳- . . . . بیش از بیش ہوا . . . .

میں کشتہ اس کے خطِ سبز کا ہوں رکھ دینا[1]
مرے مزار پہ اک برگ کاہ کا ٹکڑا

دل جلوہ گاہِ صورت جانانہ ہو گیا
شیشہ یہ ایک دم میں پری خانہ ہو گیا

دہن کو دیکھ ترے ہے یہ رنگ غنچے کا
کہ قافیہ ہے گلستاں میں تنگ غنچے کا

مدام دستہٗ نرگس سر مزار رہا
کہ بعد مرگ بھی تیرا ہی انتظار رہا

دل میں ہے کیا جانیے کس کا خیالِ نقشِ پا
لگ گئیں آنکھیں زمیں سے جو مثال نقشِ پا

یوں دل صد چاک کو مت دیدۂ تر بیچنا
یہ گل پژمردہ ہے اس کو چھڑک کر بیچنا

سر اپنا خاک سے محشر کو جب بلبل نکالے گی
بجائے نامہٗ اعمال برگ گل نکالے گی

نہیں اودی تری وسمے کی رضائی سر پر
مہ جبیں رات یہ تاروں بھری آئی سر پر

۱- یہ شعر نسخہٗ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ہلی ہے زلف رخ پر داغ چیچک کے چمکتے ہیں[۱]
کبھی بدلی سی گھر آتی ہے کہ تارے چمکتے ہیں

نصیر ان جامہ زیبوں کے گریباں گیر ہم ہوں گے
سرِ لوحِ مزارِ عاشقاں دامن جھٹکتے ہیں

بیاد خالِ بتاں اشک کیا نکلتے ہیں
مسافر آج یہ تاروں کی چھاؤں چلتے ہیں

ٹھہر جانا مژہ کا اس دلِ سوزاں پہ آفت ہے
کہ خورشید ایک نیزے پر جب آیا پھر قیامت ہے

کب اس میں طفل اشک کا رہنا قبول ہے
گھر چشم کا جو ہے سو مکانِ نزول ہے

تیرے آنے کی خبر گر گلِ شاداب اڑے[۲]
بیضۂ غنچہ سے اک بلبلِ بے تاب اڑے

کہے ہے سایۂ مژگاں کو دیکھ قاصد اشک
کہ چھپ گیا مجھے دریا ہی کے کنارے دن

کس گنہگار کے نامے کا ہے دلبر کاغذ
تو جو قینچی پہ چڑھاتا ہے یہ لے کر کاغذ

۱، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

کسی دیوانے کی ہے محوِ تماشا زنجیر
صورتِ چشم بنی ہے جو سراپا زنجیر

تیری آنکھوں کو ہے کیا سرمے کی تحریر سے کام
پاؤں میں رکھتے نہیں آہوے صحرا زنجیر

پاؤں کیوں کر ترے کوچے سے اٹھاؤں اپنا
ہاتھ سے ضعف کے ہے ہر رگِ اعضا زنجیر

میں تو دیوانہ ہوں تو پاؤں عبث پڑتی ہے
سر نہ چڑھ اپنے ، ہوا ہے تجھے سودا زنجیر

نخل مژہ کی چھاؤں میں لوٹے تھا طفل اشک
یا دیکھتا ہوں خاک پہ اس نور دیدہ کو

اس گل نے جام مے جو دیا مجھ کو باغ میں
سمجھا ہلالِ عید میں شاخ خمیدہ کو

آبلے پڑ گئے ہیں عشق کے سارے دل پر
خیمہ لشکرِ غم ہے یہ ہمارے دل پر

رکھ آئنہ نہ میرے رخِ زرد کے حضور
ہو جائے گا یہ برگِ خزاں دیدہ دیکھنا

چاہے جو دل کبھی ترا دریا کی سیر کو[1]
چشمِ پر آبِ عاشقِ غم دیدہ دیکھنا

۱- یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)

غنچوں کی کھولے ناخن موجِ صبا گرہ[1]
ہیہات میرے دل کی نہ ہو تجھ سے وا گرہ

رکھتے نہیں ہیں بحر جہاں میں حباب وار
دل میں کسی کے ساتھ یہ اہل فنا گرہ

کب چھوڑتا ہوں وعدہ فراموش یوں تجھے
جب تک کہ تو نہ دے سر بندِ قبا گرہ

حیراں بہ رنگ غنچۂ تصویر ہوں نصیر
کھولیں گے میری حضرت مشکل کشا گرہ

چند اس زلف سے قطرے جو جھڑے پانی کے
پڑ گئے سنبلِ پیچاں پہ گھڑے پانی کے

رہ گیا پہلو میں کیا قاتل کا خنجر ٹوٹ کر
طائر دل کا مرے نکلا ہے شہپر ٹوٹ کر

ایک دم کی زندگی پر سرکشی مت کر حباب[2]
مل گئے ہیں خاک میں یاں کاسۂ سر ٹوٹ کر

اشک کے چلنے پہ اے دل تو نہ ہر دم آہ کر
طفل ابتر گر پڑے گا دیکھ بسم اللہ کر

مو بہ مو دیکھی ہے زلفِ بتِ مغرور دراز
رشتۂ عمر ترا ہو دلِ رنجور دراز

۱- اس زمین کے چاروں شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

ناوکِ آہِ دلِ گوشہ نشیناں سے بھی ڈر
کھینچ مت آپ کو مانند کماں دور دراز
چشمِ مشتاق ترے آنے کی دیکھے ہے فال
دستِ مژگاں میں لیے سبحۂ کافور دراز
ہم نے جوں نقشِ قدم وادیٔ الفت میں **نصیر**
بیٹھے بیٹھے ہی کیا طے سفرِ دور دراز

غضب ہے اس تری انگیا پہ گوکھرو کی لہر[۱]
کہ پھر گیا مری چھاتی پہ یاسمین کا سانپ

رباعی

کوئی نہیں کہتا ہے نے قلیاں کو
فریاد و فغاں دیکھ کے سرگرم نہ ہو
دم عشق کے کیا بھرے ہے اے سوختہ جاں
آتی ہے ابھی منہ سے ترے دودھ کی بو

ایضاً

مضموں سے نہ فیض یاب معنی تو ہے
ہر نقطے پہ اک کتاب معنی تو ہے
کہتے ہیں جسے صحیفۂ عشق **نصیر**
وہ نسخۂ انتخاب معنی تو ہے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

۴۱۳ - دریغ ، [سید زین العابدین[1]]

صاحب قلم و تیغ ، سیف الدولہ رضی علی خاں تخلص دریغ[2] ، شاگرد شاہ نصیر دہلوی ۔ من کلامہ :

یوں وہ بولا دیدۂ تر دیکھ کر دو چار کے
ڈوبتے مجھ کو نظر آتے ہیں گھر دو چار کے

---

۴۱۴ - منیر ، وجیہ الدین

(خوش تقریر) وجیہ الدین تخلص منیر ، پسر[3] و شاگرد میاں نصیر، یہ اشعار اُس سے یادگار :

فرہاد سے کہتی تھی تیشے کی زباں ہر دم
مغموم نہ ہو ناداں سنگ آمد و سخت آمد

اس باغ جہاں میں کبھی پھولے نہ پھلے ہم
جوں نخل چنار اپنی ہی آتش میں جلے ہم

بیانِ جور خوباں کل ترا بیمار غم سن کر
یہ کہہ کر مر گیا ایک آہ بھر ایسی نہ ہوتی تھی[4]

۱۔ ناصر نے دریغ کا نام ''رضی علی خاں'' غلط لکھا ہے ۔ صحیح نام ''سید زین العابدین'' ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ'' ۔ (مرتب)

۲۔ نسخۂ انجمن میں پہلے ترجمۂ منیر ہے اور پھر ترجمۂ دریغ ۔(مرتب)

۳۔ شاگرد و خلف شاہ نصیر ، بے علمی میں فخرپدر بزرگوار ۔

۴۔ یہ کہہ کر مر گیا اک آہ ایسی تو نہ ہوتی تھی ۔ (کذا)

خوں کی دھاریں نہ چھٹیں دل سے دل افکاروں کے
رونگٹے تن کے کھڑے ہوگئے فواروں کے

---

۴۱۵ - وفا ، مرزا عبدالعلی

طبیعت کا رسا ، مرزا عبدالعلی تخلص وفا ، شاگرد[1] نصیر دہلوی ۔ یہ بیت اُس سے یادگار :

وا دہن زخم جگر ہے عاشقِ دلگیر کا
جس میں جوں انگشتِ حیرت ہے یہ پیکاں تیر کا

---

۴۱۶ ـ منشی ، مول چند

سخن اُس کا عام پسند ، لالہ مول چند ، تخلص منشی ، شاگرد نصیر دہلوی ـ من کلامہ[2] :

تو ہے شاہ کشور خوبی و حسن دلبری
ماہ تابندہ ترا داغی غلام اے یار ہے

آہ قمری کو جو اے سرو ستایا تو نے
راست تو یہ ہے کہ کچھ پھل بھی نہ پایا تو نے

وقت رخصت کیا بیاں کیجے جو کچھ حالت ہوئی
تم اُدھر رخصت ہوئے اور جان ادھر رخصت ہوئی

۱۔ شاگرد نصیر ، یہ اس کی تقریر ۔
۲۔ من اشعارہ۔

۴۱۷ - ضمیر ، گنگا داس

گنگا داس[1] تخلص ضمیر ، شاگرد شاہ نصیر ، یہ دو شعر اس سے یادگار :

روکشِ ابرِ بہاری کیا یہ چشمِ زار ہے
خندہ زن گل پر بھی زخم سینۂ افگار ہے
میں بتاتا ہوں ضمیر اب کچھ تجھے بھی ہے خیال
چشمِ خواب آلودہ اس کی فتنۂ بیدار ہے

---

۴۱۸ - ذکا ، خوب چند

شاعر خوش ادا ، لالہ خوب چند تخلص ذکا ، تلمذ[2] اس کو نصیر دہلوی سے :

انداز عجب ، طرفہ ادا ، آن تماشا
ہے سر سے قدم تک تو مری جان تماشا

نقش پا خالق گیتی نے بنایا مجھ کو
جس کے قدموں سے لگا اس نے مٹایا مجھ کو

رخ پہ قطرے ترے گرمی سے عرق کے چھوٹے[3]
روزِ روشن میں یہ بے وجہ ستارے ٹوٹے

۱- نسخۂ انجمن میں ترجمۂ منشی کے بعد اور ترجمۂ ضمیر سے پہلے شیخ کرامت علی اظہر کا ترجمہ ہے - (مرتب)

۲- شاگرد شاہ نصیر، یہ اس کی تقریر -

۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۴۱۹ - اسیر [بلتراز]

اسیر[1] ، قوم نصاریٰ ، شاگرد نصیر ، یہ دو شعر اُس سے یادگار :

نکل اک دن بتِ ترسا کہیں گھر سے باہر
دیکھنے کو ترے کب تک کوئی ترسے باہر

خانے میں چشم کے نہیں یہ لخت دل اسیر
ہیں طفل اشک کے یہ کبوتر نگار بند

۴۲۰ - معروف ، الٰہی بخش خاں

شعر گوئی پر مصروف ، الٰہی[2] بخش خاں تخلص معروف ، شاگرد شاہ نصیر دہلوی - من کلامہ :

کیا چھٹی اُس کی تمامی کی وہ انگیا ہاتھ سے
ہاتھ ملتا ہوں گئی سونے کی چڑیا ہاتھ سے

۴۲۱ - طوماس ، جان

صاحب تمیز و قیاس ، جان[3] صاحب فرنگی تخلص طوماس ، شاگرد شاہ نصیر ، یہ[4] شعر اُس سے یادگار :

سودا ہے زلفِ یوسف ثانی کا اس قدر
روتے ہیں ہم کھڑے سرِ بازار زار زار

۱- قوم نصاریٰ ، تخلص اسیر ، شاگرد شاہ نصیر ، یہ اس سے یادگار -
۲- الٰہی بخش تخلص معروف ، شاگرد نصیر -
۳- نسخۂ انجمن میں ''خان'' جو کتابت کی غلطی ہے - (مرتب)
۴- من کلامہ -

۴۲۲ ـ اعظم ، اعظم خاں

خوش قلم ، اعظم خاں تخلص اعظم ، شاگرد[1] شاہ نصیر دہلوی ۔ یہ اُس سے یادگار :

اسی مضمون سے معلوم اُس کی سرد مہری ہے
جو اُس نے نامہ مجھ کو کاغذ کشمیر پر لکھا

درد دل از بس طبیبوں سے نہاں رکھتے ہیں ہم
شبنم آسا نبض زیر استخواں رکھتے ہیں ہم

---

۴۲۳ ـ امیر ، شیخ امیر اللہ

شیخ امیر اللہ ، تخلص امیر ، شاگرد[2] شاہ نصیر دہلوی ، یہ اُس سے یادگار :

اس تشنہ گلو پر ہے پھرا دیکھ تو قاتل
بے آب ترا خنجرِ براں نہ ہوا ہو

---

۴۲۴ - امی ، روشن بیگ

عالم سخن وری ، روشن بیگ تخلص امی ـ شاگرد[3] نصیر دہلوی ، یہ بیت اس کی مشہور :

جی دھڑکتا تھا کہ پہنچے میں نہ آجائے لچک
ہاتھ سے چھوڑ دیا میں نے ترا جان کے ہاتھ[4]

۱ـ شاگرد نصیر ، یہ اس کی تقریر ۔
۲ـ شاگرد نصیر ، یہ اس سے یاد ۔ ۳ـ شاگرد نصیر ، منہ ۔
۴ـ نسخۂ انجمن میں مصرعوں کی ترتیب بدل کر یہ شعر دوبارہ بھی لکھا گیا ہے ۔ (مرتب)

۴۲۵ - منعم ، موہن لال

شیریں[1] مقال ، تخلص منعم ، نام موہن لال ، شاگرد شاہ نصیر دہلوی - من کلامہ :

کہیں آیا ہے دلا آج قدِ یار نظر
کچھ قیامت کے سے آتے ہیں جو آثار نظر

---

۴۲۶ - مشیر ، شیخ قطب الدین

شیخ قطب الدین تخلص مشیر ، شاگرد[2] شاہ نصیر دہلوی - یہ شعر اُس سے یادگار :

یہ غل ہے کہ وحشی نے ترے پاؤں نکالے
پھر دستِ جنوں سلسلہ جنباں نہ ہوا ہو

---

۴۲۷ - سہراب ، سہراب بیگ

قوتِ شاعری میں رستم کا جواب ، سہراب بیگ تخلص سہراب ، شاگرد نصیر ، یہ[3] اُس کی تقریر :

نہ ہوئی کوئی شب وصل میسر ورنہ
دیکھتے شوق محبت سے میں کیا کیا کرتا

ہم آئے بتنگ زیست سے پر
اے خانہ خراب تو نہ آیا

۱- شیریں مقال ، فارغ بال ، طبع اُس کی سالم ، موہن لال ، تخلص منعم ، شاگرد شاہ نصیر ، یہ اس کی تقریر -

۲- شاگرد شاہ نصیر ، یہ اس سے یادگار -

۳- من کلامہ -

۴۲۸ - اظہر ، شیخ کرامت علی

مرد نام آور[1] ، شاعر بہتر ، تاریخ گوئی[2] میں مشہور تر، سعید ازلی، مولوی شیخ کرامت علی تخلص اظہر ، خلف الصدق مولوی[3] امانت علی مرحوم ، ساکن موضع شیخ پور توابع فرخ آباد، وارد لکھنؤ۔ شاگرد رشید شاہ نصیر دہلوی - صاحب مروت و وفا ، مدت[4] سی سال سے مولف کا آشنا - (شریک صحبت ، یار غار خلوت ، نظارہ باز حسن خداداد ، تالیف قلوب میں استاد) - عنفوان[5] شباب میں عشق سادہ رویاں سے بے تاب رہتا تھا اور الفت امردان رشک حور سے ناصبور - یہ احقر محرم راز بلکہ دم ساز تھا - المختصر یہ چند تاریخ اور دو چار اشعار اس بزرگوار[6] سے یادگار :

تاریخ سریر آرائی شاہ دہلی یعنی بادشاہ جم جاہ بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ[7] :

از یمن ِ جلوس خسروِ عہد
افزود بہار باغ ِ دہلی

گر فکر تراست بہر تاریخ
اظہر تو بگو : چراغ ِ دہلی[8]

۱- نامور -
۲- تاریخ گوئی کے وصف میں وسعت تاریخ کم تر -
۳- . . . مولوی امانت علی ، ساکن شیخ پور ، ضلع فرخ آباد ، شاگرد رشید شاہ . . .
۴- عرصہ -
۵- یہاں سے ''المختصر یہ'' تک کی عبارت نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۶- . . اس مغتنم روزگار سے . .
۷- تاریخ سریر آرائے دہلی -
۸- چراغ دہلی - ۱۲۵۳ ہجری - (مرتب)

تاریخ سبیل امام باڑہ حضرت امام حسین علیہ السلام[1] :

ایں مکانِ سبیل شاہ زماں[2]
چوں نثار است از پے حسنین
خوش روانی او نوشت اظہر
کہ بود ایں سبیل نذر حسین[3]

تاریخ[4] پل آہنی دریائے گومتی بنا فرمودہ بادشاہِ حضرت واجد علی خلد اللہ ملکہ[5] :

قبلہ حاجات عالم ، مظہر جود و کرم
آفرینش را بسے بر ذات پاکش افتخار
چوں بنا بر گومتی فرمود جسرِ آہنی
از پے آسودگی خلق آں فرخ تبار
بہر سالِ ابتدایش خامہ اظہر نوشت
شد ز جسر آہنی اعجاز داؤد آشکار[6]

تاریخ امام باڑہ بنا نمودہ خواجہ[7] سرا اعتماد علی خاں عرف خوش نظر :

اظہر چو اعتماد علی خان پاک جان
مومن خجستہ بخت و جواں سال و حق پرست

۱- تاریخ سبیل امام باڑہ ۔ ۲- مرداں (کذا) ۔
۳- بود ایں سبیل نذر حسین = ۱۲۵۳ھ (مرتب)
۴- تاریخ جسر آہنی دریائے گومتی ۔
۵- دریائے گومتی پر آہنی پل امجد علی شاہ کے عہد میں بنا تھا ۔ (تاریخ اودھ ، نجم الغنی ، جلد سوم صفحہ ۲۹، ۳۰) ۔''واجد علی'' سہو کتابت ہے ۔ ''امجد علی'' ہونا چاہیے ۔ (مرتب)
۶- شدز جسر آہنی اعجاز داؤد آشکار = ۱۲۶۱ھ ۔ (مرتب)
۷- . . . . خواجہ سرائے خوش نظر اعتماد علی خاں ۔

نذر حسین قصر عزا کرد و ہم نوشت
شیون کہ حسین علیہ السلام است[1]

تاریخ مشاعرہ خانہ حکیم محمد ابراہیم[2] :

در جناب محمد ابراہیم
صحبت شاعراں پسند افتاد
پس تو اظہر بخواں پے تاریخ
صحبت شاعران نیک نہاد

اشعار مولوی صاحب موصوف[3] :

دل خراب پہ کیوں کر نہ اضطرار آئے
جو غیر سے وہ ہم آغوش و ہم کنار آئے
مزا تبھی ہے کہ تنہا گھر اپنے یار آئے
کہ بد نما ہے اگر گل کے ساتھ خار آئے
چراغ دیر میں روشن کروں میں کعبے میں شمع
جو شعلہ رویوں سے صحبت مری برار آئے

صبا کو بھی نہ ہو معلوم تا نشاں اپنا
رکھیں گے دور جہاں سے ہم آشیاں اپنا
خوشی سے پھول کے کیوں کر چمن میں بیٹھیں ہم
کسی روش نہ ہوا ہائے باغباں اپنا

۱- شیون کہ حسین علیہ السلام است = ۱۲۵۷ھ - نسخۂ انجمن میں ''است'' کی جگہ ''ہست'' ہے ، اس حساب مذکورہ مصرع سے ۱۲٦۱ھ برآمد ہوتے ہیں - (مرتب)
۲- یہ قطعۂ تاریخ مع عنوان ، نسخۂ انجمن میں نہیں - ''صحبت شاعران نیک نہاد'' = ۱۲٦۲ھ - (مرتب)
۳- اشعار مولوی موصوف -

ہوس نہیں ہمیں اب بزم عیش کی اظہر
کہ زعفران ہوا رنگ ارغوان اپنا

---

۴۲۹ - نکہت ، [نیاز علی بیگ[1]]

کل گلشن موزونیت ، سید نذر علی[2] تخلص نکہت ، شاگرد نصیر - من کلامہ[3] :

آج اک پردہ نشیں کو ہے مرے گھر آنا
اب تو آئے ملک الموت تو کہہ کر آنا

---

۴۳۰ - مشتاق [شیخ نجم الدین]

میاں مشتاق ، شاگرد نصیر ، مرید[4] بادشاہ دہلی ، یہ شعر اس سے یادگار :

کہا جو اُن[5] سے کہ میری خبر نہیں رکھتے
تو بولے غصے سے یہ درد سر نہیں رکھتے

ہوا میں دیکھ کے آئینہ ساں جنہیں حیران
وہ میرے حال پہ مد نظر نہیں رکھتے

۱- ترجمۂ نکہت نسخۂ انجمن میں سہراب کے بعد اور مشتاق سے پہلے ہے - (مرتب)

۲- نکہت کا نام ''نیاز علی بیگ'' ہے۔ نسخۂ پٹنہ میں ''سید نذر علی'' اور نسخۂ انجمن میں ''سید نظر علی'' غلط ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ''۔ (مرتب)

۳- من اشعارہ -

۴- مرید بادشاہ بہادر شاہ ، منہ -

۵- اُس -

ہزار حیف کہ آئی چمن میں فصلِ بہار
پہنچتے اڑ کے ، کریں کیا کہ پر نہیں رکھتے

نشان اُس کی کمر کا ہمیں ملے کیوں کر
عدم کی راہ کا ہم راہ بر نہیں رکھتے

ہمیں تو آپ سے الفت ہے تا دمِ آخر
نہ رکھیں آپ محبت اگر نہیں رکھتے

کرم کے ہم ترے مشتاق کیوں نہ ہوں شاہا !
کریم تجھ سا کوئی اے ظفر ! نہیں رکھتے

---

۴۳۱ - دل سوز ، خیراتی خاں

دل سوز تخلص ، خیراتی خاں ، نجابت اُس کے نام سے عیاں ۔ میر سوز صاحب کے تخلص پر دل جلانا اُسی[1] کا کام اور حوصلہ ۔ شاگرد شاہ نصیر ، یہ اشعار اُس سے یادگار :

ارادہ پائے بوسی کا تھا اے بیداد گر اپنا
گرا قدموں ہی پر تیرے ، کٹا جس وقت سر اپنا

تپِ فراق کے بیمار کی جو دیکھی نبض
طبیب کو بھی کئی روز تک بخار رہا[2]

ق

وہ تو کہتے تھے رازِ دل اپنا
مت کسی دوست دار سے کہنا

۱- اُس کا کام ، شاگرد نصیر دہلوی ، یہ کلام ۔
۲- - - - - بخار آیا ۔

اور یہاں دل کی بے قراری سے
روز دو تین چار سے کہنا

---

۴۳۲ - صاحب ، ظفریاب خان

(والا مناقب) مظفر الدولہ نواب ظفر یاب خان تخلص صاحب ، شاگرد خیراتی خان دل سوز - من کلامہ :

نظر آیا مجھے شب بام پہ پیارا اپنا
بارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا اپنا

ہے زلف حلقہ زن خطِ دلبر کے آس پاس
یا اژدہا ہے فوجِ سکندر کے آس پاس

---

۴۳۳ - شوق ، شیخ غلام رسول

سخن ورِ خوش مقال ، صاحبِ حال و ذوق ، شیخ غلام رسول تخلص شوق ، شاگرد شاہ نصیر - من کلامہ :

لکھا ہوا تھا یہ اس مہ جبیں کے پردے پر
نہیں[1] ہے کوئی بھی ایسا زمیں کے پردے پر

مرے مزار کے چوگرد کھینچنا دیوار
موا ہوں میں کسی پردہ نشیں کے پردے پر

---

۴۳۴ - ذوق ، شیخ محمد ابراہیم

شخصیت شاعری میں معاصرین پر اسے فوق ، شیخ محمد ابراہیم تخلص ذوق ، شاگرد غلام رسول شوق ، مخاطب بسلطان الشعرا ، ملقب

۱- نہیں ہے اب کوئی ایسا - - -

بہ خاقانی ہندی ، اُستادِ بادشاہِ دہلی - یہ اشعار اُس[1] وحیدِ روزگار سے یادگار :

چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا
مجھ کو ماہ تابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

شیخ ناسخ مغفور نے اس مضمون کو خوب کہا ہے - وھی ہذا[2] :

دھوپ بہتر پر شبِ فرقت کی بدتر چاندنی
صاعقہ کے طور سے پڑتی ہے مجھ پر چاندنی

(کلامِ ذوق) :

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

تأمل کیجیو ذوقِ تپیدن ، دیکھیے کیا ہو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

ٹھہری ہے اُن کے آنے کی یاں کل پہ جا صلاح
اے جان بر لب آمدہ تیری ہے کیا صلاح

مجھ میں کیا باقی ہے تو دیکھے ہے جو اُن کے پاس
بدگماں ! وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

۱- - - - - اُس سے یادگار ہیں -

۲- نسخۂ انجمن میں یہ جملہ ''- - - کہا ہے'' پر ختم ہو جاتا ہے- (مرتب)

رخصت اے زنداں جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے
واہ رے شورِ محبت ! خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

قطرہ قطرہ آنسو جن کی طوفاں طوفاں حسرت ہے
پارہ پارہ دل ہے جس میں تودہ تودہ حیرت ہے

قسمتِ برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی اِدھر
تو بھی آ کر تا سرِ مژگاں حیا سے رہ گئی

زخمی میں ہوا ہوں تری دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہیں چور مرے زخمِ جگر سے

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب میں
کیا جانے لکھ دیا اُسے کیا اضطراب میں

تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ، ایمان ہے تو سب کچھ

مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے
غرض تھی کیا ترے تیروں کو آبِ پیکاں سے
مگر زیارتِ دل کیوں کہ بے وضو کرتے
عجب نہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

نہ رہتی یوسفِ کنعاں کی گرمیِ بازار
جو ہم مقابلے میں تجھ کو روبرو کرتے

یقیں ہے صبحِ قیامت کو بھی صبوحی کش
اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

سراغ عمرِ گزشتہ کا کیجیے گر ذوق
تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

اُلفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جائے
یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

نگہ کا وار تھا دل پر تڑپنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے
کر کے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

وہ جنازے پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جب کہ اذنِ عام میرے[1] اقربا کہنے کو ہیں

۱۔ دونوں نسخوں میں "اپنے" ۔ یہاں کلیات ذوق ، صفحہ ۲۶۰
(مجلس ترقی ادب) کے مطابق تصحیح کی گئی ۔ (مرتب)

مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر[1]
مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

لکھیے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اُٹھ نہیں سکتا

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لے جانے میں

وہ اپنے سینے میں ہے آہِ آتشیں اے ذوق[2]
کہ برق دیکھے تو فی النار و السقر ہو جائے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جانے جائے ہے[3]
پر میرے پاس اُسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ہاں تأمل دمِ ناوک فگنی خوب نہیں
ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

دیکھا دمِ نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق ولے شام کو

وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں
محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہیں

۱تا۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں[1]

---

۲۳۵ - ظفر ، بہادر شاہ

خلاصہٴ دودمانِ گورگانی، لعلِ[2] بے بہائے بدخشان جہان نیک کردار، شہنشاہِ عالی‌مقدار، صاحبِ تحصیل، ذاکرِ تسبیح و تہلیل ، حضرت بادشاہ ظل[3] اللہ ، فلک بارگاہ ، ملک سپاہ ، بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ متخلص بہ ظفر ۔ محمد ابراہیم ذوق عہدۂ شاعری پر جناب فیض اکتساب میں نوکر ۔ من کلام معجز نظام :

ضبط فریاد کروں گریہ کو روکوں لیکن
دلِ بے تاب کو تھاموں یہ نہیں ہو سکتا

ہمارے آگے ہے ذکر اگلے دوست داروں کا[4]
پرانے مُردوں کی وہ ہڈیاں اکھاڑتے ہیں

دل دے کے اُس کو ایسی اذیت ہوئی ہمیں
اب دل کہیں نہ دیں گے ، نصیحت ہوئی ہمیں

۱- دونوں نسخوں میں غالب کا یہ شعر ذوق کے نام سے ہے ۔(مرتب)
۲- لعل بدخشان جہان بانی - - - -
۳- - - - - ظل اللہ ، ملایک سپاہ - - - تخلص ظفر - - - - فیض مآب میں نوکر - - - -
۴- یہ شعر نسخہٴ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

قاصدِ اشک چلا لے کے جو دل کا پیغام
کیا ظفر اس سے[1] ملاقات کی پھر ٹھہرائی؟

جنوں میں کیا مرے پیوند پیرہن کو لگے
کہ ایک تار بھی چھوڑا ہو تو کفن کو لگے

نعل شکل مہِ نو جب ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہِ روشن کو لگے[2]

پڑھ لیتے پس صفحہ سے مضمون ترے خط کا
کاغذ میں سیاہی دمِ تحریر نہ پھوٹی

تیس دن وعدے پہ غرے کے پھراتا ہے مجھے[3]
جب ہوا چاند تو غرہ ہی بتاتا ہے مجھے

مقدور کس کو حمد خدائے جلیل کا
اس جا پہ بے زباں ہے دہن قال و قیل کا

پانی میں اس نے راہ بری کی کلیم کی
آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

اُس کی مدد سے فوج ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

پھرتا ہے اُس کے حکم سے گردوں پہ رات دن
چلتا ہے یاں عمل کوئی جرِ ثقیل کا

۱- نے۔
۲- یہ شعر کلیات ذوق، صفحہ ۳۸۹ (مجلس ترقی ادب) میں بھی ہے۔ (مرتب)
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔(مرتب)

کیا پائے کنہِ ذات کو اُس کی کوئی ظفر
واں عقل کا ہے دخل نہ ہرگز دلیل کا

خار پر جو کم ثباتی قطرۂ شبنم کو ہے
اس سے بھی فرصت یہاں کم تر بنی آدم کو ہے
کیا کہیں ہم کیا محبت ہم سے تیرے غم کو ہے
ہم غنیمت غم کو ہیں اور غم غنیمت ہم کو ہے
محرمِ دل ہے وہی جو محرمِ اسرار ہے
اس حریمِ خاص میں کب بار نا محرم کو ہے
ساغرِ دل میں نظر آتا ہی عالم اور ہی
روبرو اس جام کے کیا رتبہ جامِ جم کو ہے
جو لکھا تقدیر کا ہے، ہو گا پورا دیکھنا
اے ظفر اس میں نہیں کچھ دخل بیش و کم کو ہے

---

۲۳۶ - قابل، مرزا [علی بخش]

مرزا عالی بخت[1] تخلص قابل، ابراہیم ذوق کی طرف مائل - یہ اشعار آن[2] سے یادگار:

سامنے میرے غیر سے تو ملے
ستم اس سے زیادہ کیا ہوگا

کیا جو قتل مجھے تو نے آج خوب کیا
کہ میں عذاب سے چھوٹا تجھے ثواب ہوا

۱- قابل کا صحیح نام "مرزا علی بخش" ہے - تفصیل کے لیے دیکھیے "تحقیق نامہ" - (مرتب)
۲- اس -

احوالِ گریہ سن کے مرا یار نے کہا[1]
اے لو ابھی سے عشق میں اس نے تو رو دیا

تم جو کہتے ہو جاؤ تم یاں سے
ایسے جائیں گے پھر نہ آئیں گے

مر ہی جانا ہے عشق سے بہتر
نہ جئیں گے، نہ رنج اٹھائیں گے

---

۴۳۷ - عالی

شاعر حالی، تخلص عالی، شاہزادۂ دہلی - رہبر شوق، ابراہیم ذوق - من کلامہ[2] :

صریح اس کو گر احوالِ دل جتا نہ سکے
تو کیا غزل میں بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نہ سکے

پیوں میں، دل کی بجھے آگ، آہ آس پر سے
ذرا سا وار کے پانی بھی یار لا نہ سکے

---

۴۳۸ - دارا، مرزا دارا بخت

سزاوارِ[3] تاج و تخت، مرزا دارا بخت تخلص دارا، ولی عہد بادشاہ دہلی، شاگرد ذوق - من کلامہ :

کسی کی چشم میگوں کا تصور ہم کو ہے دارا
قدم اٹھتا نہیں ہے، لغزشِ مستانہ رکھتے ہیں

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- منہ
۳- سزاوارِ تاج و تخت، ولی عہد بادشاہ، مرزا دارا بخت، تخلص دارا، شاگردِ ذوق - منہ -

۲۳۹ - الم ، [محمد علی]

مردِ بے غم[1]، تخلص الم ، ساکن دہلی ، شاگرد محمد ابراہیم ذوق -
یہ اُس سے یادگار :

نہ تھا تحمل اگر اُس کے ناز کا تو پھر
الم فریفتہ کیوں ایسے نازنیں پہ ہوئے

---

۲۴۰ - طالب ، [مہتاب رائے]

پنڈت کشمیری، ساکن لکھنؤ ، تخلص طالب ، ابتدا میں شاگرد جرأت
کا[2] تھا ، جب دوبارہ میاں نصیر صاحب لکھنؤ تشریف لائے ، ان کا
شاگرد ہوا - یہ اشعار اُس سے یادگار :

حسنِ خوباں سے زیادہ مرتبہ ہے عشق[3] کا
مجھ کو ہرگز مت سمجھنا اے بتِ بے پیر کم

لاکھ تو مجھ کو ستا تنگ نہیں ہونے کا
مستعد میں بسرِ جنگ نہیں ہونے کا

سخت جاں ہم ہیں کہ ہوتے ہیں مقابل ورنہ
سامنے دل کے ترے سنگ نہیں ہونے کا

قافلہ اشک کا ہرگز نہ چلے گا آگے
جب تلک نالہ دل زنگ نہیں ہونے کا

۱- ترجمۂ الم نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- - - - - کا ، جب میاں نصیر دوبارہ لکھنؤ میں آئے ، یہ ان کا
راغب ہوا - من کلامہ -
۳- نسخۂ انجمن میں ''حسن'' جو کتابت کی غلطی ہے - (مرتب)

دام میں زمزمہ سنجی جو کریں ہم صیاد
آشیاں گم کریں مرغان گلستاں[1] کتنے

---

۲۴۱ - مومن ، مومن خاں

مسیحا نفس[2] ، معجز بیاں ، حکیمِ بے نظیر ، شاعرِ بے عدیل ، مومن خاں تخلص مومن ، شاہجہاں آباد کا ساکن ، شاعر باجاعت ، تلامیذ بے نہایت ، غرورِ شاعری از حد ، معاصرین سے کاوش و کد ، شاہ نصیر سے تحصیلِ علم شعر مگر اب انکار ، یہ اشعار اس سے یادگار :

کیا تم نے قتلِ جہاں اک[3] نظر میں
کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

روزِ جزا جو قاتلِ دل جو خطاب تھا
میرا سوال ہی مرے خوں کا جواب تھا

پھرنے سے شام وعدہ تھکے یہ کہ سو رہے[4]
آرام شکوۂ ستمِ اضطراب تھا

وقتِ وداع بے سبب آزردہ کیوں ہوئے
یوں بھی تو ہجر میں مجھے رنج و عذاب تھا

۱- - - - مرغان خوش الحاں کتنے

۲- مسیحانفس ، ستارہ‌داں ، حکیم بے نظیر ، مومن خان - - - تلامیذ نہایت (کذا)، غرور - - - علم شعر مگر - - - یہ اس سے یادگار -

۳- یک -

۴- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

خود گلا کاٹ موا جبکہ میں بسمل نہ ہوا
ان کو آسان[نہ] ہوا جو مجھے مشکل نہ ہوا

دشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس[۱] نزاکتِ آواز دیکھنا

بوسے دمِ غضب لیے الٹی سمجھ تو دیکھ
بل جو پڑا جبیں پہ تمنا کو لب ہوا

چشمۂ حیواں بنا اس کے لبوں کی شرم سے
پانی پانی بسکہ اعجازِ مسیحا ہو گیا

خدا کی یاد دلاتے ہیں نزع میں احباب
ہزار شکر کہ اس دم وہ بدگماں نہ ہوا

دمِ حساب رہا روزِ حشر بھی یہی ذکر
ہمارے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس
آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

مہِ نو بن گئے ہم طولِ شبہائے جدائی سے[۲]
کہاں تک دیکھیے وہ حسن روز افزوں نہ ٹھیرے گا

۱- ہم نشیں۔
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

آغشتہ بخوں دست کو لو پونچھتے ہیں وہ
اُلٹے کفِ جلاد میں دامن ہے ہمارا

ہجرِ بتاں میں تجھ کو ہے مومن تلاشِ زہر
غم پر حرام خوار توکل نہ ہو سکا

مٹی نہ دی مزار تلک آ کے اس پہ بھی
کہتے ہیں لوگ خاک میں اس نے ملا دیا

دشمنی دیکھو تو تا الفت نہ آ جائے کہیں
لے لیا منہ پر دوپٹا حال میرا دیکھ کر

بیزار جان سے جو نہ ہوتے تو مانگتے
شاہد شکایتوں پہ تری مدعی سے ہم

وہ جفاکش ہیں اے فلک کہ کیا
اس ستم گر نے انتخاب ہمیں
اے تپِ ہجر دیکھ مومن ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

مت کیجو دیر آنے میں کیا جانے کیا بنے
پھینکا ہے جذبِ شوق نے یوسف کو چاہ میں
جانے دے چارہ گر! شبِ ہجراں میں مت بلا
وہ کیوں شریک ہو مرے حالِ تباہ میں

خود گلا کاٹ موا جبکہ میں بسمل نہ ہوا
ان کو آسان [نہ] ہوا جو مجھے مشکل نہ ہوا

دشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس[1] نزاکتِ آواز دیکھنا

بوسے دمِ غضب لیے الٹی سمجھ تو دیکھ
بل جو پڑا جبیں پہ تمنا کو لب ہوا

چشمۂ حیواں بنا اس کے لبوں کی شرم سے
پانی پانی بسکہ اعجازِ مسیحا ہو گیا

خدا کی یاد دلاتے ہیں نزع میں احباب
ہزار شکر کہ اس دم وہ بدگماں نہ ہوا

دمِ حساب رہا روزِ حشر بھی یہی ذکر
ہمارے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس
آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

مہِ نو بن گئے ہم طولِ شبہائے جدائی سے[2]
کہاں تک دیکھیے وہ حسن روز افزوں نہ ٹھیرے گا

۱- ہم نشیں ۔
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

بہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

آغشتہ بخوں دست کو لو پونچھتے ہیں وہ
اُلٹے کفِ جلاد میں دامن ہے ہمارا

ہجرِ بتاں میں تجھ کو ہے مومن تلاشِ زہر
غم پر حرام خوار توکل نہ ہو سکا

مٹی نہ دی مزار تلک آ کے اِس پہ بھی
کہتے ہیں لوگ خاک میں اس نے ملا دیا

دشمنی دیکھو تو تا الفت نہ آ جائے کہیں
لے لیا منہ پر دوپٹا حال میرا دیکھ کر

بیزار جان سے جو نہ ہوتے تو مانگتے
شاہد شکایتوں پہ تری مدعی سے ہم

وہ جفاکش ہیں اے فلک کہ کیا
اس ستم گر نے انتخاب ہمیں
اے تبِ ہجر دیکھ مومن ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

مت کیجو دیر آنے میں کیا جانے کیا بنے
پھینکا ہے جذبِ شوق نے یوسف کو چاہ میں
جانے دے چارہ گر! شبِ ہجراں میں مت بلا
وہ کیوں شریک ہو مرے حالِ تباہ میں

شیریں ہے طعن تلخیِ فرما: کس لیے
مجھ کو بھی کچھ مزا نہ ملا تیری چاہ میں

دامنِ قاتل کو وقتِ قتل کیونکر چھوڑتے[1]
بےکسی میں جان تھی اپنی کفن کی فکر میں
گر یقینی واں دعا ہوتی ہے اے مومن قبول
جائیں گے کعبے کو طفلِ برہمن کی فکر میں

بسکہ بن آئے مر گئے ہم شبِ انتظار میں
دن جو رہے تھے عمر کے جیتے رہے مزار میں

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا
بخت تیرے عاشقوں کے نارسا کہنے کو ہیں

وہ ہے بغل میں تو بھی تو یاں نیند اڑ گئی
یہ سوچ[2] ہے گیا نہ ہو اعدا کے خواب میں
ان نالہ ہائے شب کا اثر صبح دیکھیو
آیا خلل گر اس ستم آرا کے خواب میں

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں "چھوڑتے" کی بجائے "چھوڑتا" تھا - یہاں کلیات مومن ، جلد اول ، صفحہ ۱۵۳ (مجلس ترقی ادب) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

۲- نسخۂ انجمن میں "شوخ" بجائے "سوچ" جو سہو کتابت ہے - (مرتب)

مجھے تو کہتے ہو مت دیکھ میری جانب تو
اور آپ دیکھتے ہو بار بار آئینہ

الٹے وہ شکوہ کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ
بے طاقتی کے طعنے ہیں عذرِ جفا کے ساتھ

ہنگامِ وداع آہ گلا کاٹ رہے تھے
کیا کھینچتے دامن کو ترے کام میں تھا ہاتھ

میرا قلق بھی قبلہ نما سے نہیں ہے کم
باور نہیں تجھے تو ذرا منہ کو موڑ دیکھ
جلنا ترا بتوں میں بھی تاثیر کر گیا
مومن یقیں نہیں ہے تو پتھر کو پھوڑ دیکھ

منظورِ نظر غیر سہی اب ہمیں کیا ہے
بے دید تری آنکھ سے دل پہلے[1] پھرا ہے
توبہ گنہِ عشق سے فرمائے ہے واعظ
یہ بھی کبھی دل دے کے گنہگار ہوا ہے
میں ترکِ وفا پر بھی وفادار ہوں مشہور
کیں[2] تجھ سے جو اب دشمنِ احباب وفا ہے
مومن نہ سہی بوسۂ پا سجدہ کریں گے
وہ بت ہے جو اوروں کا تو اپنا بھی خدا ہے

۱- اپنا۔

۲- دونوں نسخوں میں "کی" بجائے "کیں" جو سہو کتابت ہے۔
(مرتب)

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے نعش پہ اس بے وفا کے آنے کی

تابِ نظارہ نہیں آئنہ کیا دیکھنے دوں
اور بن جائیں گے تصویر جو حیراں ہوں گے

تم اٹھ گئے محفل سے ذکر آتے ہی مجنوں کا
سائے سے مرے وحشت اے رشک پری اتنی[1]
کیا ہوگئی خود بینی اب غیر سے چشمک ہے
یا خوش نگہی وہ کچھ یا بد نظری اتنی
بے پردہ پسِ چلمن یک بار تم آ بیٹھے
ہے تابِ نظر کس کو کیوں جلوہ گری اتنی

میرے تغئیر رنگ کو مت دیکھ
تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے

اے قیامت نہ آئیو جب تک
وہ مری گور پر نہ ہو جائے

اجل سے خوش ہوں کسی طرح ہو[2] وصال تو ہے
نہ آئے نعش پہ وہ، پر یہ احتمال تو ہے

۱- دونوں نسخوں میں ردیف "ایسی" ہے - یہاں کلیات مومن، جلد اول، صفحہ ۱۹۹ (مجلس ترقی ادب) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

۲- سے -

جفائے یار کو سونپا معاملہ اپنا
اب آگے ہو نہ ہو امیدِ انفصال تو ہے

جاں بلب ہوں خبرِ یار سنا دے قاصد
لب ہلانے سے ترے کام مرا ہوتا ہے

کام جز الفت نہیں اے کاتبِ اعمال یاں
فائدہ حرفِ مکرر کی بھلا تحریر سے

شبِ ہجر میں کیا ہجوم بلا ہے
زباں تھک گئی مرحبا کہتے کہتے

---

۲۴۲ - وحشت، سید غلام علی خاں

خوش بیاں، دانائے حقیقت، سید غلام علی خاں تخلص وحشت، خلف میر فرحت اللہ خاں رئیس شاہجہان آباد، شاگرد مومن خاں۔ یہ اشعار اس سے یادگار:

دقتِ مضموں سے لکھنا تھا مری تقدیر کا
کھل گیا اُس پر کہ یہ خط ہے اسی دلگیر کا

بسکہ رنج افزائے طبعِ نازکِ جاناں نہیں
آسماں پر ہے دماغ اس آہِ بے تاثیر کا

اس نے دکھلایا جو خطِ غیر منہ فق ہو گیا
ہاتھ آیا اپنے یہ نسخہ نیا اکسیر[۱] کا

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "اکثیر" ہے۔ (مرتب)

غیر سے گر نہیں بے پردہ ہوئے ہو تو پھر
آپ کا بند نہ کیوں روزنِ دیوار ہوا

ہے مناہی کہ نہ کھینچے کوئی مجنوں کی شبیہ
اس قدر اب مری صورت سے وہ بیزار ہوا[1]

آیتیں حرمت صہبا کی سناتا ہوں اسے
ذکر سن سن کے رقیبوں کی مے آشامی کا

منفعل جوش جنوں سے ہوئے ایسے کہ نہ پوچھ
طوقِ آہن جسے سمجھے تھے گریباں نکلا

پھرے وحشت مرے دن پھر کے جو دیکھا اس نے[2]
گردشِ چشم ہوئی گردشِ دوراں مجھ کو

میں تو میں سچ تو یہ ہے دشمن نہ بدلے اے فلک
ملگجا اس کا دوپٹا چادرِ مہتاب سے

میں تو انساں ہوں ، یہ بے تابیٔ دل ہے وہ بلا
ہجر کی شب خواب اڑ جاتا ہے فرشِ خواب سے

۱۔ نسخۂ انجمن میں یہ مصرع اس غلط صورت میں ہے :"اس قدر اپنے مریضوں سے وہ بیزار ہوا ۔"

۲۔ دونوں نسخوں میں یہ مصرع اس غلط صورت میں ہے : "بڑھی وحشت مری دل بھر کے جو دیکھا اُس کو ۔" یہاں گلشن بے خار کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)

گرم غم خانہ ہے اتنا[1] آہِ آتش بار سے
بھاگتی ہے دھوپ میرے سایۂ دیوار سے

دشمنوں کو بھی ہوا شوقِ شہادت ان دنوں
اڑ گئی ہے آب کیا ظالم تری تلوار سے

---

۲۲۳ - یاس ، خیر الدین

خوش آئین، صاحبِ قیاس، خیرالدین تخلص یاس، شاگرد مومن خاں - من اشعارہ[2] :

ہوں وہ ثابت رہِ الفت میں کہ جوں نقشِ قدم
جب تلک مٹ نہیں لیتا ، نہیں اصلاً اٹھتا

زانوے **یاس** کہاں اور سرِ دل دار کہاں
ہم نشیں بات وہ کہہ جس کا ہو کچھ بھی سر پاؤں

ربط غیروں سے بڑھا ، مجھ سے وفا چاہتے ہو
دل میں سوچو تو یہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

عشوہ و ناز و ادا طعن سے کہتے ہیں مجھے
ایک دل رکھتے ہو کس کس کو دیا چاہتے ہو

عاشقِ زرد رخ اپنے کو جلانے سے حصول
سمجھو تو سونے کو تم خاک کیا چاہتے ہو

۱- اپنا -
۲- س کلامہ -

شربتِ وصل نہ پینے دو، نہ سم کھانے دو
کیا قیامت ہے نہ جینے دو، نہ مر جانے دو

ہے ستم میرا وہ بے تابی سے در پر جانا
اور ترا ناز سے کہنا "اسے مت آنے دو"

لب بند ہوں لذت سے جو نام آئے زباں پر
لے کیا کوئی بوسہ لبِ شیریں کا تمھارے

دم تو لے تیغ تلے اے طپشِ دل تھم جا
دیکھ قاتل کا مرے دھیان بٹا جاتا ہے

اس کے جوڑے کے تصور میں کہوں کیا اشعار
دل میں مضموں کی جگہ دھیان بندھا جاتا ہے

---

۴۴۴ - اکبر، اکبر خاں

خوش سخن‌ور، اکبر خان تخلص اکبر، شاگرد مومن خاں۔ یہ[1]
اشعار اس سے یادگار:

خانۂ غیر میں گر لگنے لگا جی تیرا
ہم کو بھی اور سے آتا ہے لگانا جی کا

ہوا نہ شوق سے اس کوچے میں گزر اپنا
ہمیشہ پیچھے رہا ہم سے نامہ بر اپنا

جنونِ عشق کا درماں نہ ہو کسی سے کبھی
کہو علاج کرے جا کے چارہ گر اپنا

۱- یہ اس کا بیان۔

قتل کر لاشۂ اکبر کو چھپایا گھر میں
بارے اُس نے مجھے جانے نہ دیا اور کہیں

دوشِ فلک پہ دیکھ کے لاش شہیدِ عشق
حوروں کو یہ گماں ہے کہ عرشِ بریں نہ ہو

کون رویا ہے ترے کوچے میں رات
کیوں سفیدی اُڑ گئی دیوار کی

---

۲۲۵ - شیفتہ ، مصطفےٰ خاں

خوبوں کے خال و خط پر فریفتہ ، نواب مصطفیٰ خان تخلص شیفتہ ، مردمِ دہلی کا رئیس و سردار ، صاحبِ تذکرہ مسمیٰ "گلشن بے خار"، شاگرد[1] رشید مومن خاں ۔ یہ اشعار اُس بزرگوار سے یادگار :

قبر سے اُٹھ کے یہی دھیان مکرر آیا
وہ تو آئے نہیں میں آپ میں کیوں کر آیا

ہے خراشِ ناخنِ غم سے بھی کیا بالیدگی
جو ہلالِ غرّہ تھا وہ ماہِ کامل ہو گیا

گھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے
دیکھا اثر یہ نالۂ بے اختیار کا[2]

۱۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاگرد مومن ۔ ۔ ۔ ۔

۲۔ نسخۂ انجمن میں یہ مصرع سہو کتابت سے یوں لکھا ہے :"دیکھا اثر نالی اغیار کا"۔ (مرتب)

کیوں نہ ہووے طپشِ دل سے مجھے خواہشِ مرگ
سب کو دنیا میں پسند آئے ہے آرام اپنا

شبِ ہجراں نے کہا قصۂ گیسوے دراز[1]
شیفتہ تو بھی دلِ زار نے سونے نہ دیا

ہائے اُس برقِ جہاں سوز پہ آنا دل کا
سمجھے جو گرمیٔ ہنگامہ جلانا دل کا
دیکھتے ہم بھی کہ آرام سے سوتے کیونکر
نہ سنا تم نے کسی روز فسانا دل کا

---

۴۴۶ - فدا ، شیخ فدا حسین[2]

صاحب فکر رسا ، شیخ فدا حسین تخلص فدا، ولد شیخ کریم اللہ ، متوطن قصبہ ڈیبائی ضلع بلند شہر، شاگرد نواب مصطفیٰ خان ، صاحبِ تذکرۂ گلشن بے خار - یہ اشعار اُس سے یادگار :

عزیزو شیفتہ ہوں میں رخِ پُرنور جاناں کا
مرے مرقد پہ ہے تعویذ لازم مہرِ تاباں کا

کیا جلد وہ خوش خرام آیا
وعدے پہ سحر کے شام آیا

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے پہلے مصرعے میں ''کیا'' بجائے ''کہا'' اور دوسرے مصرعے میں نسخۂ پٹنہ میں '' کو'' بجائے ''تو'' - (مرتب)

۲- ترجمۂ فدا نسخۂ پٹنہ میں نہیں - (مرتب)

غرض آتش بیانی سے ہماری اے فدا یہ ہے
طپش سے دل کی یعنی یار کو آگاہ کرتے ہیں

ملے گا آج گلزارِ شہادت سبز بختوں کو
رفیقو ! ہاتھ پر اُس شوخ نے مہندی لگائی ہے

یاقوت و عقیق و در و مرجاں پہ ہے فائق
وہ اشک کہ جو دیدۂ دل‌گیر سے ٹپکا

تیز کس واسطے یہ خنجرِ براں کرنا
قتل میرا نگہِ تیز سے جاناں کرنا

---

۲۲۷ - شورش ، [غلام] احمد

شاعرِ افسوں بیاں ، شیخ احمد تخلص شورش[۱] ، شاگرد مومن خاں ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

کھو رکھے گا مجھ کو میرا دیدۂ تر ایک دن
شمع ساں گھل جائے گا یہ جسمِ لاغر ایک دن

کیا قیامت ہے کہ روزِ حشر ہے ہر روز ہجر
ہے قیامت کے لیے یارب مقرر ایک دن

چشمِ عاشق کو جو دریا سے کوئی دے تشبیہ
بس وہی رونے کا ہو جائے بہانا مجھ کو

۱- نسخۂ انجمن میں تخلص ''سوزش'' لکھا ہے اور دونوں نسخوں میں نام''شیخ احمد''ہے جو درست نہیں ۔ صحیح''غلام احمد'' ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے : تعلیقات و حواشی ۔ (مرتب)

ہمدم شبِ ہجراں میں اجل بھی تو نہیں ہے
حال اپنا کہیں کیا در و دیوار کے آگے

---

۲۲۸ - بے تاب ، عباس علی خاں

گوہر کی اُس کے سخن میں آب و تاب ، عباس علی خاں تخلص بیتاب ، رئیس رام پور ، شاگرد مومن خاں - (یہ اُس کا بیان) :

بھا گیا اپنے زبس قتل کا ایما مجھ کو
بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنا مجھ کو

داد سے روز جزا کی بھی رہوں گا محروم
یہ نظر آئے ہے طولِ شبِ یلدا[1] مجھ کو

پیدا ہوا رقیب کا غم دل میں ان دنوں
بیتاب غم کے کھانے میں بھی کچھ مزا نہیں

---

۲۲۹ - کرم ، شیخ غلام ضامن

شاعرِ خوش شیم ، شیخ غلام ضامن تخلص کرم ، شاگرد مومن خاں - یہ[2] اشعار اُس سے یادگار :

تیر ناخوردہ ہما رشک سے کیا کیا تڑپا
استخوانوں میں مرے دیکھ کے پیکاں تیرا

فرہاد و قیس عشق میں سرگرم لاف تھے
خاموش ہو گئے جو مرا نام آ گیا

۱- سہو کتابت سے نسخۂ پٹنہ میں "ہجراں" اور نسخۂ انجمن میں "یلداں" - (مرتب)
۲- من اشعارہ۔

نام کب آسودگاں لیں نالہ ہائے زار کا
سرمہ آواز ہے سایہ تری دیوار کا

ہاتھ ہووے گا مرا اور ترا داماں ہوگا
چاک جب صبح قیامت کا گریباں ہوگا

اسیری نے کی پردہ پوشی جنوں کی
کیا طوقِ گردن نے کارِ گریباں

نسبت ہے میرے داغ سے[1] کیا گل کو عندلیب
کو آہِ سرد و بادِ سحر دونوں ایک ہیں
روزِ شمار جان شبِ ہجر کو کرم
نے شام آسے نہ اِس کو سحر دونوں ایک ہیں

---

۲۵۰ - مسکینؔ، عبدالواجد خاں

سزاوارِ آفرین و تحسین[2]، عبدالواجد خاں تخلص مسکین، شاگرد مومن خاں - من اشعارہ:

کیوں نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اُس رنجور کا
جس کو از خود رفتگی بھی اک سفر ہو دور کا

۱- نسخۂ انجمن میں ''کو'' بجائے ''سے'' جو سہو کتابت ہے -(مرتب)
۲- - - - تحسین، تخلص مسکین، شاگرد مومن خان، یہ اُس کا بیان -

۲۵۱ - عظمت ، میر عظمت اللہ خاں

صاحب[1] جاہ و مکنت ، میر عظمت اللہ خاں تخلص عظمت ، شاگرد مومن خاں ۔ من کلامہ :

نام عظمت ہے نہ شوکت نہ شکوہ
کیا ہی اس نام سے گھبراتا ہوں

---

۲۵۲ ۔ تسکین ، میر حسین

مجلس سخن کی اس سے زیب و تزئین ، سید خوش نسب ، میرحسین تخلص تسکین[2] ۔ بہ قول مؤلف تذکرۂ گلشن بے خار سلسلہ اُس کے نسب کا میر حیدر خان قاتل وزیر بادشاہ فرخ سیر تک پہنچتا ہے اور مومن خان سے سر رشتہ قرابت کا رکھتا ہے ، یہ اشعار اس سے یادگار :

دیکھیو خانہ خرابی غیر واں قابض ہوا
جس کے گھر کو ہم یہ سمجھے تھے کہ اپنا ہو چکا[3]

بے بال و پری کھوتی ہے توقیرِ اسیری
صیاد کبھی لے کے یہاں دام نہ آیا

۱۔ میر عظمت ۔ ۔ ۔ ۔ مومن خاں ، یہ بیت اس سے یادگار ۔

۲۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تسکین ، شاگرد اور قریب ترین مومن خاں ، بقول مصطفیٰ خاں صاحب تذکرہ ۔ ۔ ۔ حیدر خاں کہ قاتل ۔ ۔ ۔ فرخ سیر یعنی حسین علی خاں سادات بارہہ تک پہنچتا ہے ۔ یہ مؤلف بھی اس سے آشنا ہے ۔ فی الجملہ وہ بھی جلادت اور شجاعت اپنے اجداد کی رکھتا ہے ۔ یہ اشعار ۔ ۔ ۔ ۔''

۳۔ جس کے گھر کو ہم سمجھتے تھے کہ اپنا گھر ہوا ۔

ہر صبح وہ ڈھونڈے ہے کوئی تازہ خریدار
صورت مری ہر روز بدل جائے تو اچھا

یاں آنے سے کس واسطے جلتا ہے ہمارے
عاشق تو نہیں ہے کہیں دربان تمھارا

خوب صورت نہ ہو کوئی تو نہ ہو بدنامی
سچ تو یہ ہے کہ برا ہوتا ہے اچھا ہونا

کر سکے دفن نہ اس کوچے میں احباب مجھے
خاک میں آن کی کدورت نے دیا داب مجھے

نام **تسکین** و یہ مضمون طپش نا زیبا
تھا تخلص جو سزاوار تو بیتاب مجھے

اب یہ حالت ہے کہ ان سا بے درد
مرے مرنے کی دعا مانگے ہے

تم کو بھی تو غیروں سے یہ اخلاص نہیں ہے
جو ربط کہ اس دست و گریبان میں دیکھا[1]

بھول جائیں گے وہ اغیار کو ، میں
مر گئے پر بھی اگر یاد آیا

۱- یہ اور اس کے بعد کے چاروں شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)

کوچۂ یار میں میں نے **تسکین**
پاؤں رکھا تھا کہ سر یاد آیا

غیروں کا اشارا ہے مرے قتل پہ ناحق
یہ جنبش ابرو ہے تو سر کاہے کو ہو گا

گر مر کے چھٹے دل کی طپش سے تو عزیزو
تا حشر نہ نکلیں گے کبھی گور سے باہر

---

۲۵۳ ۔ نادم [جبار دهلوی[1]]

نادم تخلص، مردم دہلی، شاگرد میر حسین تسکین ۔ یہ دو شعر اُس کے یادگار:

آتے ہی تیرے شام ہوئی جلد کس طرح
کیا آفتاب داغ دل بے قرار تھا

آج یہ دیکھیں کہ ہوتی ہے سحر کس طرح سے
شام ہی سے جوش پر کچھ نالۂ شب گیر ہے

---

۲۵۴ ۔ عنایت، عنایت علی خاں[2]

عنایت علی خاں تخلص **عنایت**، میرحسین تسکین سے اُسے استفادہ، یہ اس سے یادگار:

۱- ترجمۂ نادم نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲- ترجمۂ عنایت نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

میں اُس کے دوش سے محفل میں لگ کے بیٹھ رہا
تو یہ بھی دیکھ کے اغیار بے حیا نہ اٹھے

---

۲۵۵ - نسیم ، مرزا اصغر علی خان

صاحب خلق عمیم ، مرزا اصغر علی‌خاں تخلص **نسیم** ، ابن نواب آقا علی خان[1] ، ساکن دہلی، شاگرد مومن خان ، یہ اشعار کہ اس سے یادگار ہیں لکھے جاتے ہیں :

تا عرش تیری شورش بداد جائے گی
گر میں نہ جاؤں گا مری فریاد جائے گی

ہم پر عبث ہے حوصلۂ نیشتر زنی
حرمت تمام عمر کی فصاد[2] جائے گی

قاتل یہ خندہ ہائے جراحت نہ ہوں گے کم
لب ہائے زخم سے نہ تری یاد جائے گی

(اس مطلع پر نہایت فخر اور ناز) :

بڑھتے بڑھتے لاغری پنہاں بدن ہو جائے گا
تن کہاں ہوگا گماں آخر کو تن ہو جائے گا

ہے یہی گر نا توانی فکر عریانی ہے کیا
دامن نظارہ تن پر پیرہن ہو جائے گا

اشک دیدہ ہیں ہمیں کیا خانہ ویرانی کی فکر
گر پڑے جس جا وہیں اپنا وطن ہو جائے گا

۱- . . . خان ، شاگرد مومن خاں ، چونکہ ہنوز زبان اس کی بدستور ، شعرائے لکھنؤ میں دلی والا مشہور ہے۔ یہ اشعار اس سے یادگار .

۲- برباد .

اللہ کیا تڑپ ہے دل بے قرار کی
صحن فلک زمین ہے مجھ خاکسار کی
عادت میں فرق آئے نہ مجھ اشکبار کی
چادر کفن کے واسطے دو آبشار کی

نہ کر دل خوف ہجراں کی سحر سے
کریں گے شام ہم دود[1] جگر سے
لچک جاتی ہے وہ بار نظر سے
نشاں پایا تو جاتا ہے کمر سے

جاں نکلنی کیسی مشکل ہو گئی
موت بھی کیا رحم قاتل ہو گئی

چاک[2] ہو خود وہ لباس ناتواناں چاہیے
شب کا دامن صبح کا ہم کو گریباں چاہیے
میں تو خود وہ خاک ہوں ظالم کہ میرے واسطے
اک ہوائے جنبش داماں مژگاں چاہیے

نہ پائی ضعف سے فرصت جو آتے ڈھل کے داماں پر
وہ آنسو تھے نکل کر رہ گئے ہم نوک مژگاں پر

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''درد'' ۔ (مرتب)
۲۔ چاک ہو وہ خود . . . . .

نہیں ہیں اس درجہ بے ادب ہم کہیں جو ان کے دہن نہیں ہے
دہن[1] تو ہے پر ہے تنگ ایسا کہ اس میں جائے سخن نہیں ہے
یہ رحم صیاد بھی ستم ہے کرے خزاں میں جو وا قفس کو
بہار دیکھے گی کس کی بلبل کہ اب وہ لطف چمن نہیں ہے
جو تارک لذت جہاں ہیں انھیں قناعت پہ دسترس ہے
ہمیں کفایت ہے بوئے سبزہ جو چادر یاسمن نہیں ہے

---

۲۵۶ - اشرف ، اشرف علی[2]

اشرف علی تخلص اشرف ، نسیم[3] دہلوی کا ہم طرف ، یہ اس سے یادگار :

کافر عشق ہوں اسلام سے کیا کار مجھے
حج اکبر ہے طواف در دلدار مجھے

بزم جاں نثاراں ہے شغل جانفشانی ہے
زندگی کا ماتم ہے دم کی نوحہ خوانی ہے
بے خبر مرے محرم تنگ ہے بہت عالم
بھر رہا ہوں الٹے دم مرگ کی نشانی ہے

---

۲۵۷ - شمیم ، میر محمد حسین

میر محمد حسین تخلص شمیم ، شاگرد (اصغر علی خاں) نسیم ،

۱- دہن تو تیرے ہے تنگ ایسا . . . . .

۲- دونوں نسخوں میں تخلص ''شرف'' ہے جو درست نہیں ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ''۔

۳- . . . . نسیم کا ہم طرف ، یہ اشعار اُس . . . . .

یہ[1] اشعار اُس سے یادگار :

ہوا آئینے سے دونا غرور حسن دلبر کو
عداوت تھی ہمارے نام سے شاید سکندر کو

پنہائیں جوش وحشت نے ہزاروں پا میں زنجیریں
کیا دیوانگی نے آشنا ہر سنگ سے سر کو

لکھا ہے بے حواسی سے سراسر حال محرومی
کہیں عنقا نہ کر دیوے مرا نامہ کبوتر کو

پہنچا نہ اڑ کے چرخ پہ میں وہ غبار ہوں
ہرچند ہوں بلند مگر خاکسار ہوں

گردش میں کس لیے مجھے لایا ہے اے جنوں
پیمانہ ہوں نہ چرخ نہ میں روزگار ہوں

---

۲۵۸ ۔ غالب ، مرزا اسد اللہ خاں

صاحب رائے صائب ، مرزا نوشہ[2] اسداللہ خاں تخلص غالب ، نقاوۂ دودمان کریم ، خلاصہ[3] خاندان[3] فخیم، خوش لہجہ[4] ، معجز بیان ، کہیں مقطع میں غالب ، کہیں اسد ، سخن اُس کا مستند ، کبھی مسکن اُس کا دہلی ،کبھی اکبر آباد ، یہ اشعار اس سے یاد :

آشفتگی نے نقش سویدا[5] کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

۱۔ یہ اُس سے یادگار ۔
۲۔ دونوں نسخوں میں ''نوشاہ''۔(مرتب)　　۳۔ دودمان ۔
۴۔ خوش لہجہ ، شاعر معتمد ،کہیں تخاص غالب کہیں اسد ،کبھی مسکن دہلی ، کبھی . . .
۵۔ دونوں نسخوں میں ''نقشہ سودا'' جو درست نہیں ۔(مرتب)

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی[1] نہ زیاں تھا نہ سود تھا

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

دل مرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا
آتش خاموش کے مانند[1] گویا جل گیا

دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

شوق ہر رنگ رقیب سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

بوئے گل ، نالہٗ دل ، دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرتے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلہٗ عشق[2] سیہ پوش ہوا میرے بعد

۱- دونوں نسخوں میں ''وہ'' - یہاں دیوان غالب (نسخہٗ عرشی ، صفحہ ۱۴۴) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

۲- دونوں نسخوں میں سہو کتابت سے ''شعلہٗ حسن'' - (مرتب)

بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر در و دیوار
نگاہ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار

لرزتا ہے مرا دل زحمت مہر درخشاں پر
میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خار بیاباں پر

نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی
سفیدی دیدۂ یعقوب[1] کی پھرتی ہے زنداں پر

فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے[2]
بہم گر صلح کرتے پارہائے دل نمکداں پر

ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذر مستی ایک دن

غرۂ اوج بنائے عالم امکاں نہ ہو
اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں
ہم بھی مضموں کی ہوا باندھتے ہیں[3]

آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے
ہم بھی ایک اپنی ہوا باندھتے ہیں

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''یاقوب'' ۔ (مرتب)

۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳۔ دونوں نسخوں میں یہ مصرع اس غلط صورت میں ہے :
ہم بھی مضمون ہوا . . . (مرتب)

سادہ پرکار ہیں خوباں کہ اسد
ہم سے پیمان وفا باندھتے ہیں

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں
یعنی ہمارے جیب میں اک تار بھی نہیں[1]
گنجائش عداوت اغیار یک طرف
یاں دل میں ضعف سے ہوس یار بھی نہیں

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے
کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ
دل فرد جمع و خرچ زبانہائے لال ہے
ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ایک جا حرف وفا لکھا تھا وہ بھی مٹ گیا
ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے
جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں[2]
ہم نہیں جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے
آنکھ کی تصویر سرنامے پہ کھینچی ہے کہ تا
تجھ پہ کھل جائے کہ اس کو حسرت دیدار ہے

۱- یہ شعر صرف نسخۂ پٹنہ میں ہے اور اس میں یہ مصرع یوں ہے : یعنی ہمارے دوش پہ اک . . . - (مرتب)

۲- یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)

کارگاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقاں ہے

بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

کب وہ سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری
دہن اُس کا جو نہ معلوم ہوا
کھل گئی ہیچ مدانی میری
کر دیا ضعف نے عاجز غالب
ننگ پیری ہے جوانی میری

---

۲۵۹ - فگار ، میر حسین[1]

سخنور[2] خوش شعار ، میر حسین تخلص فگار ، شاگرد اسداللہ خان غالب ، یہ اس سے یادگار :

دیکھ آئینے کو اس نے کیا اس لیے ٹکڑے[3]
یعنی مجھے کس واسطے مجھ سا نظر آیا

کرتا ہے غنچہ تیرے دہن کی برابری
شاید یہ اپنے بھول گیا ہے دہن کی بو

۱- دونوں نسخوں میں تخلص ''افگار'' لکھا ہے جو درست نہیں۔(مرتب)
۲- خوش شعار . . . شاگرد غالب - یہ . . . -
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲۶۰ - نظیر، شیخ ولی محمد

بلبل خوش صفیر، شیخ ولی محمد تخلص نظیر، ساکن اکبر آباد، وضع قلندرانہ، مرد آزاد، معاش اس کی تعلیم صبیان اور اجرت صدائے فقیران، (ہنس نامہ اور خرسہرہ نامہ کہ فقیر پڑھتے ہیں، اس کا کہا ہوا ہے) - یہ[1] اشعار اس سے یادگار:

سبھوں کو مے، ہمیں خونناب دل پلانا تھا
فلک ہمیں یہ تجھے زہر کیا کھلانا تھا

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کمبخت ترا چاہنے والا نکلا

سرچشمۂ بقا سے ہرگز نہ آب لاؤ
حضرت خضر[2] کہیں سے جا کر شراب لاؤ

میں دست و گریباں ہوں دم باز پسیں سے
ہمدم آسے لانا ہے تو لا جلد کہیں سے

کچھ نہ دیکھا ہم نے جز بیداد تیرے ہاتھ سے
اے مرے بیداد گر فریاد تیرے ہاتھ سے

۱- یہ چند شعر یادگار۔

۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "جگر" بجائے "خضر"۔(مرتب)

۴۶۱ - ضمیر ، میاں مداری

شرافت اُس کے نام سے عاری ، میاں مداری تخلص ضمیر، شاگرد نظیر ، یہ بیت اس سے یادگار :

وہ ابھی ہے نو گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہے
نہ کچھ آئنے سے اسے خبر نہ حیا سے کچھ سروکار ہے[1]

---

۴۶۲ - صاحب قراں ، میر امام علی

ہاجیٔ طائفۂ زناں ، میر امام علی[2] تخلص صاحب قراں ، سید صحیح النسب (شاعر خوش کسب) ساکن قصبۂ بلگرام ، شوخیٔ طبع سے مفت بدنام[3] ، رسوائے انام . . . . . .[4] ، یہ اُس سے یادگار :

رات روشن سے[5] اندھیرے میں . . . . گیا[6]
اس نئی گرمی کو سن کر میں ہنسی سے مر گیا
اس مکر جانے کو کیا کہتے ہیں مغلو خیر ہے
پھر رہا کیا . . . . باقی جب . . . . گیا

۱- نسخۂ انجمن میں میاں مداری ضمیر کے بعد شاہ رکن الدین عشق سے لے کر چرکیں تک کے تراجم ہیں جو نسخۂ پٹنہ میں پہلے آ چکے ہیں - (مرتب)

۲- نسخۂ پٹنہ میں نام "میر غلام علی" لکھا ہے جو درست نہیں - یہاں نسخۂ انجمن کے مطابق صحیح نام درج کیا گیا ہے -(مرتب)

۳- . . . . بدنام ، رسوائے انام - منہ -

۴- ایک لفظ جو واضح نہیں - (مرتب)

۵- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت ہے "کے" - (مرتب)

۶- صاحب قراں کے اشعار میں جہاں کہیں نقطے ہیں ، وہاں سے فحش الفاظ حذف کیے گئے ہیں - (مرتب)

پھرتا رہے محفل میں شاہوں کی یہ پیمانہ
آباد رہے ساقی دایم ترا مے خانہ

ہولی کی بزم میں تھا گو دخل رات اپنا[1]
چھاتی کے قمقموں تک پہنچا نہ ہات اپنا

جب کہ جلوہ ہوا مجلس میں ترے آنے کا
رات کو شمع سے دل پھر گیا پروانے کا
گرچہ ہر خانۂ پر دود میں دم رکتا ہے
پر تری زلف میں یہ دل نہیں گھبرانے کا
. . . . سے میرے نہ ڈر ، شوق سے . . . . ہو[2]
بے اجازت ترے . . . . کا

یہ رشتہ ہے محبت کا نہ ٹوٹا ہے نہ ٹوٹے گا
دل اُس کے دام گیسو سے نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا
شکست دل کی اے صاحب قراں تہمت نہ دے اُس کو
کسی نے ملک دل اپنا نہ لوٹا ہے نہ لوٹے گا[3]

. . . .
کیا زمیں تھی کہ نمو ہوتے ہی . . . .
اشک اب متصل آتے ہیں مری آنکھوں میں
ہوش لڑکے نے جہاں گھر میں سنبھالا نکلا

۱، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳- کسی نے ملک کو اپنے نہ . . . .

پوچھا صاحب قراں نے . . . .
. . . . کیا ہے
لگی کہنے کہ دیکھ لو صاحب
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

. . . . آب کھینچتی ہے
اوپر سے شراب کھینچتی ہے
لاہی کی سمجھ کٹوری اس کو
دریا سے حباب کھینچتی ہے
میں اور تو کیا کہوں کہ مصری
ہر گل سے گلاب کھینچتی ہے
جو اپنی بساط میں ہے اس کو[1]
وہ خانہ خراب کھینچتی ہے

قطعہ[2]

لاتی ہے جو درمیان حیلے روشن
اتنے بھی تو ہم نہیں ہیں ڈھیلے روشن
بے پر تو . : . . کب منور . . . .
ہووے نہ چراغ بے فتیلے روشن

(تضمین)

زمانے سے کیا اٹھ گئی ہے نکوئی
نہ ملتا ہے مانگے نہ دیتا ہے کوئی

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- یہ قطعہ نہیں رباعی ہے - نسخۂ انجمن میں لفظ "قطعہ" نہیں ہے -
(مرتب)

کہو غافلوں سے کہ اتنا سمجھ لیں
رہے گا نہ کوئی رہے گی نہ کوئی

. . . . گفت آہستہ بگوش او
خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

چاق ہو کب طلا سے سست وجود
بر مخنث سلاح جنگ چہ سود

. . . .[1]
بیٹھ مت مانند بلبل پھول پھول
آزمودہ را نہ باید آزمود
پند سعدی یاد گیر اے بوالفضول

سکہ زد از بنگ تا ہندوستان
بادشاہ ہاجیان صاحب قران[2]

۲۶۳ - اسرار ، مرزا بندو

بے عزتیٔ خلق خدا اسے گوار ، مرزا بندو تخلص اسرار ، شاگرد صاحب قران ، یہ[3] اُس سے یادگار :

۱- یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں صاحب قران کے اشعار کی ترتیب مختلف ہے۔ شعر ۸-۹-۳-۵-۶ (اسی ترتیب سے) آخر میں درج کیے گئے ہیں اور ان سے پہلے یہ عبارت ہے : ''دو تین شعر صاف صاف کہ آلودگیٔ فحش سے پاک ہیں لکھے جاتے ہیں -'' (مرتب)
۳- یہ اُس کا بیان ہے -

چاندنی کے گھر میں اے یارو بڑا اندھیر ہے'
آشنا بیٹھے رہے اور . . . .

. . . .
ہاون آہن میں دیکھا دستۂ بلور کو

الٰہی . . . . . باران آب کے بدلے
. . . . سحاب کے بدلے
. . . . پیری میں آشنائی کی
کلنک منہ کو لگایا خضاب کے بدلے

اس میں ہیں مضمون جو محراب . . . . کے
. . . . ہوئے مصرعے مرے اشعار کے
اے طبیبو شیخ کو ہے . . . . ہوئی
. . . . لکھو نسخے میں اس بیمار کے

شکل گل ہر اک . . . . وا ہو جائے گی
. . . میرے واسطے باد صبا ہوجائے گی
. . . .
آتشک کی آگ دے دے کیمیا ہوجائے گی
. . . .
چار دن میں دیکھنا وہ کیا سے کیا ہو جائے

یہ شعر اس کے کہ آلودگیٔ فحش سے پاک ہیں، لکھے جاتے ہیں :

۱- اسرار کے اشعار میں جہاں کہیں نقطے ہیں، وہاں سے فحش الفاظ حذف کیے گئے ہیں - (مرتب)

امید ضبط تھی دل خانہ خراب سے
عاشق سمجھ گیا' وہ مجھے اضطراب سے

طبع رسا کو کیا کسی رہبر کی احتیاج
ہم خود نکال لیتے ہیں مطلب کتاب سے

کیوں واژگوں رہے نہ مرا کسہ' سوال
سیکھی ہے بس یہ میں نے قناعت حباب سے

بسل ہے نزاکت اُس کی نہایا جو بحر میں
چھڑیاں بدن پہ اُس کے لگیں موج آب سے

---

۲۶۴ ۔ ناسخ ، شیخ امام بخش

ناسخ رسم کہن ، مجتہد علم شعر و سخن ، صاحب رائے سلیم ، یادگار صائب و کلیم، خلاق معانی ، شیریں بیان (مفتیٔ مسائل سخنوراں) مرحوم و مغفور شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ خلف شیخ خدا بخش (ساکن اودھ ، مدت لکھنؤ میں بسر کی) ۔ میاں مصحفی صاحب اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ مشورہ شعر کا اس کو محمد عیسیٰ تنہا سے تھا اور وہ تربیت یافتہ میرا ۔ مگر' اُس کے بعض مقطع سے متابعت محمد تقی میر کی ظاہر ۔ (چنانچہ یہ دو مقطعے اُس کے لکھے جاتے ہیں):

جانتے ہیں خوب اردوے معلّی کی زبان
مدتوں صحبت رہی ہے ہم کو ناسخ میر سے

شبہ ناسخ نہیں کچھ میر کی استادی میں
خود وہ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

بالصواللہ اعلم اب ۔

۱۔ گئے ۔ ۲۔ اور ۔

ایک دن بہ حسب اتفاق یہ فقیر اس کی خدمت سراسر افادت میں گیا ، استفسار خیر و عافیت کے بعد سبب آنے کا پوچھا - میں نے[1] عرض کیا ، واسطے استفادے کے حاضر ہوا ہوں[2] - یہ مطلع کہ تازہ طرح ہوا تھا ، میں نے پڑھا :

ملے نہ رخ سے اگر غازۂ عذار ہوں میں
نہ آنے دے مجھے آنکھوں میں گر خمار ہوں میں

فرمایا کہ خمار 'اتار' کو کہتے ہیں ، تم نے نشے کے مقام پر باندھا ہے - میں نے کہا ، خمار کے معنی[3] لغت میں کیفیت شراب کے آئے ہیں چنانچہ :

ترک چشم مخمورت مست ناتوانی ہاست
سرمہ با نگاہ او گرم ہم عنانی ہاست

(مرزا رفیع السودا :

کیا کروں گا لے کے واعظ ہاتھ سے حوروں کے جام
میں ہوں ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا

مرزا تقی ترق) :

وہ خماریں انکھڑیاں الجھے ہوئے بالوں میں یوں
جس طرح دو مست جکڑے ہوویں زنجیروں کے بیچ

ان[4] شعروں کو سننے پر بھی یہی کہا کہ میرے نزدیک

۱- . . . . . نے کہا واسطے . . . . .

۲- . . . . . ہوں ، اور یہ مطلع کہ زمین اس کی تازہ طرح تھی ، میں نے پڑھا -

۳- . . . . . معنی کیفیت نشہ پر دال ہو سکتے ہیں - چنانچہ یہ شعر صائب کا -

۴- پھر بھی فرمایا کہ میرے نزدیک . . . .

نا درست ہے ۔ دوسرا شعر میں نے یہ پڑھا :

بدن پہ میرے نہ کیوں چست ہو قبائے جنوں
یہ داغ کھائے ہیں میں نے کہ جامہ وار ہوں میں

کہنے لگے جامہ وار بوٹے دار بھی ہوتی ہے ۔ میں نے کہا بہت بہتر ۔ پھر[1] دوسری غزل کا یہ شعر پڑھا :

بزم عاشق کا دوگونہ ہو فروزاں رنگ حسن
شعلۂ رخ سے کرے روشن جو وہ جانانہ شمع

کہنے لگے دوگونہ کی جگہ دو چنداں بنایا چاہیے کہ وہ غیر مشہور اور یہ متعارف ہے ۔ میں نے کہا ' گونہ' کا لفظ رخ کے مقابل میں[2] مناسب اور زینت بخش ہے ۔ ہنوز وہ تقریر تمام نہ ہوئی تھی کہ خواجہ بہادر حسین فراق آن کی خدمت میں تشریف لائے اور شیخ صاحب سے کہا[3] کہ منور خان غافل ان کے شعر پر اعتراض کرتا ہے۔ بے تامل فرمایا کہ وہ غافل ہے اور غافل بیشتر کلام اللہ پر بھی اعتراض کرتے تھے۔ مجھے یہ تشبیہہ ناقص تمام تر نا گوار گزری ۔ آخر دریافت ہوا[4] جس پر منور خان نے اعتراض کیا تھا، وہ شعر یہ ہے :

عجب حالت ہوئی طاری ترے آنے سے گلشن پر
کہ یوں بیتاب ہیں گل جس طرح دانے ہوں گلخن پر

اعتراض یہ کہ دانے ریگ پر بیتاب ہوتے ہیں[5] نہ کہ گلخن

۱۔ دوسری غزل میں یہ شعر تھا ۔
۲۔ میں زینت بخش ہے ۔
۳۔ . . . کہا منور. . . . آپ کے شعر. . . . . غافل ہے اور غافلوں نے بیشتر کلام اللہ پر بھی اعتراض کیا ہے ۔
۴۔ . . . . ہوا وہ شعر اعتراض یہ ہے ۔
۵۔ . . . . ہیں ، گلخن پر نہیں ہوتے ۔ فرمایا کہ گرم ہونا گلخن کا مشہور ہے یا ریگ کا ۔

پر، فرمایا کہ مشہور پہاڑ کا گرم ہونا ہے یا ریگ کا ۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا خوب جواب[1] آپ نے دیا ہے ، اب کچھ اپنے کلام سے مستفید فرمائیے۔ (ہر) خلاف اپنی عادت کے دو غزلیں پڑھیں ۔

مرزا خانی[2] صاحب سلمہ فرماتے تھے کہ مرزا محسن صاحب نے یہ (کذا) ایک شعر پر ناسخ کے دو اعتراض کیے :

سوز تا کم ہو نہ میرے سینے کے ناسور کا
یار نے مرہم بنایا شمع کے کافور کا

ایک تو یہ کہ شمع کافوری نہیں ہوتی ، بہ سبب صفائی کے کافور سے اس کو نسبت دیتے ہیں ۔ دوسرا اعتراض یہ کہ خاصہ معشوق کا ستم سازی ہے نہ مرہم سازی ۔ مرزا جعفر علی فصیح کہ شاگرد ان کے ہیں ، وہ ایک شمع ساز کہن سال کو مرزا[3] محسن کی خدمت میں لے گئے۔ اس نے کہا میں شمع کافوری بناتا ہوں ، اور برادر مرزا جعفر علی فصیح کے غنی کاشمیری کا شعر واسطے سند کے پڑھتے آئے :

سوز داغ دل ما دفع نہ شد از مرہم
گرمیٔ شمع ز کافور نمی گردد کم

دوسرا جواب یہ کہ سبب مرہم سازی کا شعر میں ظاہر جو وہ نہ سمجھیں تو اس کا جواب نہیں ۔ (غرض اس نقل سے یہ ہے کہ شہرہ اس کا اس کی استعداد قابلیت سے تھا اور معرکہ آرائیوں سے یہ

۱- . . . جواب عنایت ہوا ہے ۔
۲- . . . . خانی نوازش . . . . فرماتے ہیں کہ . . . . . نے ناسخ کے اس ایک شعر پر دو اعتراض کیے ۔
۳- . . . مرزا صاحب کی خدمت میں لائے ۔

دو معرکے ، ایک یہ ، دوسرا موجی رام کا ، ایسا اُس نے سر کیا تھا کہ حاسدوں کے جی چھوٹ گئے تھے۔ اب کہ اُس شیر سے میدان خالی ہے ، طرح طرح کے[1] الزام اُس کی طرف عائد ہیں ، حالانکہ کلام کسی کا سرقے اور توارد سے پاک نہیں :

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست
در کف موسیٰ ہمہ انگشتہا یک دست نیست)

سچ[2] تو یہ ہے کہ ایسا شاعر با اقبال اور سخنور فارغ بال کمتر ہوا ہے ۔ ایسے صاحب کمال کا دنیا سے اٹھ جانا صدمۂ عظیم اور حادثۂ بزرگ ہے ۔ میر محمد شایق نے[3] تاریخ اُس کے انتقال کی یہ کہی ہے :

سفر ناگاہ ناسخ از جہاں کرد
محمد یا الٰہی باد حامی

چو از پیر خرد تاریخ جستم
بگفتا : شاعر بے مثل نامی[4]

میر علی اوسط صاحب رشک کہ بہترین تلامذ شیخ صاحب سے ہیں ، انھوں نے یہ فرمایا ہے :

مقتدائے من و استاد من و قبلۂ من
حیف گردید تہ خاک نہاں واویلا

رشک تاریخ پے لوح مزارش بنوشت
مرقد ناسخ اعجاز بیاں واویلا[5]

۱۔ اصل میں سہو کتابت سے "کا" ۔ (مرتب)
۲۔ قصہ مختصر ایسا . . . . .
۳۔ . . . نے کہ تاریخ اس کے انتقال کی کہی ہے ، یہ ہے ۔
۴،۵۔ ۱۲۵۴ھ ۔ (مرتب)

دوسری تاریخ کہ دو بحر میں پڑھی جاتی ہے ، متدارک فاعلن ہشت بار ، متقارب فعولن ہشت بار :

اٹھا مرگ ناسخ کا غل چار سو سے
گیا لطف تحقیق کا گفتگو سے
کہا رشک نے مصرعۂ سال رحلت
دلا شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے[1]

(وا دریغا کرد رحلت ناسخ معجز بیاں
انتقالش داد عالم را غم جاں کاہ وائے
بود پنجاہ و چہارم بعد یک الف و دو صد
بود از ماہ محرم پنجمیں اے ماہ وائے
ماہ و تاریخ و سنین و روز مرگش گفت رشک
بود پنجم بست و چارم پنجشنبہ آہ وائے)

بعد انتقال شیخ صاحب کے تمام مال اور اسباب اور املاک پر حسب وصیت ان کے مرزائی صاحب ٹکسال والے کہ جن کا ذکر آگے گزرا ، قابض و متعرف ہوئے ۔ اللہ باقی من کل فانی ۔ مصرع :

یہ فاعتبرو یا اولی الابصار کی جا ہے[2]

اگرچہ تمام کلام اُس کا چیدہ اور پسندیدہ ہے ، واسطے التزام کے چند شعر لکھے جاتے ہیں :

۱- ۱۲۵۴ھ - (مرتب)

۲- ''بعد انتقال . . . . '' سے یہاں تک کی عبارت نسخۂ انجمن میں نہیں ہے اور نسخۂ پٹنہ میں بھی بعد میں حاشیے پر مصنف نے اضافہ کی ہے ۔ (مرتب)

گلفشاں عکس ہوا کس کے رخ رنگیں کا
ہے جو آئینے میں عالم سبد گلچیں کا

خاک ہو جائیں گے ہم شوق ہو کیا تزئیں کا
سرمہ ہے خاکِ لحد دیدۂ آخر بیں کا

مانگی باراں کی جو ہم بادہ پرستوں نے دعا
رعد نے سنتے ہی اک نعرہ کیا آمیں کا

فرقتِ یار میں کیا ہوش اڑے جاتے ہیں
شہپرِ خواب ہے جو پر ہے مرے بالیں کا

وائے حسرت کہ مٹا نقشِ حیاتِ فرہاد
سنگ پر نقش جو تیار ہوا شیریں کا

آج ہوتا ہے دلا درد جو میٹھا میٹھا
دھیان آیا ہے تجھے کس کے لب شیریں کا

باغ میں روندے بہت پھولوں کے خرمن زیر پا
لا کبھی اپنے شہیدوں کے بھی مدفن زیر پا

ہاتھ دوڑائے زمیں سے سو شہیدِ ناز نے
آ گیا چلنے میں جو قاتل کا دامن زیرپا

روے جاناں پہ ہوا خط معنبر پیدا
ہو گئے حسن کے پرواز کو شہپر پیدا

ہوں وہ گریاں کہ پسِ مرگ مری تربت پر[1]
سبزۂ تر کے عوض ہو مژۂ تر پیدا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

ہوں میں وہ صید کہ ہیں جزو بدن تک دشمن
تیروں کے واسطے ہوتے ہیں مرے پر پیدا
آتش رنگ حنا سے وہ صنم کہتا ہے[1]
ہاتھ میں مچھلیوں کی جا ہوں سمندر پیدا

ترے جلانے کو اے سنگ دل صنم ہم نے
اک اور صاعقۂ طور سے تپاک کیا

مارا ہے چشم مست نے، میرے سیم میں ہوں
نرگس کے پھول اور کٹورا گلاب کا
اے میکشو یقیں ہے کہ نکلے بطِ شراب
وہ مستِ ناز توڑے جو بیضہ[2] حباب کا

تو نے شہبازِ نظر کو جو ادھر چھوڑ دیا
ہم نے بھی طائر جاں باندھ کے پر چھوڑ دیا
آ گیا کچھ جو زباں پر مزۂ زہر فراق
غم نے چکھتے ہی مرا خونِ جگر چھوڑ دیا
ذبح کر ڈالوں کا گر اب کے تو بولا شبِ وصل[3]
میں نے سو بار تجھے مرغِ سحر چھوڑ دیا

سرو ہر سایہ پڑا تیرا وہ موزوں ہو گیا
میرے سائے کے اثر سے بید مجنوں ہو گیا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- پیالا -
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے[1] مگر
آج آتی شبِ ہجراں میں تو احساں ہوتا

کیا قوی ہے یہ دلیل اس کی پری زادی کی
ربط انساں سے کرتا اگر انسان ہوتا

ہے تصور جب سے آنکھوں میں کسی کی چال کا
مبری پلکوں میں ہے عالم سبزۂ پامال کا

ہو گیا ثابت کہ ہے دس خوش قدوں کا تجھ میں حسن
تیرے قامت کے الف پر ہے جو نقطہ خال کا

نقطہ دس کا الف کے پہلو میں ہوتا ہے اوپر نہیں ہوتا ۔ (ایضاً) :

جب سے نظروں میں سمائی ہے کمر ایذا میں ہوں
رنج دیتا ہے بہت آنکھوں میں پڑنا بال کا

یہ عشق ایسی بلائے بد ہے جس کے نام کی دولت
درختوں کو سکھاتا ہے لپٹنا عشق پیچاں کا

تجھ سے سیکھا ہے مگر طرز خرام اے یار خواب
میری آنکھوں کے حضور آتا نہیں زنہار[2] خواب

کم جنازے سے نہیں شبہائے فرقت میں پلنگ
موت سے بھی مجھ کو افزوں ہے کہیں بے یار خواب

کہتے ہیں سب دیکھ کر ابرو کو چشم یار پر
کھینچی ہے تلوار کس بے رحم نے بیمار پر

۱- تھا ۔

۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''اے یار'' ۔ بجائے ''زنہار''۔ (مرتب)

جب سے ہے مجھ ناتواں کو تیری مژگاں کا خیال
خلق کہتی ہے ہوا ہے خار عاشق خار پر

دن کو زاہد بھولے ہیں اپنی سیہ بختی سے راہ
شمع مینا چاہیے مے خانے کی دیوار پر

بے ارادہ طے ہوئی جاتی ہے یاں راہِ عدم[1]
باڑھ رکھوائی ہے اس نے آج کیا تلوار پر

ہے[2] گلِ تر سے گلِ تصویر کی قیمت زیاد
فوق ہے یاں بے حقیقت کو حقیقت دار پر

ہو نہ دنیا میں کسی کو انتظارِ خوابِ وصل
یہ نوشتہ ہے بیاضِ دیدۂ بیدار پر

جب گیا گلگشت کو گلزار میں وہ شرمگیں
پٹیاں بندھوائیں چشمِ نرگسِ بیمار پر

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو
ٹھیرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

دے خدا ہمت اگر موران کوئے یار کو[3]
کھینچ لے جائیں لحد سے میرے جسم زار کو

۱- یہ مصرعے مندرجہ ذیل اشعار کے ہیں :

بے ارادہ طے ہوئی جاتی ہے یاں راہ عدم
طائر روح رواں کو کچھ نہیں درکار پر
میری گردن ضعف سے اتنی نہ جھکتی تھی کبھی
باڑھ رکھوائی ہے اس نے آج کیا تلوار پر

(دیوان ناسخ ، اول ، صفحہ ۳۰ ، نول کشور ۱۳۱۰ھ)

۲- ہے گل تر سے یہاں تصویر . . . .

۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

یہ آدمی ہے کہ برسوں جہاں رہتا ہے
وگرنہ ماہ کو اک[1] شب کہاں رہتا ہے
یہ پھک رہا ہے مرا جسم آتشِ غم سے
کہ طوق بھی مری گردن میں لال رہتا ہے

زار انتظارِ خط نے کیا اس قدر مجھے
پہچانتا نہیں ہے مرا نامہ بر مجھے
ہوں وہ غمیں کہ لب نہ ہنسی سے ہوں آشنا
دیوارِ قہقہہ بھی جو آئے نظر مجھے

راز کا چاہیے عاشق کو چھپانا ایسا
دل میں ہو ذکرِ صنم[2] ہاتھ میں قرآں ہووے
کعبے سے قبلہ نما کا نہیں پھرتا کبھی منہ
کاش اس مرغ کی تقلید میں انساں ہووے

کچھ عدم کا بھی خیال اے دل تجھے یاں چاہیے
گو عزیزِ مصر ہے پر یادِ کنعاں چاہیے

مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے
دنیا میں قدر داں نہیں اہلِ کمال کے
عالم جو اپنی آہ میں ہے گرد باد کا
تودے ہمارے دل میں ہیں گردِ ملال کے

۱- یک ۔

۲- دونوں نسخوں میں ''ذکر خدا'' ۔ یہاں دیوان ناسخ ، اول ، صفحہ ۱۰۹ (محولہ بالا) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)

مرنا قبول ہے مجھے دنیا نہیں قبول
غمزے اٹھیں گے مجھ سے نہ اس پیرزال کے

ہمت اگر نہیں فلکِ دوں کو کیا ہے غم
یاں لب ہی آشنا نہیں حرفِ سوال کے

آنسو ٹپک پڑا جو کوئی بزمِ یار میں
دریا بہے مرے عرقِ انفعال کے

ناسخ اٹھیں گے حشر کو وہ لوگ سرخ رو
دنیا میں جو محب ہیں پیمبر کی آل کے

(دیوان دوم)

میکشی میں روتے روتے میں ہوا بے یار کور
نشے کے ڈوروں کی جا آنکھوں میں جالا ہو گیا

دیکھ کر روز سیہ گرما میں یہ سمجھا ہوں میں
دھوپ کی شدت سے دن کا رنگ کالا ہو گیا

غم ہوا اس درجہ مجھ وحشی کی حالت دیکھ کر
جو ہرن تھا خشک ہو کر مرگ چھالا ہو گیا

ایک درہم اور داخل گنجِ قاروں میں ہوا
پست ایسا میرے طالع کا ستارا ہو گیا

بےخودی میں دیکھ کر خورشید کو کہتا ہوں روز
آج بھی رخسارِ تاباں کا نظارا ہو گیا

یہ نزاکت یہ لطافت جسم میں ہوتی نہیں
تم نے جو دل میں چھپایا آشکارا ہو گیا

ختم ہے جادوگری تم پر کہ اے چشمانِ یار
ناسخِ جادو بیاں عاشق تمہارا ہو گیا

قدح لیے ہوئے گل مثل بادہ خوار آیا[1]
خزاں چمن سے گئی موسم بہار آیا
چمن میں کوئی گل تر جو شاخ پر دیکھا
تو مجھ کو یاد وہ محبوب نے سوار آیا
کبھی نہ قطرہ دیا تو نے ساقیا مجھ کو
ادھر نہ آتش مے کا کوئی[2] شرار آیا
لگا جو تیر ترا سینہ مشبک میں
میں خوش ہوا کہ مرے دام میں شکار آیا

اے شہسوار گر نہ کیا کشتۂ نگاہ
پہنچا دے قبر تک تو تپنچہ قبور کا

ہجر میں یوں مری آنکھوں سے ہوا خوں پیدا
جیسے انگور سے ہو بادۂ گلگوں پیدا
تو وہ ہے مہر درخشاں کہ ترے جلوے سے
بدلے سائے کے ہوئے گیسوے شبگوں پیدا
نہ ہمارے دل بے تاب کو زلفوں سے نکال
پارے سے ہوتی نہیں گیسوؤں میں جوں پیدا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- کبھی -

قد راست وضع راست ہر اک بات اُس کی راست
رکھے کمان یار تو ہو تیر دوش پر

چشم عاشق میں برابر ہے دلا گھر باہر
ایک سا جلوۂ معشوق ہے اندر باہر
یہ تمنا ہے صنم ہو جو قیامت برپا
قبر سے مجھ کو نکالے تری ٹھوکر باہر
آمد آمد جو سنی میرے سہی قامت کی
باغ سے دوڑ پڑے سرو و صنوبر باہر
خانۂ چشم میں بے یار جو نیند آنے لگی
مردم دیدہ یہ چلائے کہ باہر باہر
میں وہ بلبل ہوں کہ اے گل ترے گل تکیوں سے
بوسہ لینے کے لیے نکلے مرے پر باہر
ناز حوروں کے اُٹھائیں یہ کہاں ہم کو دماغ[1]
ہو ہمارا در فردوس سے بستر باہر

ترا دہن ہے وہ شیریں کہ ایک کلی سے
بتاشہ بن گیا ہر اک حباب دریا میں

مرزا محسن صاحب کے زعم میں یہ ایک شعر ناسخ کا ہے، باقی توارد اور سرقہ ۔ شاید یہ شعر کہ میں لکھتا ہوں انھوں نے ملاحظہ نہیں فرمایا ، اگر دیکھتے دو شعر کا مالک اُسے کہتے:

دانے ہیں انگیا کی چڑیا کو بنت کی چنیاں
پلتی ہے بالے کی مچھلی موتیوں کی آب میں

---

۱. یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

حلم اگر دل میں نہ ہو، ہے کہیں بہتر پتھر[1]
ڈھیلے اچھے ہیں دیا ہو نہ اگر آنکھوں میں

جب کبھی پہنا جڑاؤ اس نے زیور[2] کان میں
نازکی بولی کہ کیوں لٹکائے پتھر کان میں

بزم میں پاتا نہیں جو ساقیٔ گلفام کو
جانتا ہوں میں ہتھیلی کا پھپھولا جام کو

کشتۂ تیغ جدائی ہوں یقیں ہے مجھ کو
عضو سے عضو قیامت کو جدا پیدا ہو

بچ رہا ہے تیل جو بالوں سے دے ڈالو ہمیں
اے صنم بھر چراغ زیست روغن چاہیے

دیکھنا تاثیر میرے نالۂ جانکاہ کی[3]
سن کے اس بے رحم نے بے اختیار ایک آہ کی

حد سے گزری پستیٔ طالع تو کیا سمجھا ہوں میں
آسماں نے گنج قاروں پر مری تنخواہ کی

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - نسخۂ پٹنہ میں دوسرا مصرع اس طرح ہے :

ڈھیلے اچھے ہیں اگر ہو نہ وفا آنکھوں میں

یہاں دیوان ناسخ ، دوم ، صفحہ ۸۵ ، نول کشور ، ۱۸۹۳ء کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

۲- گوہر -

۳- یہ اور اس کے بعد کے چار شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

خط سبز آیا جو منہ پر کم ہوئی زلف دراز
راہ ظلمت معجزے سے خضر نے کوتاہ کی

رات دن ایسا فراق یار میں روتا ہوں میں
اب مرا کمرہ نہیں کوٹھی ہے گویا چاہ کی

میٹھی ہوئی فرس یار اگر چل نکلے
خاک زیر قدم آ جائے تو شکر ہو جائے

دھوپ بہتر پر شب فرقت کی بدتر چاندنی
صاعقے کے طور سے پڑتی ہے مجھ پر چاندنی

خاکساری بھی نہ چھوڑے دے خدا جس کو عروج
آسماں پر ماہ تاباں ہے زمیں پر چاندنی

ایک ہفتے سے بہم ساتوں میسر ہیں مجھے
دشت دریا سبزہ ساقی شیشہ ساغر چاندنی

لمولفہ :

نا میسر ایک ہفتے سے ہیں یہ ساتوں مجھے
صبر طاقت شمع بالیں خواب دلبر چاندنی

(دیوان سوم)[1]

دمبدم آواز قلقل کی نہ کیوں آیا کرے
ہو گئی مے روح ساقی ، شیشہ قالب ہو گیا

ہجر میں لاغر بدن حد سے زیادہ ہو گیا
جو شلوکا تھا ہمارا وہ لبادہ ہو گیا

۱۔ اس عنوان کے تحت جو شعر دیے گئے ہیں ، وہ سب دیوان دوم میں موجود ہیں ۔ (مرتب)

کرتے ہیں سالک ترقی سے تنزل اختیار
جب کہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہو گیا

مل کے مسی رتبہ دانتوں کا بہت کم کر دیا
کیا غضب تم نے کیا ہیرے[1] کو نیلم کر دیا

باغ و مے ابر و غنا مہتاب و نہر و وصل دوست
ایک دل ہے اور حسرت ہے برابر سات کی

کی جو خیاط ازل نے تری پوشاک درست
بچ رہے قطع میں یہ شمس و قمر دو ٹکڑے

کیا کروں باغ میں آئے جو صبا کے جھونکے[2]
چاہیئے ہیں اسی کوچے کی ہوا کے جھونکے
رات دن کیا ہی جلاتے ہو رقیبو مجھ کو
کہیں دوزخ میں خدا تم کو بلا کے جھونکے
ہم فقیر ایسے ہیں اے شاہ کہ جاڑا جو لگا
بھاڑ میں تاپنے کو بال ہما کے جھونکے

۱- ہیروں۔

۲- یہ دو مصرعے مندرجہ ذیل اشعار کے ہیں:

کیا کریں باغ سے آئے جو ہوا کے جھونکے
آ رہے ہیں یہ ہمیں خواب فنا کے جھونکے
خواب راحت کے تصرف سے نہ اونگھیں گے ہم
چاہیے ہیں اسی کوچے کی ہوا کے جھونکے

(دیوان ناسخ ، دوم ، ص ۱۸۹)

سب زمینیں ہیں نئی بیتیں ہیں اے یار نئی
روز یاں ریختے کی اٹھتی ہے دیوار نئی
ماہ نو کیا ہے بھلا ابروے قاتل کے حضور
کیوں فلک ہم کو دکھاتا ہے یہ تلوار نئی
اے کماں دار مجھے تیروں کے سوفاروں سے
دم بدم بھر فغاں ملتی ہے منقار نئی

---

۲٦۵ ۔ اثر ، نواب حسین علی خاں

امیر با کرم ، رئیس با حشم[1] ، خوش سخنور ، شعرا پرور ، نواب حسین علی خاں متخلص بہ اثر ، پسر امیر الدولہ حیدر بیگ خاں ، شاگرد نامی شیخ امام بخش ناسخ ، کلام ان کا مضبوط اور راسخ ۔کون سا ہفتہ تھا کہ شاعروں کی صحبت ان کے دولت خانے میں نہ ہوتی تھی ، اسی میں دولت ان کی صرف ہوئی ۔ (اپنی ستائش سے مسرور ، غیر کی تعریف سے نفور ۔ آغا حسن شرر اس نقل کو کس مزے سے بیان کرتے ہیں کہ حکایت : سید محمد خاں رند کے دولت خانے میں مشاعرہ مقرر تھا ۔ مرزا محمد رضا برق کے پڑھنے پر تعریف بہت سی ہوئی ۔ صاحب مشاعرہ نے کہا کہ مرزا صاحب آپ سے کسی کو نسبت نہیں ۔ حسین علی خاں صاحب کے اثر ملال اسی سخن سے ظاہر اور نہایت کشیدہ خاطر ہوئے ۔ آغا حسن کو طلب فرمایا اور اس کلمے کی شکایت نہایت سے نہایت کی ۔ انھوں نے کہا آپ ناحق مکدر ہوتے ہیں ،

۱۔ . . . . . باحشم ، سخن ور ، شعرا پرور . . . . . خاں تخلص اثر . . . . شاگرد ناسخ ، کلام اس کا راسخ . . . . ہوتی تھی ، دولت اُس عالی ظرف کی اسی میں صرف ہوئی ۔

یہ تو ان کی ہجو ملیح تھی ۔ خان صاحب نے کہا کاش یہ ہجو ملیح ہماری کی ہوتی) ۔ افسوس کہ بیک چشم زدن گردش چرخ کہن نے اس مغتنم روزگار کو عدم کر دیا اور شوق شاعری کو کم ۔ یہ[1] چند شعر کہ اس مغفور و مرحوم سے یادگار ہیں، لکھے جاتے ہیں :

سیر گلشن میں جو اس سے چار آنکھیں ہو گئیں
نرگس گلزار[2] کی بیمار آنکھیں ہو گئیں

بے ترے جب مائل گلزار آنکھیں ہو گئیں
کچھ نہ سوجھا باغ کی دیوار آنکھیں ہو گئیں

دیکھتے ہیں رفعت بام فلک عینک سے ہم[3]
شاید اب آئے نظر وہ چار آنکھیں ہوگئیں

نشے کا ڈورا ہے یا وہ باڑھ کا ڈورا صنم
بہر قتل عاشقاں تلوار آنکھیں ہو گئیں

جھونکتی ہیں شعلۂ رخسار میں پروانہ ساں
اس قدر اعضا میں کیوں مختار آنکھیں ہو گئیں

ہیں در دندان و لعل لب یہاں پیش نظر
بہر عاشق جوہری بازار آنکھیں ہو گئیں

فرط گریہ سے مرے مردم آبی ہو جائیں
ہو نہ مردم کی جو بارانی مژگاں سر پر

زلف کی کالی بلا آنے نہ دے پریوں کو
شاید آ جائے تو آ جائے سلیماں سر پر

۱- یہ چند شعر اُس سے یادگار ہیں ، لکھے جاتے ہیں ۔
۲- بیمار ۔
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

جوش سودا نے کیا شمع کی مانند گداز
بن گیا داغِ جنوں دیدۂ گتریاں سر پر
دیکھیے پیک اجل آئے کہ وہ یار آئے
جان ہونٹوں پہ ہے اور وعدۂ جاناں سر پر

دار پر قمری کو کھینچا تو نے دلبر باغ میں
کھنچ گئے حسرت سے کانٹوں پر گل تر باغ میں
داغ دل اس کو دیا ہے کیا کسی گلفام نے
مستغاثی ہے جو لالہ آج حیدر باغ[1] میں
اے دلِ وحشی دورنگی ہر جگہ اچھی نہیں
خار بن کر دشت میں رہ پھول بن کر باغ میں
عاشقوں کی تابشِ رخ سے بصارت اڑ گئی
بصرئی تو نے اڑائے ہیں کبوتر باغ میں
بلبل شیدا کو راحت اے **اثر** مطلق نہیں
گاہ ہے کنج قفس میں اور کبھی گھر باغ میں

ہے سیہ خانہ مرا ظلمات سے تاریک تر
خوف سے پھر جاتی ہے باہر کی باہر چاندنی
اے **اثر** یہ رشک ہے شب کو نکلتا ہے جو یار
مانگتی ہے کرمک شب تاب سے پر چاندنی

---

۴۶۶ - تدبیر، مرزا محمد باقر عرف مرزا مغل

شاعر خوش تقریر، مرزا محمد باقر عرف مرزا مغل تخلص تدبیر، شاگرد[2]

۱- حاشیۂ مصنف جو صرف نسخۂ پٹنہ میں ہے: حیدر باغ مکان عدالت ہے۔

۲- شاگرد ناسخ، من کلامہ۔

ناسخ ، یہ اشعار اس سے یادگار :

دزد ہو روشن دلوں کے کیا کوئی اسباب کا
غیر ممکن ہے چرانا چادرِ مہتاب کا

وائے محرومی کہ وقت ذبح بھی مجھ تشنہ کے
حلق پر داسا پھرا تو خنجر بے آب کا

۲۶۷ ـ ھاتف ، مرزا حیدر علی

فنون شعر سے ماہر اور واقف ، مرزا حیدر علی تخلص ہاتف ، بزرگ اس کے ساکنِ شاہجہان آباد ، اس[1] کا لکھنؤ میلاد ، شاگرد ناسخ ۔ تاریخ اس کی وفات کی کہ شیخ ناسخ نے کہی ہے ، وہ یہ ہے :

حیدر علی ہاتف خوش فکر و بلیع
در عہدِ شباب مرد از دق ہیہات

ناسخ بکمال غم نمودم چوں فکر
ہاتف ز جہاں برفت شد سال وفات[2]

من کلامہ :

عاشقی کا مری احوال نہ پوچھ اے **ھاتف**
نہ بتاؤں گا میں یہ بات بتانے کی نہیں[3]

جس نے سونگھا ہو کبھی اس کا پسینہ **ھاتف**
عطر سے کیوں نہ دماغ اس کا پریشاں ہووے

۱۔ لکھنؤ اُس کا میلاد ، شاگرد ناسخ ، تاریخ اس کی وفات کی یہ ہے۔
۲۔ ہاتف ز جہاں برفت = ۱۲۳۴ ھ ۔ (مرتب)
۳۔ نسخۂ انجمن میں یہ مصرع سہو کتابت سے اس ناموزوں صورت میں ہے : نہ بتاؤں گا میں یہ بات میں نے کی نہیں ۔ (مرتب)

بند زندان میں ہیں ہم ،کوچۂ جاناں میں رقیب
قید میں مرغِ چمن ، زاغ چمن زار میں ہے

وہ بھی دم بھرتے ہیں اےجان تری الفت کا
جنگ بس اتنے لیے مجھ میں اور اغیار میں ہے

پھر گئی آ کے جو آگے سے اجل اے **ہاتف**
جان کیا نکلے مری ، دل تو مرا یار میں ہے

گر قطرۂ اشک اپنے کو دریا میں ملاؤں[1]
وہ قطرہ نظر آئے یہ دریا نظر آئے

---

۲۶۸ - ضبط ، نوازش علی خاں

بیان کو اس کے معنی سے ربط ، نوازش علی خاں ، تخلص **ضبط** ، خلف مقصود علی خاں مصاحب جنت آرام گاہ ، شاگرد شیخ ناسخ (غفراللہ) ، یہ اشعار اس سے یادگار :

گلہائے داغ عشق نے سینہ چمن کیا
دستِ جنوں نے چاک مرا پیرہن کیا

لیلیٰ وشوں کے عشق میں مجنوں کی طرح آہ
اب اختیار ہم نے بھی وحشت کا بن کیا

یوسف کو جذبِ عشق زلیخا نے ہم نشیں
لا مصر میں وطن سے غریب الوطن کیا

از بس کہ اس زمانے میں بے قدر ہے سخن
سو ضبط ہم نے آج سے ضبط سخن کیا

۱- گر قطرۂ اشک اپنا میں دریا میں ملاؤں

طرحداروں کا رخ گللگوں بھی ہونا شرط ہے[1]
ناز رفتار اور قد موزوں بھی ہونا شرط ہے
لے چل اے جوشِ جنوں دیوانگانِ عشق کو
رہ نورد عرصۂ ہاموں بھی ہونا شرط ہے

چرخ کیا تو نے یہ اے گنبدِ گردوں مارا[2]
کہ ہمیں ہجر میں کر خستہ و محزوں مارا
لعلِ لب وہ مسی آلود غضب تھے جن سے
ناگہاں لشکر عشاق پہ شب خوں مارا
منزل عشق تو تھی ضبط بہت دور و دراز
ہم نے اس میں بھی قدم حد سے کچھ افزوں مارا

---

۲۶۹ ـ اعجاز ، اصغر علی خان

معزز اور ممتاز ، نواب اصغر علی خان تخلص اعجاز ، خلف‌الرشید نواب نجابت علی خان ابن (نواب) شجاع الدولہ بہادر ـ مشورہ[3] سخن کا انھیں شیخ ناسخ سے ـ یہ شعر یادگار :

یوں ہووے شب ہجر اگر شام سے تا صبح[4]
رویا کروں جوں شبنم تر شام سے تا صبح
دھڑکوں میں شب وصل کے کچھ چین نہ پایا
پھرتی رہی آنکھوں میں سحر شام سے تا صبح

۱ـ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)
۲ـ ـ ـ ـ ـ ـ گردش گردوں مارا ـ
۳ـ شاگرد ناسخ ، یہ اشعار اس سے یادگار ـ
۴ـ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ(مرتب)

نہ تھا ربطِ چمن مجھ کو خزاں آئی جو گلشن پر
صبا نے خاک اڑائی خوب سی میرے ہی مدفن پر
چراغ دل ہمارا بجھ گیا یوں داغِ ہجراں سے
کسی نے رکھ دیا سرپوش جیسے شمع روشن پر
چمن میں گل جو بن کر خاک سے شعلے نکلتے ہیں
کبھی بجلی گری تھی کیا کسی دہقاں کے خرمن پر
نہیں ڈستی جو مجھ کو وصل کی شب کاکل پیچاں
فسونِ عشق تو نے پڑھ دیا اعجاز ناگن پر

---

۴۷۰ ـ سروش ، شیخ مراد علی

صاحب عقل و ہوش ، شیخ مراد علی تخلص سروش ، شاگرد (شیخ) ناسخ ـ من کلامہ[1] :

دنیا میں تجھ سا کب کوئی صاحب جمال ہے
خورشید تیرے سامنے ہو کیا مجال ہے
کیوں روز ہجر کو نہ قیامت کا دن کہوں
مجھ کو تو اک گھڑی تری فرقت میں سال ہے
ہر دم فراق یار میں ہے آرزوئے مرگ
کب ہم کو اے سروش امید وصال ہے

بچ گئے اب کے اگر عشق کے آزار سے ہم
دل لگاویں گے نہ پھر ایسے ستم گار سے ہم
عشق میں آپ کو قمری سے[2] برابر نہ کریں
سرو کو دیویں نہ تشبیہ قدِ یار سے ہم

۱ـ یہ اُس سے یادگار ـ
۲ـ کے ـ

تیر کیوں مارتا ہے ، تیغ سے کر قتل ہمیں
عشق رکھتے ہیں فقط ابروے خم‌دار سے ہم

ٹھنڈی سانسیں نہ بھریں ہر گھڑی کیوں کر اے وائے
سخت جلتے ہیں تری گرمیٔ بازار سے ہم

ہم سے ٹوٹا نہ دلِ بلبل نالاں ہرگز
ایک بھی پھول نہ لائے کبھی گلزار سے ہم

دل دیا جس کو سروش اپنا وہی دشمن ہے
رکھیں امید وفا کیا کسی دلدار سے ہم

---

۴۷۱ ـ فصیح ، مرزا جعفر علی

خواجۂ مکرم ، شیخ الحرم ، برگزیدۂ کونین[1] ، حاجی جرمین ، صاحب تہلیل و تسبیح ، مرزا جعفر علی تخلص فصیح ۔ (صاحب دیوان و مثنویات ، مرثیہ گوئے حضرت حضرات ، اس میں مصروف ، شغل اول موقوف ، مرثیے میں صف آرائی اس کا ایجاد اور حسینی مضامین میں استاد)۔ شاگرد[2] شیخ امام بخش ناسخ ۔ یہ[3] دو اشعار عاشقانہ مشق اول سے یادگار :

مصحف رو کی تلاوت کے میں قابل نہ ہوا
ہاتھ میرا کبھی گردن میں حمائل نہ ہوا

یہ تو قسمت میں کہاں تھا کہ[4] کروں کسبِ کمال
بے کمالی میں بھی افسوس کہ کامل نہ ہوا

۱۔ دارین ۔ ۲۔ تلمذ اسے شیخ ناسخ سے ۔
۳۔ یہ اشعار مشق . . . .
۴۔ جو ۔

مجھ میں اک عیب یہی ہے کہ وفادار ہوں میں
تم میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہو مغرور بھی ہو

---

۲۷۲ - ملال ، محمد رضا خاں

کم گو[1] اور بسیار خوش مقال ، محمد رضا خاں تخلص ملال ، مرگ جوانانہ سے اس کی احباب کا سینہ گنج صد رنج - جعل میں استاد ، بہت سے ہنر و فن آسے یاد - سبحان علی خاں اس باتمیز کو عزیز رکھتے تھے - یہ نقل اس کی تردستی پر دلیل ، منشی علی نقی خاں نے ایک کتاب اس سے لکھوائی اور واسطے صحت نویسی کے یہ شرط ٹھہرائی جو حرف غلط رقم ہوں گے ، ان کے ہم عدد فلوس اجرت میں کم ہوں گے - اس بندۂ خدا نے جو حرف آپ غلط لکھا ، منقول عنہ میں بھی چھیل کر وہی بنا دیا - نقل کے ساتھ اصل کو بھی خاک میں ملا دیا - جب منشی مذکور پر وہ راز برملا ہوا ، شکوہ اس کا بیش از بیش کیا - باوجود اختیار کے آبرو کے درپے نہ ہوا - قصہ مختصر مشورہ اس کو شیخ ناسخ سے تھا - من کلامہ :

کیا دوں نواز ہمت چرخ بخیل ہے
محتاجِ طعمہ باز ہے آسودہ چیل ہے

۱- کم گو اور خوش مقال . . . . اس کی سینۂ احباب گنج رنج و نکال ، خوش نویسی میں بے نظیر ، جعل میں عدیم المثال - سبحان علی . . . کو نہایت عزیز رکھتے تھے - اس نقل کا آپ ناقل تھا کہ منشی - - - کتاب کتابت کو دی اور - - - - - شرط ٹھہری جو - - - - - رقم ہوں ، اس (کذا) کے - - - - کم ہوں - اس - - - - میں چھیل چھال کر - - - - نقل کیا کہ اصل - - - - - میں ملایا - - - - - اختیار کے درپے آبرو نہ ہوا - - - - ناسخ سے یہ اشعار یادگار -

اوڑھنی ٹھپے کی اوڑھی اس نے واں بالائے سر
سینکڑوں گرنے لگیں یاں بجلیاں بالائے سر

میں کیوں نہ مورد تحسیں ہوں نکتہ چینوں میں
کہ شعر کہتا ہوں اچھی بری زمینوں میں

مچھلی الماس کی گوش بت بے پیر میں ہے
عالم دام بلا زلف گرہ گیر میں ہے
کیا بیاں کیجیے تیر نگہ یار کی ساخت
چشم سوفار ہے کاجل کی سری تیر میں ہے

---

۴۷۳ - ثاقب ، مرزا مہدی

نور معنی کا کاسب ، مرزا مہدی تخلص ثاقب ، شاگرد ناسخ[1] - (جب مصنف اس کا طالب ہوا ، ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب یہاں تشریف نہیں رکھتے بلکہ راہیٔ زیارات ائمہ معصومین علیہم السلام ہوئے ہیں - آخر مجبور ہو کے یہ دو غزلیں کہ روز اول واسطے اصلاح فرمائی جناب شیخ صاحب کی خدمت میں لے گئے تھے ، تیمناً لکھ دی گئی ہیں) - یہ اس سے یادگار :

نہ کیوں کر صاف ہوں بعد شہادت میں ستم گر سے
غبار دل مرا قاتل نے دھویا آب خنجر سے

۱- اس کے بعد نسخۂ انجمن میں "یہ اس سے یادگار" کے الفاظ لکھ کر کاٹے گئے ہیں اور حاشیے پر وہ عبارت درج کی گئی ہے جو موجودہ متن میں قوسین بیں دی گئی ہے - (مرتب)

(نکلتے ہیں جو آنسو مردمک ہے مضطرب شاید[1]
بندھا پانی رواں ہوتا ہے بازوئے شناور سے)

رہی جب تک کہ تیری سرد مہری میں رہا گریاں
زمستاں کو بسر میں نے کیا پانی کی چادر سے

ہوا محبوس میں جس دم جنوں نے پاؤں پھیلائے
روانہ کشتیٔ وحشت ہوئی بیڑی کے لنگر سے

نہیں ممکن ہرا ہو نخلِ الفت اشک باری سے
بھلا سیراب کب گلشن ہوا ہے آبِ گوہر سے

قیامت قامت دلدار کے مضمون لکھے ہیں
نہیں کم آفتابی دائرے خورشید محشر سے

نہیں چشم توقع عمدگانِ عہد سے ثاقب
کسی نے پیاس اپنی کب بجھائی آب گوہر سے

کس کی نظر کو تیرے نظارے کی تاب ہے
خورشید جس کو کہتے ہیں تیری نقاب ہے

اس گل کا چہرہ پھول ہے گویا گلاب کا
خوشبو ہے اس قدر کہ پسینہ گلاب ہے

پھیلا کے پاؤں سوئیں گے چل کر لحد میں ہم
بیداری اپنی بھی[2] شبِ فرقت میں خواب ہے

موتی جو نتھ کے لب پہ ترے جلوہ گر ہوئے
میں نے کہا کہ یہ لبِ کوثر حباب ہے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے۔ (مرتب)
۲۔ نسخۂ انجمن میں ''بھی'' کاٹ کر ''اب'' لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

(ہیں دم شماریاں کبھی ساعت شماریاں[1]

مجھ کو تو روزِ ہجر بھی روزِ حساب ہے

اچھا کیا جو زلف کو تم نے کیا ہے قطع

مارِ سیہ کا مارنا کارِ ثواب ہے

رتبے میں تیرا کمرہ فلک سے بلند ہے

جو آئنہ ہے عکس سے وہ آفتاب ہے

ثاقب سے چھیڑ چھاڑ نہیں خوب اے فلک

یہ فدوئ جنابِ رسالت مآب ہے)

---

۴۷۴ ۔ آزاد ، سید علی حسین

عالی نسب ، والا نژاد ، سید علی حسین تخلص آزاد ، مرگ جوان پسر سے ناشاد ، بیت نالہ مصرع فریاد ۔ شیخ[2] امام بخش ناسخ کے شاگرد رشید ، یہ اس سید بزرگوار کی گفت و شنید :

موسم گل میں ہو بلبل کو جنوں گر پیدا

نوکِ ہر خار کرے صورتِ نشتر پیدا

نہیں ممکن کہ فرومایہ کو حاصل ہو کمال

تیغِ چوبی کبھی کرتی نہیں جوہر پیدا

اب تو ہر بوسے پہ کرنے لگے چشمِ بد دور

لب ترے چاشنئ قندِ مکرر پیدا

کیوں نہ غیروں سے ملیں وہ کہ دلا کرتے ہیں ربط

باز سے باز کبوتر سے کبوتر پیدا

۱۔ یہ اور اس کے بعد کے چار شعر نسخۂ پٹنہ میں نہیں اور نسخۂ انجمن بھی میں بعد میں حاشیے پر اضافہ کیے گئے ہیں ۔ (مرتب)

۲۔ شاگرد رشید شیخ ناسخ ، یہ اس کا کلام راسخ ۔

ہم ہیں اس شوخ کے پامالِ خرام اے آزاد
جس کے ہر گام پہ ہو فتنۂ محشر پیدا

صاف ہوں آئنہ ساں دل میں نہیں میرے غبار[۱]
دوست کی طرح سے دے گا مجھے دشمن مٹی

ہجر میں ایسا وفور اشک باری ہو گیا
آنکھ کا ڈورا رگِ ابرِ بہاری ہو گیا

اس قدر خفت اٹھائی بارِ عصیاں کے سبب
دوستوں کے دوش پر تابوت بھاری ہو گیا

اس چمن میں زاغ بھی مرغِ خوش الحاں ہو گئے
جو چکارا تھا وہ آہوئے تتاری ہو گیا

ہوں اس پری کا تب سے میں دیوانہ آشنا
تھا نور شمع سے بھی نہ پروانہ آشنا

جا کر سناؤں قصۂ شیرین و کوہکن
سنتا ہوں طبعِ یار ہے افسانہ آشنا

اللہ رے انقلاب جہانِ خراب کا
اپنا ہی آشنا ہے نہ بیگانہ آشنا

دفن کے بعد ہمیں بھول گئے سب احباب
ایک نے قصد پھر آنے کا دوبارا نہ کیا

۱- یہ اور اس کے بعد کے بارہ شعر نسخۂ پٹنہ میں نہیں اور نسخۂ انجمن میں بھی میں بعد میں حاشیے پر اضافہ کیے گئے ہیں - (مرتب)

یہ سد راہ ہوئی گلشنِ جہاں میں خزاں
کسی روش سے نہ میرے چمن میں آئی بہار
نہ عندلیب نہ گل باغ میں ہیں اے گلچیں
عجیب رنگ کی تو نے ہمیں دکھائی بہار
ہزار نالے کیے عندلیب شیدا نے
گئی جہاں سے ایسی کہ پھر نہ آئی بہار
نسیمِ صبح سنا دے یہ مژدۂ جاں بخش
اے عندلیب فغاں پھر چمن میں آئی بہار

خدا سے کرتے ہیں یہ بادہ کش دعائے بہار
رہے مدام چمن میں کبھی نہ جائے بہار

شب کو میں ایسا فراقِ یار میں بیتاب تھا
دل نہ تھا پہلو میں گویا پارۂ سیماب تھا
قلقلِ مینا سے تھی حلق بریدہ کی صدا
خانۂ ساقی بھی گویا خانۂ قصاب تھا

سوزشِ شمع ہے سوز جگرِ پروانہ
نور ہے شمع کا نورِ نظرِ پروانہ
صبح ہوتے ہی اڑی یہ خبر پروانہ
جل گئے خاک ہوئے بال و پر پروانہ
سب پہ ہو جائے گا روشن ہنر پروانہ
ہو گیا شمع تلک گر گذرِ پروانہ

لاکھ صورت سے چھپے پردۂ فانوس میں شمع
اڑ کے جا پڑتی ہے اس پر نظرِ پروانہ

ہوائے نشہ ہے ساقی ہوائے برشگالی میں
شراب لعل گوں بھر دے زمرد کی پیالی میں

مستعد مرنے پہ ہیں جینے سے دل بیزار ہے'
اے اجل کس کو یہاں عمر ابد درکار ہے

خندہ زن باغ میں جب وہ گل رعنا ہوگا
غنچے کھل جائیں گے سب زور تماشا ہوگا
قصد میں نے جو کیا ہے اسے خط لکھنے کا
تیرہ بختی سے کبوتر مجھے عنقا ہوگا

عطر مٹی کا بھی جو ملتے نہ تھے پوشاک میں
ہم نے ان کے استخواں دیکھے ہیں رولدے خاک میں
استخوانوں میں ہے سینے کے دل پر آبلہ
خوشۂ انگور ہے یا داربستِ تاک میں
ایک موتی کی جو نتھ پہنے اسے دیکھا تو بس
آ گیا ضبط دل بے صبر سے دم ناک میں
دانت مانجے گر وہ چوب تلخ سے شیریں دہن
نے شکر کا خود بخود آئے مزا مسواک میں

۴۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

۴۷۵ - سحر ، سید ناصر علی

سید[1] ناصر علی تخلص سحر ، زمیندار رام نگر (من محلات لکھنؤ[2]) مہذب الاخلاق ، مشہور آفاق ، دوست با وفا ، جگت آشنا تھا ۔ دل احباب اس کے مرنے سے خونناب ۔ (شاگرد ناسخ) ، تاریخ اس کی[3] فوت کی جو شیخ صاحب نے کہی ہے ، اس کی بیت آخر یہ ہے :

سید عالی نسب ناصر علی
پنجشنبہ زین جہاں رحلت نمود[4]

من کلامہ :

پھر دلا عشق ہوا اس بت ہرجائی کا
کوئی دیوانہ ہو قائل تری دانائی کا

دشت کی سیر تو کر اے دلِ وحشی چل کر
زور عالم ہے ہر ایک آہوے صحرائی کا

۱- نسخہ انجمن میں نام ''سید ناصر'' ہے - (مرتب)
۲- . . . . لکھنؤ ، دوست باوفا . . . .
۳- . . . . اس کی وفات کی تصنیف استاد -
۴- دیوان دوم ناسخ (نول کشور ، ۱۸۹۳ء ، صفحہ ۱۹۹) میں سحر کا مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات شامل ہے :

سید عالی نسب ناصر علی
عزم سیر گلشن جنت نمود
گفت ہاتف سال تاریخ وفات
حیف روز اول ذیقعدہ بود

آخری مصرع سے سنہ ۱۲۴۹ھ برآمد ہوتا ہے - ناصر نے جو شعر درج کیا ہے ، اس سے یہ تاریخ برآمد نہیں ہوتی - (مرتب)

جمع کرتا ہوں تصور میں ترے ہوش و حواس[1]
دھیان تنہائی میں ہے انجمن آرائی کا

اب تو آئینے سے فرصت نہیں ملتی یک دم[2]
شہرہ ہے نام خدا اس کی خود آرائی کا

شوق دل کا جو راہبر ہو گا
ڈھونڈ لیں گے اسے جدھر ہو گا

آئے گا تو اگر عیادت کو
عین احسان سحر پر ہو گا

سوائے مہر و محبت مرا شعار نہیں
بجان دوست کہ دشمن سے بھی غبار نہیں

وطن سے دور گڑے ایسے ہم یہاں اے مرگ
کہ نقش پا بھی کسی کا سر مزار نہیں

طرز عالم سے جدا رکھتے ہو
زور انداز و ادا رکھتے ہو

پوچھتے ہیں وہ مرا دل لے کر
اور کچھ دل کے سوا رکھتے ہو

زور ہے یار لگاوٹ تم کو
برسوں باتوں میں لگا رکھتے ہو

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''ہواس'' ہے۔ (مرتب)
۲- اب تو آئینے سے ملتی نہیں فرصت یک دم

خوں سے رنگین رہیں اس ستم ایجاد کے ہاتھ
نہ اٹھیں اس پہ الٰہی کبھی فریاد کے ہاتھ

قتل ہوں میں تو نکل جائے مرے دل کی ہوس
چوم لوں بڑھ کے دہنِ زخم سے جلاد کے ہاتھ

[۱] بعد مردن بھی یہ تمنائے ہم آغوشی ہے
نکلے پڑتے ہیں کفن سے ترے ناشاد کے ہاتھ

خامۂ سحر سے ہے نہرِ مضامیں جاری
چشمۂ بحرِ کرم ہیں مگر استاد کے ہاتھ

لطفِ شبِ وصال جو یاد آ گیا مجھے
دل نے تمام رات نہ سونے دیا مجھے

یہ کوسنا خدا کی قسم ہے دعا مجھے
پھر آپ ایک بار کہیں کیا کہا مجھے

[۱] جس دم جوابِ طاقتِ پا نے دیا مجھے
بیگانہ وار چھوڑ گئے آشنا مجھے

دشتِ بلا میں چھوڑ گئے مجھ ضعیف کو
یارانِ رفتگاں سے رہا یہ گلا مجھے

آوارہ پھرتی مشت پر اپنی کہاں کہاں
کنجِ قفس کہاں غنیمت ہوا مجھے

مجھ خاکسار کا نہ ملا دشت میں نشان
اک عمر گرد باد پھرا ڈھونڈتا مجھے

کیا آشیاں بناؤں کہ آتی ہے ہر سحر
گل کے شکستِ رنگ سے بانگِ درا مجھے

۱۔ اس غزل کے چاروں شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

کیوں کر نہ مشکلیں مری آساں رہیں مدام
اے سحر ہے وسیلہ[*] مشکل کشا مجھے

---

۲۷۶ - انس ، محمد مرزا

خوش فکر ، نازک ادا ، تخلص انس ، نام محمد مرزا ۔ غزالان معنی اس کے اسیر دام ، مشہور[1] میانِ خاص و عام ۔ شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ۔ یہ اشعار اس سے یادگار :

راحت ہو عجب طرح کی تا حشر بدن کو
خاک رہ جاناں[2] سے جو لکھوائیں کفن کو

پرزا بھی ہمیں شہرِ خموشاں سے نہ آیا
کیوں اہلِ وطن بھول گئے اہلِ وطن کو

ہے دشت سے ہم نالہ خراشوں کو محبت
گلزار مبارک رہے مرغانِ چمن کو

دل ریش نہیں ہوتے ہیں خوش بزمِ جہاں میں
کیا کام ہنسی سے دہنِ زخمِ بدن کو

شہرہ تری زلفوں کا ہوا جب سے جہاں میں
ہے بار گراں مشک غزالانِ ختن کو

بے پیرہنِ جسم گراں روح رواں پر
کس طرح گوارا ہو قفس مرغِ چمن کو

اے قبر نہ دے رنج کہ نازک ہے طبیعت
ہم چھوڑ کے آئے ہیں ابھی اپنے وطن کو

۱- مشہور انام ، شاگرد شیخ ناسخ مغفور ، یہ اشعار اس کے نام پر مشہور ۔

۲- خاک در جاناں . . . .

غم کیشوں کو جز رنج ہے کیا کام کسی سے
بلبل نہیں درکارِ گلِ زخم بدن کو
ہر شاہ و گدا رکھتا ہے انس اپنے مکاں سے
کیوں روحِ رواں چھوڑ گئی خانۂ تن کو

نہیں ہے دل جو ترے عشق میں[1] خراب نہ ہو
وہ چشم کور ہے جو ہجر سے پر آب نہ ہو
نکال لاتی ہے مدفن سے بے قراریٔ دل[2]
کسی کو ہجر میں ایسا بھی اضطراب نہ ہو
بغیر نقشِ فنا کچھ نظر نہیں آتا
ہماری چشم کہیں دیدۂ حباب نہ ہو
نصیب ہو نہ سکندر کی طرح سیر تری
ہمارے پاس جو ساقی بطِ شراب نہ ہو
نہ ہو جو عارضِ تاباں پہ اس کے نقطۂ خال
بیاضِ حسن سزاوار انتخاب نہ ہو

کیا اس سرا میں خضر کوئی جاوداں رہے
بے قدر ہے، زیادہ اگر میہماں رہے
آ کر چراغِ گور صبا نے بجھا دیا
محروم سب طرح سے ہم اے آسماں رہے
ظالم کو سیرِ باغِ جہاں کیا نصیب ہو
بے بال و پر بجا ہے جو زاغ کہاں رہے

۱- سے -
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

بجلی کو ہم سے لاگ تھی گلشن جلا دیا
تا ایک خار بھی نہ پے آشیاں رہے

اس باغ میں نہ بات کی فرصت ملی ہمیں
غنچے کی طرح گرچہ سراپا دہاں[1] رہے

شاید رہا ہوں آمدِ فصل بہار میں[2]
زندہ ہم اس امید پر اے باغباں رہے

آیا جو ہبر کے لیے پامال کر گیا
ہم اس چمن میں صورتِ برگِ خزاں رہے

بلبل یہ روئی فرقت گل سے بہار میں
زیرِ قفس گلاب کے دریا رواں رہے

---

۴۷۷ - عشق ، سید حسین مرزا[3]

موجد سخن برتری ، تازہ مشق ، سید حسین میرزا تخلص عشق ، خلف محمد مرزا انس ۔ شاگرد اپنے والد ماجد کے اور شادی ان کی دختر بلند اختر میر مظفر حسین ضمیر سے ہوئی ہے ۔ دونوں طرف سے شاعر صاحب غزل و خمسہ و مسدس اور مرثیہ و سلام بھی خوب فرماتے تھے اور پڑھتے تھے ۔ ایک روز کا تذکرہ ہے کہ عشرۂ محرم میں راقم تذکرہ ہذا امام باڑہ جناب لاڈو جان صاحبہ واقع نخاس لکھنؤ مجلس میں گیا اور یہ صاحب زادے تازہ شباب ، مشکیں آغاز تشریف لائے اور منبر پر جا کے مرثیہ حالِ جناب علی اکبر

۱- زباں ۔

۲- یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳- ترجمۂ عشق نسخۂ انجمن میں نہیں اور نسخۂ پٹنہ میں بھی بخط مصنف بعد میں حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے ۔ (مرتب)

علیہ السلام کا از اول تا آخر رزم و بزم و بین خوب پڑھا اور آخر مرثیہ مذکور میں تخلص اپنا عشق کہ باندھا تھا پڑھا ۔ میں نے کہا سبحان اللہ اس صاحب زادے نے تو مشق نو میں تو (کذا) یہ مرثیہ خوب کہا اور پڑھا ۔ اب ہی سے تو اس کا یہ حال ہے ، آیندہ اگر نظرِ بد سے یہ محفوظ رہا تو خوب کہے گا اور نام پیدا کرے گا ۔ مصرعہ :

ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

میرے جواب میں ایک صاحب کہ شاگردانِ میر انیس صاحب سے ہیں ، از راہ نفسانیت بولے ، کیوں نہ ہو یہ صاحب زادہ کس کا ہے اور خویش کس شاعر بزرگ کا ہے ۔ بقول مصرع شاعر :

نخل کس باغ کا ہے اور ثمر کس کا ہے

اور علاوہ اس کے چند مرثیے تو میر ضمیر نے ان کے جہیز میں بھی ساتھ کیے ہیں ۔ کیا عجب کہ یہ مرثیہ جہیزو ہو اور انھوں نے اپنا تخلص عشق ملا کے یہ مرثیۂ جہیزو پڑھا ہو ۔ میں چپ ہو رہا اور ان کے سخن کا جواب نہ دیا ۔ بعد اس کے مجلس برخواست (کذا) ہوئی اور بندہ اپنے گھر آیا ۔ یہ چند اشعار میاں عشق صاحب سے یادگار لکھے جاتے ہیں ۔ غزل میاں عشق صاحب :

اس حور کے گھر سے کہیں جایا نہیں جاتا
جنت سے قدم آگے بڑھایا نہیں جاتا

کیوں سوئے لحد ناز سے آیا نہیں جاتا
عیسیٰ ! ہمیں مارا ہے جلایا نہیں جاتا

چپ بیٹھے ہو کس بلبل شیدا کا ہے ماتم
پھولوں میں لباس آج بسایا نہیں جاتا

اغیار میں بیٹھے ہوئے دیکھیں تمھیں کیوں کر
صدمہ دل نازک سے اٹھایا نہیں جاتا

کہتے ہیں مرے پارۂ دل ہاتھ میں لے کر
وہ آئنہ توڑا کہ بنایا نہیں جاتا

خط پھینک دیا یار نے پڑھتے ہی مرا نام
تقدیر کے لکھے کو مٹایا نہیں جاتا

وہ رشک مسیحا جو نہ آیا تو نہ آیا
اے پیک اجل تجھ سے بھی آیا نہیں جاتا

کثرت سے ہیں معشوق مگر ملک عدم میں
لوگوں سے وہاں جا کے جو آیا نہیں جاتا

گر ضعف یہی ہے تو میں لاغر نہ مروں گا
اب سوئے عدم روح سے جایا نہیں جاتا

آتے نہیں وہ جب سے خفا ہو کے گئے ہیں
جو کام بگڑتا ہے بنایا نہیں جاتا

لاکھوں کے گلے نام خدا کاٹ چکے ہو
منت کا ابھی طوق بڑھایا نہیں جاتا

سرکا مرے لاشے سے یہ کہ کر کے مسیحا
سویا ہے ابھی عشق جگایا نہیں جاتا

---

۴۷۸ - قدس ، مرزا محمد رضا[1]

مرزا محمد رضا عرف جھمن صاحب تخلص قدس ، برادر محمد مرزا انس -
انتقال اس مرحوم کا افسانۂ عجیب اور سانحۂ غریب کہ ساز و برگ

۱- ترجمۂ قدس نسخۂ پٹنہ میں نہیں ہے - (مرتب)

کد خدائی شادی مرگ ہوا اور مانجھے کا جوڑا تختۂ تابوت پر اترا -
یہ چند شعر کہ اس یادگارِ شیخ سے بقا ہیں ، لکھے جاتے ہیں :

دل حلقہ ہائے زلف پریشاں میں رہ گیا
یوسف اسیر خانۂ زنداں میں رہ گیا

مر کر بھی داغ غم دلِ سوزاں میں رہ گیا
روشن چراغ خانۂ ویراں میں رہ گیا

ہر سال یاں بہار خزاں سے بدل ہوئی
گلچیں کو داغ اپنے گلستاں میں رہ گیا

کیوں کر چھٹیں گے بار تعلق سے ہم ضعیف
سو بار الجھ کے ہاتھ گریباں میں رہ گیا

لالے کو دیکھ کر یہی ثابت ہوا ہمیں
مجنوں کا داغ دشت کے داماں میں رہ گیا

مارا ہے مجھ کو لالہ عذاروں کے عشق نے
کیا کیا نہ داغ اس دلِ سوزاں میں رہ گیا

وحشی کا اپنے حال نہ پوچھو پری رخو
کانٹا سا بن کے دشت کے داماں میں رہ گیا

جوشِ جنوں نے زار کیا مجھ کو اس قدر
گویا کہ ایک تار گریباں میں رہ گیا

اکثر عزیز و یار عدم کو گئے ہیں قدس
تو کیا سمجھ کے عالمِ امکاں میں رہ گیا

---

۴۷۹ - آباد ، مہدی حسن خان

صنعت تضمین میں استاد ، مہدی حسن خان[1] متخلص بہ آباد ،

۱- . . . . خاں تخلص آباد -

قند بے غش ناسخ کو پیچ میل مٹھائی بتاتا ہے اور واہ واہ کے[1] مزے آپ اٹھاتا ہے۔ جن روزوں میں یہ تذکرہ تالیف ہوتا تھا اسمٰعیل گنج میں ایک دوکان[2] حلوائی کے اوپر مجھ سے اور ان سے ملاقات ہوئی۔ پوچھنے لگے مجھے کیا لکھا ہے۔ میں نے کہا ''شاعر خوش فکر شاگرد (شیخ) ناسخ''۔ بد مزا ہو کر کہا ''اپنا ہی شاگرد لکھا ہوتا''۔ مجھے اس کے کہنے سے تعجب ہوا، آخر[3] استفسار کیا کہ سبب انکار کا ناسخ کی شاگردی سے بیان فرمائیے۔ بے تامل کہا کہ اب تو ان سے ہم اچھے ہیں اور اگر کچھ دخل و تصرف اپنے کلام میں ہے تو مرزا محسن صاحب کا ہے۔ افسوس[4] کہ شیخ کا ہر شاگرد آپ کو اس سے بہتر جانتا ہے، یہ فقط نا حق شناسی ہے۔ م[5] :

شیخ ہونا ہے کہاں پر شیخ چلی تو نہیں

یہ چند شعر کہ اس سے یادگار ہیں، لکھے جاتے ہیں :

دمِ فکرِ سخن گر وصفِ دنداں جلوہ افگن ہو
عجب کیا ہے زمینِ شعر سب ہیرے کی معدن ہو

نئی صورت سے وصفِ روئے تاباں جلوہ افگن ہو
ورق چمکے یہ روئے شاہدِ مضموں پہ جوبن ہو

نظر میں گر خیالِ روئے تاباں[6] جلوہ افگن ہو
ہمارے سامنے ہر وقت گویا چاند روشن ہو

۱۔ سے۔
۲۔ . . . . دوکان کے اوپر . . . .
۳۔ . . . . ہوا، پوچھا کہ سبب . . . .
۴۔ کیا تماشا ہے کہ شیخ ...
۵۔ مصرع : شیخ ہونا تو کہاں پر شیخ چلی ہو تو ہو
۶۔ جاناں۔

اگر تم گرم رو کر دو تو اس کا حال روشن ہو
ہماری خاک آگے ہو تمھارا پیچھے توسن ہو[1]

دلا شوقِ وصالِ یار میں جامے سے ہو باہر[2]
حیا کا دور پردہ ہو سراسر چاک دامن ہو

مکانوں میں کنول کے زیب سے غافل یہ بہتر ہے
اندھیری گور اگر اورِ عمل سے تیرے روشن ہو

بڑھا ہے سلسلہ ایسا ہمارے جوشِ وحشت کا
گریباں سحر سے چاہیے پیوند دامن ہو

شگفتہ نقشِ پا ہوں صورتِ گل اے گل خوبی
تمھاری چال سے روئے زمیں پر تازہ گلشن ہو

حیائے ناز کے مضموں قلم سے آئیں گر باہر[3]
ورق اڑ اڑ کے روئے شاہد مضموں پہ دامن ہو

نہ دیکھے غیر روئے رشک گل کو اس قدر دیکھوں
رہے چوگرد بس اس سے نظر دیوار گلشن ہو

جلا دیتا ہے دل کو اور دونا جوش رقت کا[4]
ہمارے اشک یوں ہیں جس طرح آتش پہ روغن ہو

پس از مردن لحد کی روشنی ہے زینت ظاہر
چراغوں سے اندھیری گور کب مردے کی روشن ہو

کہاں تک تھامئے اس کو بھلا سیلِ حوادث سے
کبھی برباد اے آباد اپنا خانۂ تن ہو

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲- . . . . سے باہر ہو ۔
۳- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۴- . . . . وحشت کا ۔

۴۸۰ - صحبت ، بخشش علی خاں

شاعر[1] شیریں ، بخشش علی خاں تخلص صحبت ولد نوروز علی خاں (برادر حیدر بیگ خاں) آشنائے ثابت ، حاضر و غائب یکساں ، خوش نویسی میں مداد زمان ، شاگرد شیخ ناسخ - یہ اشعار اس سے یادگار :

کافی بہار اپنے گل داغ تن کی ہے
یاں باغ کی ہوا ہے نہ خواہش چمن کی ہے

خوش بو بہ رنگ گل جو تمھارے بدن کی ہے
گل کی کلی ہر ایک ترے پیرہن کی ہے

مر جاؤں تو علاج ہو داغِ فراق کا
کافور میرے حق میں سفیدی کفن کی ہے

گر چوڑیاں بھی ہاتھ میں پہنیں تو بانک کی
یہ بھی نشانی ایک ترے بانکپن کی ہے

بازار عاشقی میں چلن داغِ نو کا ہے
اس اشرفی کی قدر سوا ہے جو گھن کی ہے

تار شعاع لے کے جو آتا ہے آفتاب
جھولے کے واسطے کسے حاجت رسن کی ہے

عفو گنہ پہ تجھ کو شش و پنج ہے عبث
صحبت ترے تو دل میں ولا پنج تن کی ہے

ان آنکھوں کی الفت کے مارے ہوئے ہیں
چکارے جہاں ہیچ کارے ہوئے ہیں

چڑھانا مری قبر پر پھول انھیں کے
جو ہار ان کے باسی اتارے ہوئے ہیں

۱- شاعر خوش طبیعت ، بخشش......

بڑی مدتوں میں ، بڑی مشکلوں میں
ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

دام میں صید لیے جب کوئی صیاد آیا
اپنا پھنسنا ہمیں ان گیسوؤں میں یاد آیا

یار کا ابروے پر خم جو مجھے[1] یاد آیا
سمجھا تلوار لیے قتل کو جلاد آیا

موت کی بھی مجھے ہچکی نہ کسی دن آئی
وہ تو بھولا تھا قضا کو بھی نہ میں یاد آیا

شہرہ پہنچا جو تری داد رسی کا ہر جا
زخم بھی کھولے ہوئے منہ پے فریاد آیا

ہر بگولا مری تعظیم[2] کو کہتا اٹھا
دن پھرے دشت کے لو قیس کا استاد آیا

میرے گھر آنے سے اس سرو کو جو تھا انکار[3]
نہ گدائی کو بھی در پر مرے آزاد آیا

محتسب سے مجھے کیا خوف کہ مے نوش نہیں
نشہ بادۂ الفت سے ذرا ہوش نہیں

میں مر گیا ہوں اک بت شیریں کلام پر
دلوانا فاتحہ مرا شربت کے جام پر

۱- ہمیں -

۲- نسخۂ انجمن میں ''فریاد'' بجائے ''تعظیم'' جو سہو کتابت ہے - (مرتب)

۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

غضب ہے کرتا ہے بے جان لطف سے جاں دار[1]
مگر ہے عاشقوں کی تیرے اختیار میں روح

ہمارا دیدۂ مدفن بھی وا رہے گا مدام
خدا نخواستہ نکلی اگر بہار میں روح

---

۲۸۱ ۔ ہشیار ، سید امجد علی

بے علم اور خوش گفتار (موزون الطبع) سید[2] امجد علی تخلص ہشیار ولد سید غلام حسن ، داماد (میر) محمد حسین تجلی ، خاندان میر[3] محمد تقی ۔ بہ قول میاں مصحفی شاگرد شیخ ناسخ ۔ یہ اشعار اس سے یادگار :

کس نے غرفے سے دکھایا رخ پر نور ہمیں
جو نظر آئی شبِ مہ شبِ دیجور ہمیں

دراز دستِ ستم جس کا اک جہاں پر ہے
دل اپنا ان دنوں مائل اسی جواں پر ہے

دھمک سے جس کی لرزتا[4] ہے آسمان و زمین
وہ کوہِ عشق گرا مجھ سے ناتواں پر ہے[5]

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۲- میر ۔

۳- . . . میر تقی ، شاگرد شیخ ناسخ ۔ یہ اُس سے یادگار ۔

۴- لرزتے ہیں... ۔

۵- دونوں نسخوں میں یہ مصرع یوں ہے :
وہ کوہ عشق گراں مجھ سے ناتواں پر ہے
یہاں ریاض الفصحا (مصحفی) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)

ناقص پہ دور چرخ میں آتی نہیں بلا
آفت گہن کی ہوتی ہے ماہِ تمام پر

اس کا نظارہ جو منظور سر مو ہو جائے
سرمۂ چشم سوادِ شبِ گیسو ہو جائے
قرصِ خورشید سے ہم پلہ ہو گر حسن ترا
ہے یقیں مجھکو کہ پاسنگ ترازو ہو جائے
گر عقیقِ شجری ہاتھ میں لے وہ با شرم
پیڑ اس کا بھی یقیں ہے کہ لجالو ہوجائے

رقیبوں سے پڑھواؤ نامہ ہمارا
تمہارا گنہ کیا یہ لکھا ہمارا
سبک یار کے آگے گو ہیں رقیبو
مگر تم پہ بھاری ہے مردا ہمارا
اطاعت تری اے صنم ہے عبادت
ترے پاؤں پڑتا ہے سجدا ہمارا

کیا کہوں یار کے الطاف و عنایات کی بات
بعد برسوں کے جو آئے بھی تو اک بات کی بات
عشقِ زلف و رخِ جاناں میں ہوا یہ نسیاں
یاد رہتی ہی نہیں دن کو مجھے رات کی بات

لگی ہوئی تھی مری ایک گلعذار میں روح
بہ رنگ غنچہ شگفتہ ہوئی بہار میں روح

غمِ فراق سے جس کے ہوں جاں بہ لب ہشیار
مزاج اس کا مرے اب تک امتحاں پر ہے

عشق میں تیرے ہوئی یاں تک تو رسوائی مجھے
اپنے بیگانے سبھی کہتے ہیں سودائی مجھے
اک نگہ کے ساتھ میرے اڑ گئے ہوش و حواس
کس نے غرفے سے یہ اپنی شکل دکھلائی مجھے
تو جو کہتا ہے مجھے ہشیار مت مل یار سے
یہ نصیحت کب تری ناصح پسند آئی مجھے[1]

قلق ہے دل پہ مرے یاں تلک کہ اک پل میں[2]
ہزار لختِ جگر چشم خوں فشاں پر ہیں

---

۴۸۲ - گویا ، فقیر محمد خان

بلبل دستان ، طوطی بیان ، پیر با تدبیر ، مرد رسا ، حسام الدولہ فقیر محمد خان بہادر تخلص گویا ۔ انجام اس کا آغاز سے خوش تر[3] ، جب دولت مند تھا اب شیعۂ امیرالمومنین حیدر ۔ مدتوں اس (کی) سرکار میں یہ چند سخنور مثل خواجہ وزیر و مرزا فرخ و منور خان غافل نوکر رہے ۔ مشورہ شعر کا اس وحید روزگار کو شیخ امام بخش ناسخ سے ۔ یہ اشعار اُ س (نیک انجام) سے یادگار :

تصور تھا جو وقتِ مرگ اک لیلیٰ شمائل کا
مرے تابوت پر دھوکا ہوا مجنوں کو محمل کا

۱- یہ نصیحت تیری ناصح کب پسند آئی مجھے
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳- بہتر ۔

تعلق ہووے دامن گیر سالک کا یہ ممکن ہے
نہیں آبِ رواں کو خوف موجوں کی سلاسل کا
نہیں ہے علم جاں بازی میں کچھ حاجت معلم کی
تڑپنا آپ ہی استاد ہے تعلیم بسمل کا
سویدا ہے سوادِ منزلِ مقصود زاہد کو
نہ پہنچا کعبے کو جو نا بلد ہے وادی دل کا
سیہ زندان تن ہے روح صاف کیوں نہ گھبرائے[1]
ملک کو کس طرح خوش آئے مسکن چاہِ بابل کا
نہ دیکھوں سوے دریا تشنگی میں بے دماغی سے
اگر میں غرق ہوں دامن کبھی پکڑوں نہ ساحل کا
ملیں ہیں روح کو شہپر برائے عرش پروازی[2]
نہ ہو پابند اے گویا تو جسم پائے در گل کا

اگر نامے میں لکھوں حال کچھ بے تابیٔ دل کا
ابھی عالم ہو مرغ نامہ بر میں مرغِ بسمل کا
تماشا شیشہ بازی کا دکھایا اس پری رو کو
کہا یوں حال قاصد نے مری بے تابیٔ دل کا
شبِ فرقت کا گر وہ حال پوچھے کہیو اے قاصد
بہت رویا بہت تڑپا بہت پیٹا بہت بلکا

۱- اصل میں ''یہ زندان ہے تن اپنا روح . . .'' - یہاں دیوان گویا (نول کشور، کان پور، طبع ششم، ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۸) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)
۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)

اے پری پیکر میں دیوانہ ہوں تیری چال کا
طوق ہو[1] میرے گلے میں حلقۂ خلخال کا

وصف اس موئے کمر کا[2] خط میں ہم لکھدیں اگر
دائرہ ہر اک کبوتر کو ہو پھندا جال کا

ہے یقیں آنکھیں مری اب اڑ کے دیکھیں گی تجھے
حسرتِ دیدار میں ہو گا مرض پربال کا

بھیج کر خط انتظار ایسا کبوتر کا کیا
ہو گیا آنکھوں میں آخر عارضہ پربال کا

یہ اشارہ کر رہا ہے ہم کو حلقہ دام کا
ہے کفِ صیاد میں دانہ تمھارے نام کا

مجھ میں اور اس میں اب ایسا ہے ہجومِ اختلاط[3]
دخل ہو سکتا نہیں ہے بیچ میں پیغام کا

تھی یہ الفت چشم جاناں سے مجھے طفلی میں بھی[4]
شیر کے بدلے پیا شیرہ سدا بادام کا

واہ رے قسمت کی خوبی آ گیا پیغامِ موت
پر جواب آیا نہ واں سے اب تلک پیغام کا

اپنے پہلو میں جگہ دے کون غیر از سوزِ غم
آہ میں اشکِ چکیدہ ہوں کبابِ خام کا

۱- نسخۂ پٹنہ میں ”طوق ہے . . . . “ جو درست نہیں ۔ صحیح ”طوق ہو . . . “ جو نسخۂ انجمن اور دیوان گویا (صفحہ ۱۹) میں ہے ۔ (مرتب)

۲- کے ۔

۳- مجھ میں اور اس میں ہے اب ایسا ہجوم اختلاط

۴- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

واہ رے تلووں کی رنگت نقشِ پا گلگوں ہوا
ہائے رے قد سرو جس کے سائے سے موزوں ہوا
مصرع ابرو مکرر لکھ دیا استاذ نے
اس سے بہتر دوسرا مصرع نہ جب موزوں ہوا

تھا جو افتادگی شعار اپنا
نہ زمیں سے اٹھا غبار اپنا
ناز نے دی نہ رخصت آگے کی
دو قدم جب رہا مزار اپنا

ہے کف پا میں حنا ، کاکل عیاں بالائے سر
شعلہ اس کے زیر پا ہے اور دھواں بالائے سر
قصر تیرے ناتواں کا ہے مثالِ گرد باد
باؤ کا جھونکا اٹھا لے گا مکاں بالائے سر
دیکھ لے دنیا میں ، کم ہیں دوست اور دشمن بہت
سات زیرِ پا زمیں ، نو آسماں بالائے سر
آسماں آبی دوپٹا ، تارے افشاں ، چاند منہ
مانگ اس کی ہے بہ رنگ کہکشاں بالائے سر

آہِ بے تاثیر میں گر کچھ اثر پیدا کروں
گھر میں بیٹھے بیٹھے اس کے دل[۱] میں گھر کروں
پتے پہنا کر پنھاؤں موتیوں کا ہار میں
نخلِ قدِ یار میں برگ و ثمر پیدا کروں

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''گھر'' بجائے ''دل''۔ (مرتب)

ہووے شبنم کی طرح پرواز میری تا فلک
پرتو خورشید سے گر بال و پر پیدا کروں
خط اگر لکھوں کبھی میں اپنے رشک ماہ کو
بیضۂ گردوں سے مرغِ نامہ بر پیدا کروں

نیم بسمل کیا ادا ہے یہ
عاشقو لوٹنے کی جا ہے یہ

ہوں مثل نے نہ دو مجھے نسبت سپند سے
نالے نکل رہے ہیں مرے بند بند سے
تو دیکھتا ہے آئنہ اور تیرے منہ کو میں
بہتر مری پسند ہے تیری پسند سے

سرو مینا ہے نوائے فاختہ مستانہ ہے[۱]
دستِ ساقی شاخ ہے ہر ایک گل پیمانہ ہے
زلف تھی اک ناگ اس نے لاکھ افعی کر دیے
دشمنِ جانی مرا ہو رو سے تیرا شانہ ہے
جو حسیں ہے اپنی آرائش اسے منظور ہے[۲]
باغ میں کنگھی ہے یاں زلفوں میں اس کی شانہ ہے
آج افسانے سنا کرتا ہے بہرِ خواب ناز
دیکھ لینا بے خبر کل تو بھی اک افسانہ ہے

۱،۲- یہ اشعار نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

درد و غم ، اندوہ ، کس کس کا گزر ہوتا نہیں
یا الٰہی دل مرا ہے یا مسافر خانہ ہے

قیس و گویا ، وامق و فرہاد پر موقوف ہے[1]
جو ترے کوچے میں آیا اے پری دیوانہ ہے

آؤ آنکھوں میں کوئی دم ٹھہرو
پتلیوں کا یہاں تماشا ہے

---

۲۸۳ ـ فراق ، خواجہ بہادر حسین

منتہی اور مشاق ، خواجہ بہادر حسین تخلص فراق ، پسر خواجہ مرزا خاں اٹکی ، شاگرد[2] ناسخ ـ منکلامہ :

روشن ہے جو شمع رخ جانانہ چمن میں
سب مرغ چمن[3] ہوگئے پروانہ چمن میں

سب مرغ چمن سمجھے گری باغ میں بجلی
چمکا جونہیں عکس رخ جانانہ چمن میں

مت آپ سے اے حضرت دل پھنسیے قفس میں[4]
صیاد سے مت کیجیے یارانہ چمن میں

اے دوست ترے کوچے میں اس طرح پڑا ہوں
جس طرح سے ہو سبزۂ بیگانہ چمن میں

۱ـ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)
۲ـ شاگرد شیخ خدا بخش (کذا) ناسخ ـ یہ اُس کا کلام ـ
۳ـ . . . . چمن بن گئے . . . .
۴ـ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)

یوسفستاں لکھنؤ کو گر کہوں تو ہے بجا[1]
جس طرف کو جا نکلیے مصر کا بازار ہے

تل لب و رخ پر نہیں ، دیکھے ستارے پاس سے
کس نے دیکھے ہیں بھلا اس طرح تارے پاس سے
کیا حواس و صبر کیا تاب و تواں کیا ہوش و عقل
تیرے اٹھتے اٹھ گئے ہم دم بھی سارے پاس سے
آپ بہرا میں بنا عمداً فقط اس واسطے
تا کہ وہ خورشید رو آ کر پکارے پاس سے
تاکہ ہو ایذا نہ مجھ کو اس پری نے اس لیے
دور سے پتھر لگائے ، پھول مارے پاس سے
اے شہید اللہ سے یہ ہے دعا ہو وہ بھی دن[2]
تا کروں روئے صنم کے میں نظارے پاس سے

ہیں لال لال دست نگاریں نگار کے
گویا ہیں نخل طور میں پتے چنار کے
بندے ہیں پنجتن کے ، نہ ہم چار یار کے
کہہ دیں گے اے شہید یہ منہ پر ہزار کے
دیکھیں گے بعد مرگ بھی ہم دن بہار کے
اشکوں سے تختے سبز رہیں گے مزار کے
رخ نے فروغ ہالۂ انجم دکھا دیا
کلیاں برنگ نجم ہیں بالے میں یار کے

۱،۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

معدوم مثل نقطۂ موہوم ہو گئے
مضموں اگر لکھے دہن تنگ یار کے

آنکھوں کی راہ وائے ستم دم نکل گیا
دو چار دن نہ ہم سے کھنچے انتظار کے

توبہ کہاں کی روزہ کہاں کا کہاں نماز
ساقی شراب لا کہ دن آئے بہار کے

کانٹوں پر یاں سونا ہے واں پھولوں پر آسائش ہے[1]
مرنا کھپنا ہم کو ہے واں زینت ہے آرائش ہے

آٹھ پہر فرصت نہیں تم کو زینت ہے زیبائش ہے
شانہ ہے ، مشّاطہ ہے ، آئینہ ہے ، آرائش ہے

فصدوں پر ہوتی ہیں فصدیں سودا بڑھتا جاتا ہے
جوشش وحشت گھٹتی نہیں ہے خون کی کیا افزائش ہے

تپش نہ اٹھے دل میں کیونکر اشکوں میں سرخی بھی ہے
کچا پھوڑا پھوٹا ہے رنگیں اس سے آلائش ہے

گل پر گل کھائے فرقت میں پھول کھلے ہیں سر تا پا
نخل چمن الفت نے بنایا داغوں سے آرائش ہے

بڑھنا گھٹنا قسمت سے ہے بن گئے وہ ہم بدر و ہلال
اپنی جان کی یاں کاہش ہے حسن کی واں افزائش ہے

ٹکڑے گریباں ، پرزے داماں ، اشک فشاں ، فریاد کناں
صحرا کو اس طرح سے چلیے وحشت کی فرمائش ہے

یاں دھاگا سا صدموں سے فرقت کے جسم زار ہوا
واں ڈورا لے لے کر مردم بازو کی پیمائش ہے

۱۔ اس غزل کا کوئی شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ہجر صنم میں نیند آنے کی اور نہیں تدبیر شہید
کنج لحد میں سوئیے چل کر محشر تک آسائش ہے

---

۴۹۸ - یاور ، امداد علی[1]

ہم راز ولایتی و ہندوستانی ، جوہری فنون نکتہ دانی ، موزونی تال و سر آن کی بیت میں ٹھوکریں کھاتے ہیں ، تقطیع و چھب آ کر یہاں درست ہو جاتی ہے - ہر ایک اس فن کے کیسے کو خوب دیکھتا بھالتا ، مضمون دوشیزہ ہردم نئے نکالتا - طایفہ شعرا میں یتبعہم الغاؤن کے ہم سر ، میاں امداد علی تخلص یاور - اول میں اس دون کا تخلص گردون تھا ، مگر بوجہ اپنے پیشے کے کہ پابند ایک کے نہ رہنا دلیل ہے اس پر تخلص کا بدلنا - شاگرد ناخلف مولوی شہید کا ، یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا - یہ بچھڑا ولایتی مقیم نخاس لکھنؤ کا ہے ، بالفعل وہ اپنے کو جوہری کلام جانتا ہے ، کوئی اس سے پوچھے کہ تو علم موسیقی جانے ، علم عروض و قافیہ کیا جانے - بہرحال یہ چند اشعار اس سے یادگار - اشعار میاں یاور :

میسر ہو پھر وصل جاناں ہمیں
دکھا دے خدا پھر وہ ساماں ہمیں

عدم سے نکالا جو عریاں ہمیں
دکھانا تھا دنیا کا ساماں ہمیں

نہ دکھلاؤ ہنس ہنس کے دنداں ہمیں
نہ رلواؤ مانند نیساں ہمیں

---

[1] - ترجمۂ یاور نسخۂ انجمن میں نہیں ، نسخۂ پٹنہ میں بھی مصنف نے بعد میں حاشیے پر اضافہ کیا ہے - (مرتب)

ترا کوچہ اے حور ہے باغ خلد
ترے گھر کا درباں ہے رضواں ہمیں
بتوں کا کچھ اس میں اجارہ نہیں
خدا نے کیا ہے مسلماں ہمیں
انگوٹھی نہیں اس پری رو نے دی!
ہوئی آج مُہرِ سلیماں ہمیں
دکھا کر رقیبوں کو رخسار صاف
جلاتے ہو اے مہر تاباں ہمیں
بٹھاؤ نہ للہ غیروں کو پاس
ستاؤ نہ اے راحت جاں ہمیں
رہائی ہے دست اجل سے محال
نہ چھوڑے گی یہ دشمن جاں ہمیں
طمع سی طمع ہے کہ کہتی ہے خلق
میسر ہو دنیا کا ساماں ہمیں
چنے بھی چبانے کو دے گا ضرور
دیے ہیں اگر اس نے دنداں ہمیں
کہاں تک پڑے دل میں سلگا کریں
کہیں پھونک دے سوز ہجراں ہمیں
اگر دیکھنا کچھ بھی ہے ننگ و عار
تو پیدا نہ کرتا وہ عریاں ہمیں
یہ اس گل کے ہاتھوں سے تھے تنگ [ہم]
کہ کنج قفس ہے گلستاں ہمیں
نہ چھوڑا بغیر از پلائے شراب
کیا اس نے یاور مسلماں ہمیں

———

۴۹۹ - یوسف ، یوسف بیگ

یوسف کو اس کی آزادگی پر (اک) تاسف ، یوسف بیگ تخلص یوسف ، خلف (مرزا) قاسم بیگ ، شاگرد[1] مولوی شہید ۔ یہ اس سے یادگار :

ہے تمنا اپنے پہلو میں وہ رشک حور ہو
ابر ہو ساقی ہو مے ہو ساغر بلّور ہو

یا جواب صاف ہو یا وصل اب اے حور ہو[2]
بات اک جھٹ پٹ کہو جو کچھ تمھیں منظور ہو

چشم جادو تیغ ابرو قد قیامت ساق شمع
گیسوے جاناں نہ کیوں شکل شب دیجور ہو

مے کدے میں بھی خیال زہد ہے اے دخت رز
پوچھ لے پیر مغاں سے گر تجھے منظور ہو

(ہم کو درس مصحف رخسار ساقی ہے مدام
کیوں نہ شوق سبحۂ صد دانۂ انگور ہو)

بادۂ فرقت کا ہوں مخمور جائے رحم ہے
اب شراب وصل سے ساغر مرا معمور ہو

سلسلہ اپنا بھی ہے یوسف یہ جائے فخر ہے[3]
جان و دل سے کیوں نہ وصف ناسخ مغفور ہو

۱۔ شاگرد شہید ، یہ اُس کی گفت و شنید ۔
۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳۔ سلسلہ اپنا بھی ہے یوسف یہ جائے فخر ہے ۔

وہ بزم مے کشی میں جو خواہاں گزک کے ہیں
لے جا کے ان کو میرے جگر کے کباب دو

ہو لطف چاندنی کا اٹھا دو نقاب کو
کوٹھے پہ میرے آج تو ہوں ماہتاب دو

بے تاب ہوں بہت طپش آفتاب سے
یک قطرہ اپنے چہرے کا دو یا گلاب دو

---

۵۰۰ - واحد، پنڈت سنگم لال

پنڈت سنگم لال تخلص واحد، وہ خوش عقائد شاگرد مولوی شہید۔
من کلامہ :

صرف دینار و درم کر تو جو دلبر چاہیے
عاشقی میں[1] یہ مثل مشہور ہے زر چاہیے

قامت دلدار کے مضمون لکھنے ہیں مجھے
بہر خامہ مجھ کو اک شاخ صنوبر چاہیے

کشتیٔ جاں ہجر کے دریا میں ہوتی ہے تباہ
تیرے قدموں کا اسے اے جان لنگر چاہیے

عشق دنداں میں طبیبو ہو رہا ہوں جاں بلب
نسخے میں بدلے عرق کے آب گوہر چاہیے

ایک بوسہ تو دیا ہے دوسرا بھی دیجیے
مجھ کو اے شیریں دہن قند مکرر چاہیے

بستر گل پر نزاکت سے نہیں آتی ہے نیند[2]
پردہائے چشم کا اس گل کو بستر چاہیے

۱- کو۔
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

زاہدوں کے واسطے زیبا طواف کعبہ ہے
عاشقوں کو کوچۂ جاناں میں چکر چاہیے
آتش دوری میں جلتا ہوں پڑا میں روز و شب
نام میرا اب رکھیں واحد سمندر چاہیے

---

۲ آپ سو مرتبہ کو ہم سے خفا ہوتے ہیں
پر کوئی بات ہے ہم تم سے جدا ہوتے ہیں
میں اکیلا ہی نہیں قیدیٔ زلف جاناں
روز دو چار گرفتار بلا ہوتے ہیں
جان جاتی ہے کوئی دم میں ہماری بہ خدا
اے غم یار ترے حق سے ادا ہوتے ہیں
اپنی برگشتگی بخت تو دیکھو یارو[۱]
ہم دعا دیتے ہیں اُن کو، وہ خفا ہوتے ہیں
روز محشر سے ہمیں خوف نہیں اے واحد
جو کہ عاشق ہیں وہ مقبول خدا ہوتے ہیں

---

۵۰۱ - کوثر، مرزا مہدی

شاعر شیریں مقال، سخنور زبان آور، مرزا مہدی تخلص کوثر، پسر مرزا قطبی صاحب، شاگرد شیخ امام بخش ناسخ، (سرگرم سخن رانی، صحبت مشاعرہ کا بانی) یہ[۲] اشعار اس خوش شعار سے یادگار:

موسم بادہ کشی ہے مجھے کیا کل آئے
رعد بھی کرتا ہے فریاد کہ بادل آئے

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- من کلامہ -

کس کی اب دیر ہے ، وہ باغ میں اول آئے
ساقیا شیشے کھلیں جھوم کے بادل آئے
وہ حرارت ہے مرے نخل سر تربت میں
لاکھ سال ابر جو برسے تو نہ کونپل آئے
قمریاں بے حرکت پیش قد یار ہوئیں
ہے یہ حیرت کی جگہ سرو میں بھی پھل آئے

اے پری رو رات بھر رہنے سے خوشبو ہو گیا
پھول کاغذ کا تری چوٹی میں شبو ہو گیا

پھول آٹھ بھی گئے یار گل اندام نہ آیا
مرنا بھی مرا ہائے مرے کام نہ آیا

چل بسی باد بہاری شور بلبل ہو گیا
ایک جھونکے میں چراغ زندگی گل ہو گیا

تم جس کو سمجھتے ہو کہ یہ شانہ ہے میرا
دھوکا ہے سراسر دل دیوانہ ہے میرا
میرے دل صد چاک کی تاثیر تو دیکھو
وہ مجھ سے اُلجھتا ہے کہ یہ شانہ ہے میرا
او سنگ ستم ترک مے ناب نہ ہو گا
شیشہ بھی جو ٹوٹے گا تو' پیمانہ ہے میرا

---

۱۰ ۵۹ ۔

اس درجہ تعلی ہے اسے بادہ کشی میں
خورشید کو کہتا ہے کہ پیمانہ ہے میرا
تھراتا ہے گردوں پہ اسے دیکھ کے خورشید
یہ خوف سے لبریز سیہ خانہ ہے میرا
ہم وضع ہے ہم پیشہ ہے ہم درد ہے ہم شکل
مجنوں کا جو قصہ ہے وہ افسانہ ہے میرا
کوثر بہ خدا چشم حقیقت سے جو دیکھا
دنیا میں نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ہے میرا

کب مری تربت پہ وہ گل پھول لا کر دھر گیا
گر کبھی آیا تو اُلٹے شمع کو گل کر گیا
میرے مرنے سے یقیں ہے دوستوں کو ہو خوشی
رنج سے چھوٹا مسافر جب کہ اپنے گھر گیا

وہ زار ہوں کہ چشم جہاں سے نہاں گرا
جس جا گرا بسان نگہ بے نشاں گرا
امیدوار معذرت و توبہ میں بھی ہوں
ساقی کے پاؤں پر مجھے پیر مغاں گرا
اللہ رے رسائیِ تیر[1] نگاہِ یار
خلد بریں سے طیر بلند آشیاں گرا
اس رشک گل کو دیکھ کے آئی نہ تاب حسن
بلبل ادھر گری تو اُدھر باغباں گرا

۱۔ نسخۂ پٹنہ میں سہوِ کتابت سے ''تیغ'' بجائے ''تیر''۔ (مرتب)

اتنا تو روئیے کہ فرشتے بھی یہ کہیں
طوفان اشک دے نہ کہیں آسماں گرا

تجھ سے اے دست جنوں حال ہے پنہاں اپنا
صورت غنچہ ہے دامن میں گریباں اپنا

جس نے گلشن میں نظر کی ترے رخساروں پر[1]
ہاتھ سے پھینک دیا گل کو وہیں خاروں پر
لعل لب سبزۂ خط خال سیہ زلف سیاہ
کس قدر آپ ہیں مغرور انھیں چاروں پر
بے گناہوں پہ تو جیسا کہ ستم کرتا ہے
ظلم ایسا نہ کرے کوئی گنہ گاروں پر
جب نہ ہو ان کو ترا شربت دیدار نصیب
خاک جینے کا گماں ہو ترے بیماروں پر
درد فرقت سے نہ رویا نہ کبھی نالہ کیا
نہ کھلا راز مرے دل کا مرے یاروں پر

حسن دیکھا ہی کیا یار دل آرام اپنا
واں وہی ناز رہا ہو گیا یاں کام اپنا
لذت وصل صنم یاد دلائی اس نے
میں نے انعام دیا ہجر کو آرام اپنا
اس کی زلفوں کا یہاں تک ہمیں رہتا ہے خیال
دم بھی آنکھوں سے جو نکلا تو سر شام اپنا

۱- یہ اور اس کے بعد کے چار شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

جا کے قاصد بھی وہاں سے نہ پھرا سحر ہے یہ
آپ سے خوب ادا ہوتا ہے پیغام اپنا

ایسے ہیں وہ لطیف سر راہ بار ہا
مثل نگاہ چشم سے پنہاں نکل گئے

پلٹنا بخت کا ، دل کا الٹنا کج ادائی سے
تمھاری ایک کروٹ میں یہ دو پہلو نکلتے ہیں

---

۵۰۲ - محتشم ، مرزا محمد محتشم

[1] شہزادہ سلطان مرزا محمد محتشم بخت بہادر تخلص محتشم - یہ ان سے یادگار :

آبرو رکھے خدا شدت سے بد خو ہو گیا
اب سخن تکیہ مرے محبوب کا 'تو' ہو گیا

چاہ میں دونو کی میرے حق میں کار سم کیا
زلف ناگن ہو گئی اور خال بچھو ہو گیا

اتنے خط لکھ لکھ کے بھیجے ہم نے اپنے یار کو
پاؤں قاصد کے تھکے ، شل اپنا بازو ہو گیا

اک روز سوئے گور غریباں جو میں گیا
آیا نظر مجھے وہاں اک طرفہ ماجرا
دو پھول جس کی قبر پہ دیتا تھا میں چڑھا
آتی تھی اس مزار سے بس یہ مجھے صدا[2]

۱- نسخۂ پٹنہ میں محتشم کا حال نہیں - نسخۂ انجمن میں بھی بعد میں صفحہ ۳۵۹-۳۶۰ کے حاشیوں پر اضافہ کیا گیا ہے - (مرتب)

۲- ''صدا'' کو ''س'' سے لکھا ہے - (مرتب)

"نازک تر است شیشۂ دل در کنارِ ما
آہستہ برگِ گل بفشاں بر مزارِ ما

دیگر :

دل ہے یہ خانۂ خدا اپنا
اس کو توڑے ہے دل ربا اپنا

دوست جس دل کو ہم سمجھتے تھے
دشمنِ جاں وہی ہوا اپنا

---

۵۰۳ - راوی ، خواجہ مصاحب علی

جوان رعنا ، خوش منظر ، (فن) شاعری سے با خبر ، خواجہ مصاحب علی[1] ، شریف قصبہ ناون ، تخلص راوی ، نبیرۂ عبداللطیف خان ، شاگرد مرزا مہدی کوثر ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

دلِ ناشاد کو میں شاد کروں یا نہ کروں
ہجر میں نالہ و فریاد کروں یا نہ کروں

طوق منت کا وہ پہنے ہے میں بیڑی پہنوں
آج کل منت حداد کروں یا نہ کروں

پھر بہار آئی ہوا پھر مجھے جوش سودا
خواہش نشتر فصّاد کروں یا نہ کروں

کھنچتی ہے یا نہیں کھنچتی ہے شبیہ جاناں
حسد اے مانی و بہزاد کروں یا نہ کروں

۱- ۔ علی ، تخلص راوی ، شاگرد مرزا مہدی کوثر ، نبیرۂ عبداللطیف خان ، شریف بلگراؤں [بلگرام] ۔ منہ ۔

ضبط اے دل نہیں ہوتا ہے کروں جیب کو چاک
کسی صحرا کو پھر آباد کروں یا نہ کروں

خوف ہم‌سایہ سے نالہ نہ کروں روؤں نہ میں
شب فرقت میں اسے یاد کروں یا نہ کروں

جان کر عاشق بے کس مجھے فرماتے ہیں
کوئی تازہ ستم ایجاد کروں یا نہ کروں

رنج فرقت سے خوشی ہوتی ہے میرے دل کو
مثل نے نالہ و فریاد کروں یا نہ کروں

مجھ کو ہے اس بت بے رحم سے نفرت راوی
صفت حسن خدا داد کروں یا نہ کروں

میر مستحسن خلیق کے انتقال کی اس نے یہ تاریخ کہی (ہے) :

(تاریخ)

میر خلیق نکتہ سنج دار فنا کو چھوڑ کر
خلق کے دل پہ کوہ غم اپنے الم کا دھر گئے
راوی خستہ حال نے فکر جو فرط غم سے کی
ہاتف غیب نے کہا ''میر خلیق مر گئے''[1]

اس تاریخ پر بعض نے یہ اعتراض کیا کہ جس "یا" پر ہمزہ ہو اس کے بیس عدد لیتے ہیں، اس قاعدے سے تاریخ نا درست ہے۔ چونکہ تاریخ اچھی ہے، اس کی درستی کے واسطے[2] ایک استاد کا قول بیان کیا جاتا

۱- میر خلیق مر گئے = ۱۲۶۰ھ - (مرتب)

۲- - - - - واسطے میاں مصحفی نے کہ تاریخ رام پور کی لڑائی کے فتح ہونے کی کہی ہے، لکھی - فتح - - - اس میں "ی" کے دس لیے ہیں -

ہے - میاں مصحفی نے رام پور کے لڑائی کی فتح ہونے کی یہ تاریخ کہی ہے - مصرعہ :

فتح آصف کی ہوئی دشمن بے دیں بھاگا[1]

(اس میں) ''ی'' کے دس لیے ہیں - جسے شبہ ہو حساب کر لے -

---

۵۰۴ - قبول ، مرزا مہدی

شاعر مطبوع و مقبول ، مرزا مہدی تخلص قبول ، شاگرد[2] شیخ امام بخش ناسخ - (خوش خلق ، عالی مزاج ، آشنائے ثابت ، قابل صحبت ، شعر سے زیادہ شوق مرثیہ گوئی ، تحصیل خیر و نکوئی اُس کا شعار) من کلامہ[3] :

روان رفتار کے وصفوں میں خامہ اے صنم پایا
زبان کلک کو توصیف ایزد میں قلم پایا

عزیز اے یوسف دوراں ہے تیرے عشق کا سودا
ملا جب داغ سینے کو تو ہم سمجھے درم پایا

سوا ہے سامری کے سحر سے بھی عشوہ آنکھوں کا[4]
ترے آگے نہایت حسن میں یوسف کو کم پایا

زمانے کی نظر آنے لگی سیر ایک ساغر میں
گیا میخانے میں جب میں تو میں نے جام جم پایا

قد جاناں ضعیفی میں زیادہ کیوں نہ قاتل ہو
غضب ہے سیف نے تیغ صفاہانی کا خم پایا

۱- = ۱۲۰۹ھ (مرتب)
۲- شاگرد ناسخ -
۳- یہ اشعار یادگار -
۴- اگر چشم زلیخا سے بھی دیکھا ہے حسینوں نے

سرور ایسا ہوا مجھ کو نہیں پھولا سماتا ہوں[1]
ملا بوسہ دہن کا یا گل باغ ارم پایا

قلم سر ہو گیا لیکن نہ سرکا پاؤں آگے سے
وفاداری میں مجھ کو یار نے ثابت قدم پایا

تواضع اہل دنیا کی یقینی قاتل جاں ہے
مثال تیغ دیکھا ہم نے اس کو جس کو خم پایا

کمر دیکھی جونہی تیری خوشی سے دم ہوا راہی
پکاری روح ہم نے جادۂ ملک عدم پایا

جب اپنے دل کو دیکھا عشق میں مجنوں سے افزوں تھا[2]
وفا میں جب تجھے دیکھا بہت لیلیٰ سے کم پایا

قبول اب کر دعا شاہ زمن کے واسطے دل سے
کہ میں نے اس سے عزت پائی اور جاہ و حشم پایا

آفتاب اے مبغ چھپایا جب خم افلاک نے
خوشۂ انگور پروین کو لگے ہم تاکنے

جب کہ زلفوں میں کیا شانہ دل صد چاک نے
آئنہ دکھلایا حیراں ہو کے مجھ غم ناک نے

تیرے دانتوں سے صفائی کی ہے پیدا اے پری[3]
موج آب در کی صورت ریشۂ مسواک نے

اپنا ہمسر اب کسی کو سر مرا کہتا نہیں
باد کے گھوڑے پہ چڑھوایا ترے فتراک نے

---

[1] تا [3] - یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

عیب ظاہر کر رہا تھا آسمانِ کینہ جو
پردہ پوشی کی تن خاکی کی لیکن خاک نے
کون ہے مجنون صحرا گرد کی یہ خاک ہے
اس قدر کیوں پائی ہے سرگشتگی ہر چاک نے
کس قدر ساری ہوا بد ہضمی[۱] کا مرض
ہو گیا ہیضہ رقیبوں کو لگے ہم ڈاکنے
کر کے کیسہ پائے نازک میں ہمارے سامنے
ہم سے کیسے ہاتھ ملوائے ترے دلاک نے
طاق سے شیشہ یہ جب تو نے اتارا ساقیا[۲]
طاق نسیاں تیرا اے ظالم لگے ہم تاکنے

نہ ہو جب کوئی غم باق تو پھر غم خوار پیدا ہو
جو ہم ہو جائیں نا پیدا تو ماتم دار پیدا ہو
بجز دشمن نہ پایا دوست کوئی اس زمانے میں
نئی دنیا جو پیدا ہو تو شاید یار پیدا ہو
ہم اے قاتل وہ وحشی ہیں گریباں روح کا پھاڑیں
بدن پر تیغ سے گر زخم دامن دار پیدا ہو

کیا مژگانِ جاناں نے نشانہ بےسبب مجھ کو
کجی کا راستی سے تیر کی آیا عجب مجھ کو
چلوں آنکھوں سے گر امداد ہو کچھ پائے مژگاں کی
کیا ہے یار نے بے دست و پائی میں طلب مجھ کو

۱، ۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

اے جان ہے ثبوت دہن میں سخن مجھے
بوسہ قدم کا لوں جو دکھا دو دہن مجھے[1]
وحشی مزاج ہوں مجھے عریان کیجو دفن[2]
تربت میں پھاڑ کھائے گا مرا کفن مجھے

اس کا مقتول ہوں میں جس کا بدن دہرا ہے
گو[3] اکہرا ہے مرا جسم کفن دہرا ہے
مجھ سے اقرار تھا آنے کا ، گیا غیر کے گھر
تجھ سے شکوہ مجھے اے عہد شکن دہرا ہے

(اس سیم‌تن کے دل میں محبت مقیم کی
اب زر کی کچھ ہوس نہ تمنا ہے سیم کی
اکسیر یہ زمانہ ہے نافہم کے لیے
اس دور میں خراب ہے مٹی فہیم کی
طالب ہو کون ، طاقت دیدار کس کو ہے
جلوہ تو ہے پر آنکھ کہاں ہے کلیم کی
میرا سخن کریں گے مرے بعد سب عزیز
ہوتی ہے اہل درد کو الفت یتیم کی
تو گنج تھا مرا سو[4] اڑا لے گیا ہے غیر
پائی مرے رقیب نے قسمت غنیم کی
ہوں صرف وصف بینی و زلف و دہان یار
تفسیر لکھ رہا ہوں الف لام میم کی

۱- - - - - دکھادے دہن مجھے
۲- - - - - - عریاں کرو دفن (کذا)
۳- نسخۂ پٹنہ میں سہو کتابت سے ''وہ'' - (مرتب)
۴- سہو کتابت سے یہ لفظ دو مرتبہ لکھا گیا ہے - (مرتب)

تا وقت مرگ مجھ کو بچائے گی اے قبول
دیوِ رجیمِ نفس سے رحمت رحیم کی

---

۵۰۵ - ثبات، مرزا محمد محسن[1]

شاعر خوش اوقات، مرزا محمد محسن ولد مرزا محمد حسن، تخلص ثبات، شاگرد مرزا مہدی قبول - من کلامہ :

دوں اگر تشبیہ اپنی آہ آتش بار سے
برق جل کر گر پڑے اس چرخ مینا کار سے

کیوں نہ ہوں اس طفل ہندو کے گلے کا ہار میں
رشتۂ جاں کو ہے رشتہ، رشتۂ زنار سے

آفتاب روے روشن سے انھیں جھپکائیے
دیر سے آنکھیں لڑی ہیں روزن دیوار سے

جاں بلب ہوں، طفل مجھ وحشی سے باز آتے نہیں
سیکڑوں خالی ہیں دامن، دامن کہسار سے

عید کا دن ہے کرو اے جان جاں مجھ کو بھی شاد
آج تو میرے گلے لگ جاؤ آ کر پیار سے

پاؤں کے چھالوں سے چل کر تر کرو اے وحشیو
العطش کا شور سنتے ہیں زبان خار سے

زائرِ شاہِ نجف ہوں جی میں ہے چل کر ثبات
مس کروں آنکھیں مزارِ حیدر کرار سے

۱- ترجمۂ ثبات نسخۂ پٹنہ میں نہیں - (مرتب)

۵۰۶ - سعید، آغا نجف[1]

یگانۂ وحید، آغا نجف تخلص سعید، شاگرد مرزا مہدی قبول،
یہ اس سے یادگار:

صیاد دے گا قید کا رنج و محن مجھے
کیوں باغباں دکھاتا ہے سیرِ چمن مجھے

کھلوائیں ٹھوکریں تری رفتار نے مجھے
منہ کی کھلائے گا ترا عشق ذقن مجھے

تھا عشق جیتے جی مجھے اک رشک ماہ کا
درکار اب ہے چادرِ مہ کا کفن مجھے

صیاد کب سے کنج قفس میں اسیر ہوں
کر دے رہا سمجھ کے غریب الوطن مجھے

اس حور وش کے ساتھ گیا کل جو باغ کو
سیرِ بہشت ہو گئی سیرِ چمن مجھے

عاشق ہوا ہوں تجھ پہ جو اے بحر حسن میں
جھکواتا ہے کنوئیں ترا چاہِ ذقن مجھے

جب سے ہوا ہوں عالمِ غربت میں میہماں
کس درجہ یاد آتا ہے اپنا وطن مجھے

کچھ خوف حشر مجھ کو نہیں مطلق اے سعید
بخشائیں گے خدا سے حسین[4] و حسن[4] مجھے

باغ میں جب تجھے اے غنچہ دہن دیکھیں گے
نہ کبھی ہم گلِ نسرین و سمن دیکھیں گے

۱- نسخۂ پٹنہ میں ترجمۂ سعید نہیں ہے - (مرتب)

اس لیے ہے سفرِ ملک عدم کا ارماں
کہ وہاں صورتِ یارانِ وطن دیکھیں گے

ہم دعا دیں گے رہا کر دے قفس سے صیاد
تو پھلے پھولے گا ، ہم سیر چمن دیکھیں گے

کوچہ دیکھیں گے اگر اے گلِ رعنا تیرا
عندلیبانِ چمن پھر نہ چمن دیکھیں گے

آنکھ کافی ہے اسیروں کو نہ گیسو دکھلا
نہ پھنسیں گے کبھی آہو جو رسن دیکھیں گے

باتیں تم ہم سے کرو گے تو بر آئے گی مراد[1]
کانوں سے سنتے ہیں آنکھوں سے دہن دیکھیں گے

ہے یقیں ہوگا مساعد جو کبھی بخت سعید
روضۂ حضرتِ سلطانِ زمن دیکھیں گے

---

۵۰۷ - ندیم ، میر محمد شفیع

ذکی و فہیم ، میر محمد شفیع ابن میر محمد رفیع ، میر منشی ، تخلص ندیم ، شاگرد[2] مرزا مہدی قبول ، یہ اس سے یادگار :

رضواں نہیں ترا ہمیں باغِ جناں پسند
پہنچیں وہاں کہ ہے ہمیں کوئے بتاں پسند

ناخن کی شکل بدر کو تو نے کیا ہلال
اے چرخ پیر تو ہے بہت ناتواں پسند

خانہ بدوش ہیں ہمیں دنیا سے کام کیا
جن کا مکاں نہیں انھیں ہے لا مکاں پسند

۱- اصل میں سہو کتابت سے ''یاد'' بجائے ''مراد'' -(مرتب)
۲- شاگرد قبول - منہ -

خوش لہجہ باغ دہر میں مجھ سا نہیں ندیمؔ
ہے بلبل چمن کو بھی میری زباں پسند

کیا بعد مرگ بھی مری وحشت ہے زور پر
لڑکے ہزاروں سنگ لگاتے ہیں گور پر
وہ حکم ہے نہ ملک نہ وہ زور ہے نہ زر
کیا بے‌کسی برستی ہے شاہوں کی گور پر
ہم ہجر میں موے یہ نشانِ مزار ہے
لالے کے بدلے داغ نمایاں ہے گور پر
زیر کفن جلاتی ہے ساقی کی یاد میں
مستانہ چل رہی ہے صبا میری گور پر
اے ترک تیری آنکھوں کا صیاد صید ہے
ان آہووں کو فوق ہے بہرام گور پر
ایسا نہ ہو کہ ہاتھ کا لپکا اسے پڑے'
تہدید کچھ ضرور ہے مہندی کے چور پر
معشوق بے وفا سبھی ہوتے ہیں اے ندیمؔ
گل خندہ زن ہے بلبلِ نالاں کے شور پر

(پڑا ہوں جاں کنی میں اے صنم تیرے ترحم سے
نہ کھینچ اب ہاتھ کو بہر خدا دم بھر تظلم سے
بہاری سرد آہوں سے شگفتہ ہو کے ہنس دیجے
در شبنم بھی غنچے میں دکھا دیجے تبسم سے

۱- - - - لپکا ہو اے پری

خدا کے فضل سے اے بت تو استاد مسیحا ہے
ترے گھنگھرو کی آتی ہے صدا عیسیٰ کی قم قم سے

جلانے کو مرے ٹاپیں لگائیں سنگِ مدفن پر
شرر پیدا ہوں نعلِ توسنِ چالاک کے سم سے

گرفتاروں کی آہوں سے اگر طوفان پیدا ہو
پریشاں موجِ بوئے زلف ہو جائے تلاطم سے

چمن میں مسکرانا یاد آیا ناز سے اس کا
نہ کیوں کر مجھ کو رونا آئے غنچوں کے تبسم سے

زوال لطف . . . .[1] کیسا ہے بے حجابی نے
پتا پایا دہانِ یار کا ہم نے تکلم سے

خیال زلف و ابرو میں یہی ہر دم تصور ہے
کہ کیوں کر آشتی پیدا ہو یا رب مار کژدم سے

نہ اے مطرب کسی کو ہوش ہو سب ہوں زخود رفتہ
صدا نکلے جو اس کے پاؤں کی تیرے ترنم سے

خیالِ ابرو و مژگاں جو ہے صحرا نوردی میں
سوا ہے نیشتر ہر خار کا اب نیش کژدم سے

فاو میں ایک ہیں ہم ، بے وفائی میں ہو تم کامل
کریں ہم کیا سمجھ کر بے وفائی کا گلہ تم سے

ہوا ہوں خندۂ دندان نمائے یار پر وحشی
سلاسل چاہیے میرے لیے موجِ تبسم سے

خیالِ خالِ روئے یار میں نیند اڑ گئی میری
لڑی رہتی ہیں ساری رات آنکھیں چشم انجم سے

۱- جہاں نقطے لگائے گئے ہیں ، اصل میں یہ جگہ خالی ہے ۔
(مرتب)

مری آہوں سے آندھی اس قدر ہے بحر قلزم میں
کہ چکر میں ہیں سارے مردم [آبی] تلاطم سے
ندیم اس سے سوا پوشاک میں اب کیا تکلف ہو
لباسِ خاکِ کوئے یار بہتر جانِ قائم سے

رعب سے کوچۂ جاناں میں نہیں پڑتے پاؤں
اور پیچھے کو ہٹے جاتے ہیں ہر بار قدم
سامنے آئے اگر ناز سے قاتل اے روح
پیشوائی کے لیے جائیو دو چار قدم
ہمسری کرتے تھے وہ تیر مژہ سے تیرے
روندتے دشت میں کیوں کر نہ بھلا خار قدم
خم مے کے ......[1] جو آج اے ساقی
فلک شمس پہ رکھتے نہیں مے خوار قدم
عاشق لب ہو ترا رتبے میں عیسیٰ سے بلند
چرخ چارم پہ نہ رکھے ترا بیمار قدم
جادۂ رہ پہ ترے پاؤں رکھے تھے ہم نے
اس گنہ پر ہیں سلاسل کے سزاوار قدم
آہ سوزاں کے فتیلے سے جلیں صورت دیو
کوچۂ یار میں رکھیں جو اب اغیار قدم
امتحاں کر مری ثابت[2] قدمی کا قاتل
عشق کی راہ سے اٹھیں گے نہ زنہار قدم

۱۔ دو لفظ جو واضح نہیں۔ (مرتب)
۲۔ اصل میں سہوکتابت سے ''ثابت قدیمی'' بجائے ''ثابت قدمی''۔ (مرتب)

حسن سرکش یہ ہے مغرور بہت ان روزوں
نہیں رکھتا ہے زمین پر وہ دل آزار قدم
شوق ہے کعبہٗ ابرو کی زیارت کا ندیم
کیا رہِ نیک کے ہیں آج طلب گار قدم)

۵۰۸ - سحر ، اجودھیا پرشاد

اجودھیا پرشاد تخلص سحر[۱] ، ساکن لکھنؤ ، شاگرد مرزا مہدی قبول ، یہ اس سے یاد :

خلش سے غیر کی کوچہ ترا اے گل بدن چھوٹا
قیامت ہے کہ فصل گل میں بلبل سے چمن چھوٹا
تری آنکھوں کی گردش سے ہوئے خوش چشم آوارہ
چمن خالی ہوئے نرگس سے آہو سے ختن چھوٹا
زخود رفتہ ہوا جب کلک قدرت حسن اعضا میں
کمر بننے کو باقی رہ گئی نقش دہن چھوٹا
بلا سے ، پیچ سے ، زنجیر سے ، ممکن ہے چھٹ جانا
مگر کس دن اسیر دام زلف پر شکن چھوٹا
کیا عشق لب و دنداں نے تیرے بے وطن سب کو
گہر نکلے عدن سے اور لعلوں سے یمن چھوٹا
پھڑکتی آنکھ جب دیکھی ترے گیسو کے حلقے میں
یقیں جانا سبھوں نے سنبلستاں میں ہرن چھوٹا
حدیث حسن نے تیری بھلایا قصہٗ یوسف
نیا مضموں جو ہاتھ آیا تو مضمونِ کہن چھوٹا

۱- - - - سحر ، شاگرد مرزا مہدی قبول ، یہ اشعار اُس سے یادگار -

پھنسا تو ہی نہیں اے سحر اس کافر کی الفت میں
نہ کوئی شیخ باقی ہے نہ کوئی برہمن چھوٹا

---

۵۰۹ - حشم ، میر امیر علی

حکمت میں مشہور، شاعری میں علم، (میر) امیر علی تخلص حشم، شاگرد شیخ[1] امام بخش ناسخ - من کلامہ :

یہ جی میں ہے کہ ہاتھوں کی جا پر لگائیے
اڑ کر کہیں سراغ کبوتر لگائیے

قامت کا دھیان تا بہ قیامت نہ جائے گا
گھر میں ہزار سرو و صنوبر لگائیے

چھوٹوں کسی امیر نے مجھ سے نہ یہ کہا
تکیے میں اس فقیر کے بستر لگائیے

ہوگا نہ صنعتوں میں[2] نہ تقطیع میں درست
مصرع جو کوئی مصرع قد پر لگائیے

عیش و عشرت کو سدا رنج و محن سمجھا کیا
خانۂ شادی کو میں بیت الحزن سمجھا کیا

کھل پڑا جوڑا نہانے میں جو روئے یار پر
بے تامل اس کو میں سورج گہن سمجھا کیا

وائے نادانی کہ یہ غفلت مرے دل کو رہی[3]
اس مسافر خانے کو اپنا وطن سمجھا کیا

۱- ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیخ ناسخ ، من وارداتہ -
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "کا" بجائے "میں" - (مرتب)
۳- وائے نادانی کہ غفلت میرے دل کو رہنے سے

توڑ کر پیمانۂ دل کو لگا پھر جوڑنے
اُس کو بھی اک کھیل وہ پیماں شکن سمجھا کیا
اے حشم میں ہوں اصول خمسۂ دیں کا مقر
مجھ کو ہر مومن غلامِ پنجتن سمجھا کیا

---

۵۱۰ ۔ نادر ، مرزا عسکری

اہل بیت علیہم السلام کا شاعر ، منقبت گوئی پر[۱] بہت قادر ، مرزا عسکری تخلص نادر ، شاگرد (میر امیر علی) حشم ۔ من کلامہ :

آخر اک دن زمیں میں جانا ہے
اپنی ہستی کا کیا ٹھکانا ہے

حسن پا در رکاب ہے نادر
یہ صدا ہے صنم کے گھنگرو میں

---

۵۱۱ - حافظ

شخص نابینا[۲] حافظ لقب ، شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ، یہ اس سے یادگار :

رٹ لگ گئی ہے دل کو بس اک بت کے نام کی
کعبے سے آ رہی ہے صدا رام رام کی

۱- - - - ہر قادر - - -
۲- - - - نابینا ، تخلص حافظ ، شاگرد - - -

۵۱۲ - رشک ، میر علی اوسط

شاعر سترگ ، ممدوح خرد[1] و بزرگ ، زیور علم و فضل سے آراستہ و پیراستہ (نظم میں اک نظام ، کلام میں متانت تمام ، شعروں میں سلاست اشک) میر علی اوسط تخلص رشک[2]۔ کلام اُس کا منظور ضمائر ، خواطر کے مرغوب ، شاگرد رشید شیخ امام بخش ناسخ ، بلکہ آن[3] کے برابر محسوب ۔ مسکن اور مولد فیض آباد ، بدو[4] سن سے شعر گوئی پر طبع رواں ۔ طبیعت ہنر کی کاسب ، دل مشاعرے پر راغب ۔

اس نقل کا آن کی[5] زبانی بیان کہ اس آوان میں مرزا محمد تقی خان ترقی کے دولت خانے میں صحبت مشاعرہ مقرر اور[6] روز مقررہ وہاں ازدحام[7] اہل فضل و ہنر (ہوتا تھا) ۔ چار و ناچار[8] میر مستحسن خلیق کو کہ فیض آباد میں ان سے کوئی بہتر نہ تھا ، غزل دکھلائی اور ہنر مندوں کی زبان سے واہ واہ پائی ۔ چندے زمانہ اسی طور سے گزرا ۔ ۱۲۳۱ھ میں کہ جناب عالیہ نے انتقال کیا اور سر رشتہ روزگار[9] کا برہم ہوا ، عزم

۱۔ دونوں نسخوں میں ”خورد“ بجائے ”خرد“ ۔ (مرتب)

۲۔ - - - - رشک ۔ منظور - - - -　　　　۳۔ اس ۔

۳۔ اُس ۔

۴۔ بدوسن [سے] شعر گوئی کا سواد ۔ طبیعت - - - کا سب ، صحبت مشاعرہ پر - - - -

۵۔ - - - کی زبان سے بیان - - - -

۶۔ - - - - اور وہاں ازدحام - - - -

۷۔ نسخۂ پٹنہ میں ”اژدہام“ بجائے ”ازدحام“ ۔ (مرتب)

۸۔ چونکہ میر مستحسن خلیق فیض آباد میں استاد تھے ، ان کو غزل دکھائی اور سامعین سے داد پائی ۔ چندے زمانے میں اسی طور گزرا ۔

۹۔ - - - - سررشتۂ روزگار برہم اور عزم سکونت لکھنؤ مصمم ہوا ۔ اُس وقت - - - -

بالجزم سکونت لکھنؤ کا ٹھہرا ۔ اُس وقت بہ سبب اپنی اجنبیت کے دریافت حال شعرائے لکھنؤ میر صاحب (مرحوم) سے کیا اور سفارش چاہی ۔ میر صاحب نے (بعد تامل کے) فرمایا کہ میرے دوستوں میں شیخ امام بخش ناسخ ہیں کہ طبیعت اُن کی بہت متین اور فی زماننا ایسا (اور کوئی) شاعر نہیں ، اُن کی خدمت میں حاضر رہنا ۔ میں نے خط سفارش کا طلب کیا[1] ۔ کہا اس کی احتیاج نہیں ۔ میرا سلام کہنا اور اپنا کلام پڑھنا ۔ القصہ فیض آباد سے لکھنؤ میں[2] آیا اور میر امجد علی ہشیار کی معرفت شیخ صاحب کی خدمت میں باریاب ہوا ۔ بطریق نذر (بعد سلام و پیام) ایک غزل پیش کش کی[3] ، فرمایا اسے چھوڑ جاؤ کہ اصلاح کی جائے گی ۔ جب دو چار دن کے بعد میں حاضر ہوا ، فرمایا کہ وہ مسودہ گم ہو گیا ۔ اگر تمھیں نے کہی تھی اور کہہ سکتے ہو ۔ میں نے اسی زمین میں اور شعر کہے اور شیخ صاحب نے اُسے زیورِ اصلاح سے

۱۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا ، فرمایا کہ اس کی کیا حاجت ہے ، فقط میرا سلام شوق کہنا ۔ القصہ ۔ ۔ ۔ ۔

۲۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں آنے کا اتفاق ہوا اور میر علی امجد ہوشیار [ہشیار] ۔ ۔ ۔ میں پہنچا ۔ بطریق ۔ ۔ ۔ ۔

۳ ۔ ۔ ۔ ۔ کی ، سردست مزین بہ اصلاح نہ ہوئی ۔ اسے سونپ کر رخصت ہوا ۔ دو چار روز کے بعد جو پھر گیا ، کہا کہ وہ مسودہ جاتا رہا ۔ آزردگی [اصل : آزردہ‌گی] کو راہ نہ دو ، اگر تمھاری کہی تھی، پھر کہہ سکتے ہو ۔ میں اُسے امتحان سمجھا اور پھر شعر اُسی زمین میں کہہ لایا ۔ شیخ صاحب نے اُسے زیور اصلاح سے آراستہ فرمایا ۔ زمانۂ شاگردی ماہ ربیع الاول ۱۲۳۱ ہجری تھا ۔ اب جو میں نے تامل کیا کہ تاریخ اپنی شاگردی کی کہوں ، سہل تر ہاتھ آئی یعنی لفظ 'ناسخ' اور لفظ 'رشک' مل کے تاریخ حاصل ہوئی ۔ یہ عجب قصہ اتفاقیہ ہے ۔ من کلامہ ۔

آراستہ فرمایا ۔ وہ ربیع الاول ۱۲۳۱ ہجری تھا کہ ابتدائے زمانۂ شاگردی ہوا ، اب جو میں نے فکر کی کہ تاریخ اپنے شاگرد ہونے کی کہوں کہ یادگار رہے ، لفظ "ناسخ" اور لفظ "رشک" کے وہی منہ ہوئے ، یعنی دو تخلص مل کے تاریخ شاگردی کی حاصل ہوئی[1] ۔ یہ عجیب قصہ اتفاقیہ ہے ۔ من اشعار رشک :

بت کا کبھی اللہ کا جلوہ نظر آیا
دو مردمکِ دیدہ سے کیا کیا نظر آیا

پھرنے میں جو آنکھیں بتوں کی دیکھ لیں اے رشک
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

پھنسا عذاب میں گو اجتناب رکھتا تھا
یہ دل وہی ہے جو مجھ کو خراب رکھتا تھا

پڑے تھے پردۂ حیرت ہماری آنکھوں پر
یہ جھوٹ ہے کہ وہ منہ پر نقاب رکھتا تھا

آسنے بھی محتسب آساں نہ دیکھ سکا
شراب عشق ترا دل کباب رکھتا تھا[2]

حساب لینے[3] لگے آپ کوڑی کوڑی کا
امید عفو کی میں بے حساب رکھتا تھا

۱۔ ناسخ = ۷۱۱ + رشک = ۵۲۰ = ۱۲۳۱ (مرتب)
۲۔ شراب عشق کی میں دل کباب رکھتا تھا
۳۔ حساب آپ لگے لینے کوڑی کوڑی کا
(نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "کہنے" بجائے "لینے" (مرتب) ۔

کسوف خط میں پھنسے اب تمھارے رخسارے
خجالت آن سے کبھی آفتاب رکھتا تھا

مقابلہ مری آنکھوں کے کرنے کے ساتھ ہی[1]
وہ آبرو نہ رہی جو سحاب رکھتا تھا

مہ صفر میں نہ رہتا ملول کیوں کر رشک
غمِ جناب رسالت مآب[ص] رکھتا تھا

وصل کا وعدہ جو رات اے جان پورا ہوگیا
ماہ کامل کی قسم ارمان پورا ہو گیا

ہے بتوں کی یاد گاری بھی خدا کی یاد بھی
اے تصور اب ہمارا دھیان پورا ہو گیا

کھل گیا جس رات سارا عنبریں گیسو ترا
تاجران مشک کا نقصان پورا ہو گیا

ہو گیا ساکت مری تعریف کرنے سے حسود
نطق سے خالی ہوا ، حیوان پورا ہو گیا

جذب الفت نے ہمارا دل شیدا کھینچا
جب سے نقاشِ ازل نے ترا نقشا کھینچا

قیس کی دشت نوردی کو نہ پہنچوں گا کبھی
کیوں مجھے کانٹوں میں اے دامن صحرا کھینچا

لاگ بھی تھی کشش عشق کے ساتھ ہی[2] مجھ سے
تیر سفاک نے دل پر جو لگایا کھینچا

۱، ۲- یہاں ''ساتھ ہی'' بروزن ''ساتھی'' ہے - (مرتب)

دہن زخم ہنسا تیرے برہنہ پا پر
جب کف پائے طلب سے کوئی کانٹا کھینچا

سرکش رہا حرم میں حضور بتاں جھکا
افسوس ہے کہاں نہ جھکا میں کہاں جھکا

کیوں آسماں پر نہ چڑھے مغز کا دماغ
کھانے کو ہڈیاں سگ کوئے بتاں جھکا

ہے لازم لطافت و رفعت فروتنی
اس واسطے زمیں نہ جھکی آسماں جھکا[1]

نون انکسار کا بھی تواضع کا ضاد ہے
ایسا ترا ضعیف ترا ناتواں جھکا

اللہ رے مرجعیت افتادگاں کا اوج
چاروں طرف سے سوئے زمیں آسماں جھکا

چمن سے جو وہ گل بدن بڑھ گیا[3]
چراغ بہار چمن بڑھ گیا

بڑھی بعد مردن یہ کاہیدگی
کہ لاشے سے ہاتھوں کفن بڑھ گیا

سسک رہے ہیں کئی ناتواں سے باہر
قدم نکال کسی دن مکاں سے باہر

۱- سیدھی رہی زمین سر آسماں جھکا
۲- سوئے زمین سرکرۂ آسماں جھکا
۳- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے اس شعر کا دوسرا مصرع اور دوسرے شعر کا پہلا مصرع موجود نہیں ہے - (مرتب)

(کلام یار کی تعریف کس زبان سے ہو
ہے خوش بیانیٔ جاناں بیان سے باہر)

مرے جنازے کا اسباب بھی منگا رکھنا
نکالنا ہو جو اپنے مکان سے باہر

دہن کمر کی طرح تیرے سارے اعضا ہیں
قیاس و وہم سے باہر گماں سے باہر[1]

ہم اپنے قدِ خمیدہ کو گھر سمجھتے ہیں
نہیں کماں کا خانہ کماں سے باہر

برائے جلوہ کثیف[2] و لطیف یکساں ہیں
نہ آپ جسم سے باہر نہ جان سے باہر

اثر تلمذ ناسخ کا کیوں نہ ہو اے رشک
تمام طرزِ سخن ہے بیان سے باہر

حرم میں یاد بت آئے ہائے، عبادتیں کر تو بے ریا کر[3]
خدا کے پردے میں بت پرستی، خدا خدا کر خدا خدا کر

کب تک زبانِ شکوہ نہ ہو گی یہاں دراز
اپنی زبان دیکھ ذرا او زباں دراز

نقصان و جبر ایسا برابر ہو کس طرح
کوتاہ زندگی، شبِ ہجرِ بتاں دراز

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''کسیف'' بجائے ''کثیف''۔ (مرتب)
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

سر فدائے قدم پاک اسے کر جانے دو
مر چلا رفتۂ رفتار تو مر جانے دو

باتیں کرتا ہے ہم آغوش نہیں ہوتا یار
باندھو مضمون دہن فکر کمر جانے دو

سب تمھارے شہدا ڈاک کے ہرکارے ہیں
گلشن خلد میں مقتل کی خبر جانے دو

آئنہ ٹوٹ گیا مجھ سے تو کیا قہر ہوا
دیکھو تم اپنی طرف ، آؤ ادھر ، جانے دو

شادیانہ سحر وصل کا پھر بجوانا
پہلے فرقت کی شب اے رشک گزر جانے دو

مرغوب دل حلال ہے، مکروہ دل حرام[1]
کافی ہیں لاکھ مسئلوں کو یہ جواب دو

نشے کا یہ ہے لطف کہ تہرا چڑھا رہے
تم بوسے دونوں لب کے چڑھا کر شراب دو

لحن داؤد کو تانوں میں دبا لیتے ہیں
دون کی آپ کے دم ساز بجا لیتے ہیں

میرے ہم پیشہ ہیں درپے مرے نقصانوں کے
کچھ نہیں پاتے تو مضمون چرا لیتے ہیں

پیچ و تاب غم گیسو میں تن و جاں ہیں شریک[2]
یار بار الم یار بٹا لیتے ہیں

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

عشق میں حکم کف پا و کف دست ہے ایک
بیعتیں کانٹوں سے ہم برہنہ پا لیتے ہیں
صفحۂ دہر میں ہے نام سیہ بختی سے
ہم اسی دود سے نام اپنا اٹھا لیتے ہیں[1]
سچ مثل ہے کہ صدائے دہل از دور خوشست
دور سے ہم تری باتوں کا مزا لیتے ہیں
عاشق اے رشک کیا ان کی سخن سازی نے
کہ بگڑتا ہوں تو کچھ بات بنا لیتے ہیں[2]

فتراک پر پھڑک کے لگا جان ہارنے
تسمے جوے کے تسمے بنائے شکار نے

قول آہ شرر افشاں ہے کہ شعلہ کیا ہے
آنکھیں کہتی ہیں دم گریہ کہ دریا کیا ہے
آبرو باقی رہے ڈوب کے مرنا کیا ہے[3]
اے اجل آب دم تیغ کا دریا کیا ہے
کھول کر زلف کہا اژدر موسیٰ کیا ہے
ہاتھ چمکا کے وہ بولا[4] ید بیضا کیا ہے
مجھ کو دیوانہ کیا سایۂ زلف و قد نے
اے پری دیو کسے کہتے ہیں سایا کیا ہے[5]

۱- ہم اسی دود سے مہر اپنی اٹھا لیتے ہیں - (نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "دودھ" بجائے "دود" - (مرتب)
۲ ، ۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۴- بولے -
۵- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

تو خدا ہے تو یہ کعبہ ہے جو بت ہے تو یہ دیر
دل عشاق تری جا ہے تو بیجا کیا ہے

یہی گو ہے یہی میداں ہے یہی میں یہی وہ[1]
مجھ کو نافہم جو سمجھا ہے وہ سمجھا کیا ہے

عشق نے ہوش مرے کھوئے ہیں ایسے اے رشک
نہیں معلوم کہ دنیا کا تماشا کیا ہے[2]

جاں محو چہرہ ، دل خط و زلف بتاں پسند
شعلے سے کوئی شاد کسی کو دھواں پسند

یہ بات سنگ اسود کعبہ سے کھل گئی
درگاہ ایزدی ہے بت بے زباں پسند

---

۵۱۳ ۔ شوق ، میر علی ضامن[3]

کلام میں متانت تمام ، شعر میں لطافت اور نظام ، میر علی ضامن ، صاحب زادۂ جناب میر علی اوسط صاحب رشک سلمہ ۔ اول میں حسب الارشاد اپنے والد کے تحصیل علوم درسی تمام و کمال کیا ، پھر علم طب کا اشتغال ۔ شیخ ناسخ نے تخلص 'نامی' رکھا تھا ، جب آس نے علم عروض اپنے والد گرامی سے حصول کیا تو 'شوق' تخلص قبول کیا، اور ہر غزل کے آخر میں تاریخ کہنا ایجاد کیا ، آپ کو اس میں استاد کیا ۔

۱۔ یہی گو ہے یہی میداں یہی میں ہوں یہی وہ
۲۔ یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳۔ ترجمۂ شوق نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)

حکات : ایک دن میں حسب دستور اُن کے مکان پر بیٹھا تھا اور وہ معیار الاشعار شیخ غلام حیدر کو پڑھاتے[1] تھے اور مضامین خوش بیانی سے سمجھاتے تھے کہ میاں بحر صاحب تشریف فرما ہوئے اور اُنھوں نے ایک شعر فارسی[2] پڑھا اور تقطیع کرنے کو کہا۔ ایک ادنیٰ تامل میں اُنھوں نے سمجھا دیا کہ یہ دو مصرعے الگ الگ ہیں ۔ میاں بحر چپ ہو رہے ۔ من اشعارہ :

بھر گیا سیل یمِ اشک سے سارا دامن
ان دنوں دامنِ دریا ہے ہمارا دامن

دل عاشق سے عبث کاوشیں ہیں در پردے
جو تمھیں خواہشِ دل ہو تو یہ حاضر کردے

بوسے درکار نہیں وقتِ خمار آیا ہے
لعلِ لب کس لیے ملتا ہے لب ساغر دے

کس تلاطم میں ہوئی لغزش پا اے ساقی
کشتی مے چلی جاتی ہے ذرا لنگر دے

چنانچہ یہ غزل انھوں نے میرے سامنے اپنے والد سے اصلاح لی تھی (کذا) اور انھوں نے اس غزل میں یہ ایک تنہا شعر ، اُس میں لفظ بنائے تھے ۔ (کذا) :

بخت تیرہ سے ملا ہے یہ نیا داغ مجھے
روشنی گور پر آئے تو ہوا گل کر دے

---

۱ ۔ اصل میں سہوکتابت سے "پھڑاتے" ۔ (مرتب)

۲۔ مندرجہ ذیل شعر حاشیے پر بعد میں اضافہ کیا گیا ہے :

گر سلطنت سلطان کند حکم بر جلاد چیست
مرغ را دانہ بلا شد طعنہ بر صیاد چیست

میر علی اوسط صاحب رشک نے فرمایا :

بخت تیرہ نے دیا ہے یہ نیا داغ مجھے
روشنی گور پر آئے تو ہوا گل کر دے

سبحان اللہ لفظ 'دیا' کیا شعر میں رکھ دیا ہے ۔ دیگر :

عشق میں شہر بشہر آپ کو رسوا کرتے
کھینچ کر جادۂ صحرا رسنِ پا کرتے
آنکھوں سے دیکھتے یوں حسن و جمالِ یوسف
موت بھی آتی تو رویائے زلیخا کرتے
قبضے میں آتی اگر سلطنتِ مہہ رویاں
دولتِ حسنِ امانی تھی اجارا کرتے
سچ ہے جب وصل کے انکار نکلتے منہ سے
ہم بھی قفلِ دہنِ یار کو جھوٹا کرتے

بعد فنا بھی منتظری بے حساب ہے
تعویذ قبر ہے کہ خطوں کا جواب ہے
بوس و کنار کا بھی مزا یاد جرم بھی
کیا کیا فشار قبر میں لطفِ عذاب ہے

کدورتیں گئیں جان آئی روح مجنوں میں
ہوا جو ناقۂ لیلیٰ غبار سے پیدا
فراق گل میں ہے تاریخ شوق کی فصلی
یہ طور ہے چمن روزگار سے پیدا

میں کیا کہوں جو صاف بتانے میں لطف ہے
الفاظ ہیں فصیح معانے میں لطف ہے

نام مشہور ہوا بے ہنری پر اپنا
جس کو کہتے ہیں جہالت وہ ہے جوہر اپنا

کیا کیا غم فراق تھے دل پر تمام رات
میں کیا کہوں[1] کٹی ہے یہ کیوں کر تمام رات
آٹھوں پہر میں ایک گھڑی بھی پتا نہیں
تکتا ہوں راہ آپ کی دن بھر ، تمام رات

کچھ جھوٹ نہیں مصرع تاریخ یہ اے شوق
سچ ہے کہ بجز رشک کے استاد نہیں ہے
۱۲۵۶ھ[2]

---

۵۱۴ - مہر ، سید آقا علی خان

امین الدولہ ، سیف الملک ، سید آقا علی خان بہادر ، فیروز جنگ ، تخلص مہر (دست گوہر افشاں نیساں کا ہم سنگ) مہین پور نواب معتمد الدولہ بہادر ، شاگرد[3] رشید میر علی اوسط رشک ۔ من کلام معجز نظام نواب موصوف :

۱۔ اصل میں سہو کتابت سے ''کروں'' بجائے ''کہوں''۔ (مرتب)
۲۔ اس مصرع سے ۱۲۶۱ برآمد ہوتے ہیں ۔ (مرتب)
۳۔ شاگرد میر علی اوسط رشک ۔ منکلامہ ۔

یہ تصور بندھ گیا اس آئنہ تمثال کا
شک ہے مد آہ پھر بھی آئنے کے بال کا

مو بہ مو بندھوا ہوا چوٹی کے ایک اک بال کا
بندوے گیسو کا یہ دل ہو گیا ہے بالکا

لام و عین و نون و اعراب و نقط کو عشق ہے
زلف و چشم و ابرو و خط سیاہ و خال کا[1]

دیکھنے والوں کی ہے گردش نگہ کی آسیا
نازکی سے پس نہ جائے دیکھ دانہ خال کا

آپ کے سودائیوں کے پیرہن میں چاہیے[2]
ہو گریباں حلقۂ گیسو کا، تکمہ خال کا

کثرت وحدت سے تیرا پا برہنہ دشت میں
خار کو اک بال سمجھا شیشۂ تبخال کا

کہہ رہا ہے زیست میں اک اک گھڑی ہوتی ہے کم[3]
غافلو! یوں ہی نہ سمجھو بولنا گھڑیال کا

مرغِ جانِ عارفِ حق صید کرنا ہے اگر
پنبۂ حلاج سے بٹواؤ ڈورا جال کا

فلسفی کہتے ہیں جس کو سات طبقے چرخ کے
مہر وہ اک ستکھنڈا ہے اس بلند اقبال کا

اس بات میں حواس بشر پانچوں ایک ہیں
احمد سے تا شبیر و شبر پانچوں ایک ہیں

۱،۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- - - - - گھڑی کم ہوتی ہے -

میں ذرہ کبک فاختہ بلبل ہیں پانچوں ایک
تو سرو مہر مہ گل تر پانچوں ایک ہیں

مجھ تیرہ بخت حیرتی دود زلف کو
دن رات صبح شام سحر پانچوں ایک ہیں

کھانے کو داغ ہونے کو صد چاک ہجر میں[1]
دل جان جسم سینہ جگر پانچوں ایک ہیں

یوسف جمال تیرے خریدار حسن کو
غم رنج عیش نفع ضرر پانچوں ایک ہیں

اے سیم تن صنم ترے ہر خاک سار کو
زر سیم خاک لعل گہر پانچوں ایک ہیں

عاشق کو مرگ و زیست میں رہنے کے واسطے
گھر ، بحر ، بر ، بہشت ، سقر پانچوں ایک ہیں

اس مہ سے بد حواسی و دل بستگی میں سہر
شم ذوق لمس سمع بصر پانچوں ایک ہیں

---

۵۱۵ ۔ سید ، سید علی خان

نظام الدولہ ، امیر الملک ، سید علی خان بہادر ، دلاور جنگ ، تخلص سید ، خلف اوسط نواب معتمد الدولہ بہادر ، شاگرد میر علی اوسط رشک ۔ منہ[2] :

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے اس شعر کا دوسرا اور اس کے بعد کے شعر کا پہلا مصرع درج ہونے سے رہ گیا ہے ۔ (مرتب)
۲۔ من اشعارہ ۔

چٹکی لی جان کسی کی نکلی
یہ نئی وضع ہنسی کی نکلی
ایک بھی زخم پہ چھڑکا نہ نمک
ہر جفا آپ کی پھیکی نکلی

بت خانوں میں بھری ہوئی خلقت خدا کی ہے
بت بھی خدائی کرتے ہیں قدرت خدا کی ہے
عالم جدا یہاں ہے دو عالم سے اے بتو
پردے میں دل کے اور ہی خلقت خدا کی ہے
بے جا نہیں حسینوں کی یہ لن ترانیاں
اے غافلو یہ حسن امانت خدا کی ہے

چھلے کا کھائے تیرے گل اے یار ہاتھ میں
گلدستہ ہے کہ پھولا ہے گلزار ہاتھ میں
ابرو سے خون خلق کرے کیوں نہ چشم یار
دیتا ہے کوئی مست کے تلوار ہاتھ میں
اللہ رے فیض دست کہ چھوتے ہی ہو گیا
پھولوں کا ہار موتیوں کا ہار ہاتھ میں
کیوں کر نہ دست بستہ رہوں پیش چشم یار
رکھنا ضرور ہے دل بیمار ہاتھ میں
سید کبھی نہ طالب اکسیر ہوں جو آئے
خاک مزار حیدر کرار ہاتھ میں

---

۵۱۶ - آرزو ، مرزا علی محمد

شہرہ اُس کے سخن کا چار سو ، مرزا علی محمد تخلص آرزو - (برادر اور) شاگرد[1] یگانہ میر علی اوسط رشک - من کلامہ :

بوسہ نہ دے گا نشے میں زنہار دوسرا
اس شوخ مست سا نہیں ہشیار دوسرا

عاشق ہوں خال و کاکلِ مشکینِ یار کا
مجھ سا نہیں جہاں میں سیہ کار دوسرا

بیمار چشم یار تھے ، اب رونے کا ہے روگ
پیدا ہوا ہے یہ ہمیں آزار دوسرا

صیاد نے پھنسا کے کسی دن خبر نہ لی
مجھ سا ہے کون مرغِ گرفتار دوسرا

صیاد کو جو میری رہائی کی فکر ہے[2]
شاید کیا ہے مجھ سا گرفتار دوسرا

اے بت نہ کر خدا کے لیے بے وفائیاں
مجھ سا کہاں ملے گا وفا دار دوسرا

بادام آنکھیں ، سیب ذقن ، چھاتیاں انار
تجھ سا ہے کب نہالِ ثمر دار دوسرا

اُس نے چھڑک کے نمک میرے زخم پر
سینہ بنا دیا ہے نمک سار دوسرا

۱- شاگرد رشک -

۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

چہرۂ ناز ہے صاف اے گلِ گلزار کہ تو[1]
فی الحقیقت وہی گل ہے گلِ بے خار کہ تو
دعویٔ عشق ہے باطل تجھے اے مرغِ چمن
ہم ہیں اس نرگسِ بیمار کے بیمار کہ تو
چشم انصاف سے منصف ہو تو ہی اے سنبل
خوش نما یار کا ہے طرۂ طرار کہ تو
عشق گل میں نہیں اے آرزو اتنا معلوم
آج ہے نغمہ سرا بلبل گلزار کہ تو

نازک ہے بدن پہنچے گا صدمہ نہ پہن پھول
اے غیرت گل تیرے ہیں اعضائے بدن پھول
موت آئی مجھے ہجرِ بتِ غیرتِ گل میں[2]
بالائے کفن پھول ہوں کچھ زیرِ کفن پھول
غصے سے آنھیں اے گل تر آنکھ نہ دکھلا
مرجھائیں گے گلشن میں بہ یک چشم زدن پھول
جیسا گل تازہ ہے تو گلزار جہاں میں
ایسے نہیں شاداب تہہِ چرخِ کہن پھول
مرجھا گئے ہیں سنتے ہی گل رویوں کے چہرے
اس کان ملاحت نے جو پہنے ہیں کرن پھول
کرتا ہوا گل گشت اِدھر تو بھی تو آ جا
ہیں آرزو کے آج تو اے رشک چمن پھول

۱۔ چہرۂ صاف ہے صاف ۔ ۔ ۔ ۔
۲۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۵۱۷- رسا ، میر علی احمد

صاحب فہم و ذکا ، میر علی احمد تخلص رسا ، خلف الصدق مولانا سیدنا جناب غفران مآب میر نجف علی صاحب طاب ثراہ ۔ شاگرد میر علی اوسط رشک (سلمہ اللہ تعالیٰ) ۔ یہ اشعار اس سے یادگار :

بجلیاں پہنیں تو اک آگ لگی کانوں میں
کنگھی زلفوں میں جو کی درد اُٹھا شانوں میں

ہیں لگائے ہوئے پیوند وہ دامانوں میں
کنٹھی زربفت کی تھی جن کے گریبانوں میں

اس تمنا میں مرے عضو ہوئے جاتے ہیں خشک
تنکے بن جائیں تو پڑ جائیں ترے کانوں میں

اے فلک سر پہ اُٹھاؤں گا زمیں بے ساقی
جام خورشید بھی مل جائے گا پیمانوں میں

قبر میں جذبِ محبت نے اثر دکھلایا
اُس کے رونے کی صدا آئی مرے کانوں میں

زاہد خشک پیے مے تو ہرا تو ہو جائے
پانی پڑ جائے ابھی سوکھے ہوئے دھانوں میں

کہتا ہوں عکس مژہ دیکھ کے رخساروں پر[۱]
پڑھ کے چھڑیاں کہیں رکھی ہوں نہ قرآنوں میں

اور کیا کہیے ترے گیسوؤں کو اے ترسا
پنجۂ مہر سے بہتر ہیں کہیں شانوں میں

نالے کرتا ہوں نکلتے ہیں جہاں طفل سرشک
بچے پیدا ہوں تو دیتے ہیں اذاں کانوں میں

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۵۱۸ - تنویر ، سید کاظم حسین

خوش تقریر ، سید کاظم حسین تخلص تنویر ، شاگرد میر علی اوسط رشک - یہ[1] اشعار اُس سے یادگار:

اڑ نہ جائے ایسی گھات اے صید افگن چاہیے
فکر صیادیٔ مرغ رنگ گلشن چاہیے

تیرے سر کے چاند نے اے مہ پھنسایا زلف میں
ایسے قیدی کو مہ نو طوق گردن چاہیے

پھاندوں گا اے باغباں اس غیرت گل کا مکاں
میری مشق جست کو دیوار گلشن چاہیے

بنتے ہو غماز جا کر صحبت غماز میں
ہیں در اندازوں کے انداز آپ کے انداز میں

تھا محرر آہ آتش بار و داغِ دل کا حال
ہم نے خط باندھا پر طاؤس آتش باز میں

باغ میں تم اس قدر گاؤ کہ چھا جائے صدا
رنگ گل مل جائے رنگ شعلۂ آواز میں

پنبۂ خورشید جل جائے گا اُونچے سر نہ لو
ہے لپک بے ڈھب تمھارے شعلۂ آواز میں

جو دریا میں رخ پر نور جاناں شعلہ افگن ہو
چراغ طور کی صورت حباب ایک ایک روشن ہو

مسی آلودہ دانتوں کو اگر گلشن میں وہ مانجے
چمن میں پس کے نیلوفر کے پھول اس گل کا منجن ہو

۱- یہ اُس سے یادگار۔

سراسر مدحتِ نور خدا منظور خاطر ہے
ہمارا دیدۂ دل کیوں نہ اے تنویر روشن ہو

شب فرقت کی طرح اس کا بھی پایاں نہ ملا
کہ درازیٔ شبِ زلف چلیپا کیا ہے
دل سے لکھوائے مچلکا تو اُسے جانیں مرد
ہم تو دو لاکھ لکھیں ایک مچلکا کیا ہے

جز روئے صاف کب ہے مہ آسماں پسند
مانگ اُس کی ہے پسند، نہیں کہکشاں پسند
میرے ہمائے فکر کی مغز سخن ہے چاٹ
بے مغز جو ہو آئے اسے استخواں پسند
رہتا ہوں تیری تیغ نگہ کی پناہ میں[1]
کس کو ہے روغن سپر آسماں پسند

---

۵۱۹ - منیر ، میر اسماعیل حسین

تازہ گو ، صاحب ایجاد ، طرۂ دستار اُستاد ، حیرت فزائے صغیر و کبیر ، میر اسماعیل حسین تخلص منیر ، شاگرد[2] رشک - منہ :

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲- شاگرد میر علی اوسط رشک - یہ اشعار اُس سے یادگار -

اللہ رے شوق اسپِ بت خانہ جنگ کا
سونے کے توڑے کو لیا گھوڑا تفنگ کا

چھرّہ چلا فلک پہ بت خانہ جنگ کا
چھوٹا ہے نیل گاؤ پہ کتا تفنگ کا

جلوہ ہے جام مے میں خط سبز رنگ کا
دستار آفتاب میں، طرہ ہے بنگ کا

چکھا کیے ہیں مال بتِ خانہ جنگ کا
خالی کیا ہے ہم نے خزانہ[1] تفنگ کا

خود بولتا ہے وصف خط سبزہ رنگ کا
گویا ہے طوطی آئنہ[2] رخ میں زنگ کا

چڑھوائی چانپ یار نے چمکا جو داغِ دل
اکثر چراغ پا ہوا گھوڑا تفنگ کا

دیتے ہیں چھلے گھنگرو کے بندوق کی صدا
توڑا ہے تیرے ہاتھ کا توڑا تفنگ کا

دنیا میں تیری گولی نے چھوڑا نہ ایک کو
جامِ جہاں نما ہوا پیالہ تفنگ کا

گلشن میں پھول، کان میں لعل، انجمن میں شمع
جلوہ تمھارا دیکھتے ہیں رنگ رنگ کا

روزن جگر میں پڑتے ہیں تسبیح یار سے
دانوں میں ہے لعاب زبانِ خدنگ کا

ہم نے کیا مصالحہ اسلام و کفر میں؟
پانی ملا دیا چہ زمزم میں گنگ کا

۱۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخہ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲ ۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخہ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

دانتوں کا عکس وقت تبسم جو پڑ گیا
ہیرے کا ساز ہو گیا تیرے سرنگ کا

میرے جنوں سے شیروں کے نشے ہرن ہوئے
پیتا ہوں ، پوست لالۂ داغ پلنگ کا

آئی قیامت آپ کی تکل اگر اڑی[1]
قرطاس صبح حشر ہے کاغذ پتنگ کا

حیرت زدوں کے رنگ آڑائے حضور نے
آئینہ حوض بن گیا ہولی کے رنگ کا

کچھ اس غزل میں جی نہ لگا خوب اے منیر
نکلا نہ کوئی شعر طبیعت کے رنگ کا

کسے ہوتی ہے اے ترک اس قدر پیاس آب آہن کی
تری تلوار کا پٹھا ہے شہ رگ میری گردن کی

صدا کانوں[2] کی سن کر اہل مجلس مست ہوتے ہیں
تمھاری گٹکری قلقل بنی مینائے گردن کی

میں وہ طائر ہوں جس کے زمزموں کا غل ہے جنت میں
پر جبریل کونپل ہے مری شاخ نشیمن کی

تڑپ نعلوں کی گویا جنبش ابروے خوباں ہے
اشارے کرتی ہے اے ترک ہتلی تیرے توسن کی

گزر ہر بحر میں رہتا ہے خضر طبع موزوں کا
ہمارا کالبد بجرا بنا دریائے مضموں کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)

۲- کانے -

عمل ہے قاف سے تا قاف دیوانوں کے افسوں کا
اڑانے تخت پریوں کے جو ہم نے پڑھ کے کچھ پھونکا

اڑی تکل تمھاری کٹ گیا دل ربع مسکوں کا[1]
پڑا ہے ڈور کے مانجھے میں شاید شیشہ گردوں کا

مسوس ہو گیا روئے طلائی[2] کے نظارے سے
(ہ) گوگرد سرخ ایک ایک ڈھیلا چشم پرخوں کا

لب رنگیں پہ مسی شاعروں کو وہ دکھاتے ہیں
ارادہ کر رہے ہیں فوج مضموں پر شب خوں کا

شروع رقص ہی میں اے پری دل ڈوبے جاتے ہیں[3]
دوپٹے میں ترے شاید لگا ہے پاٹ جیحوں کا

---

۵۲۰ - صفیر ، مرزا مغل

خوش‌گلو ، خوش تقریر ، مرزا مغل ، بزم خواں ، تخلص صفیر ، شاگرد منیر - من کلامہ[4] :

سبز جوہر ہے جو اے قاتل تری تلوار کا
کیا نیام اس کا لفافہ ہے خط گلزار کا

یوں[5] نہیں چھٹنے کا دھبا شعلۂ تلوار کا
خون صیقل کے لیے ہو مرغ آتش خوار کا

صبح صادق ہے شعاع مہر سے جاروب کش
چاند ہے دلال تیرے حسن کے بازار کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- کتابی -
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۴- یہ اس کی تقریر -
۵- یوں نہیں چھوٹنے کا دھبا - - - -

تیرے کوچے سے مجھے آتی ہے خوشبوے شراب
خون اے قاتل کیا ہے کیا کسی مے خوار کا

خط نہیں نکلا ترے روئے کتابی پر ابھی
حاشیہ چھوٹا ہوا ہے ، مصحف رخسار کا

---

۵۲۱ - فہیم ، پنڈت سندر لال

صاحب طبع سلیم ، پنڈت سندر لال تخلص فہیم ، شاگرد سید اسماعیل حسین منیر ـ من کلامہ :

سرمہ لگایا آنکھوں میں اس رشک ماہ کی
ہم نے بیاض دیدۂ یوسف سیاہ کی

رفتار ناز دیکھیے اس رشک ماہ کی
موج آ گئی جو لگ گئی ٹھوکر نگاہ کی

شیشہ نہیں کسی کا دل ناصبور ہے
ساقی نکل رہی ہے صدا واہ واہ کی

افشاں چھڑک کے آپ جو نکلے تو غل ہوا
آئی سواری خسرو انجم سپاہ کی

شاگرد ہوں فہیم جناب منیر کا
میرے کلام میں بھی تجلی ہے ماہ کی

---

۵۲۲ - غنی ، غنی محمد

معرکۂ شعر کا دھنی ، غنی محمد تخلص غنی ، خلف ابو محمد ، قاضی جاج مئو پرگنہ کانپور ، شاگرد[۱] رشک ـ منہ :

۱ـ شاگرد میر علی اوسط رشک - منکلامہ ـ

جام جہاں نما بنے ساغر شراب کا
اس میں پڑے جو عکس مرے آفتاب کا

پھبتی نئی کہی گل رخسار یار پر
گویا چمن میں پھول کھلا ہے گلاب کا

آخر ہوئی بہار اب آئے خزاں کے دن
بےرنگ[1] ہے جو ذوق کروں میں خضاب کا

آنکھیں سفید ہو گئیں راہ خیال میں
مدت سے منتظر ہوں میں قاصد جواب کا

پھبتی کہوں کا عارض و چشمان یار پر
نرگس کے پاس پھول کھلا ہے گلاب کا

---

۵۲۳ - مجروح ، غلام سعد[2]

شعر سے اس کے دل بستہ کو فتوح ، غلام سعد تخلص مجروح ، ساکن جاج مئو (پرگنہ کانپور) شاگرد[3] میر علی اوسط رشک - منہ :

سیر فرما جب وہ رشک حور عین ہو جائے گا
صحن گلشن صاف فردوس بریں ہو جائے گا

پیچ میں ڈالے گا خاطر کو طبیعت کا لگاؤ
زلف کا گر کوئی مضموں دل نشیں ہو جائے گا

او سلیماں ہم فقیروں کی انگوٹھی ہے یہی
نام جاناں نقش ہوگا ، دل نگیں ہو جائے گا

بھول جائیں گے خیال جنت و یاد ارم
کوچۂ جاناں میں جانا گر کہیں ہو جائے گا

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''نیرنگ'' - (مرتب)
۲- نسخۂ انجمن میں نام ''غلام سعید'' - (مرتب)
۳- شاگرد رشک - یہ اُس سے یادگار -

دیکھ لیں گے ہم انھیں گر عرش پر بھی ہوں گے وہ
دیدۂ داغ محبت دوربیں ہو جائے گا
گر یہی صورت ہے اے مجروح مشق نظم کی
ملک معنی یک قلم زیر نگیں ہو جائے گا

---

۵۲۴ - فریاد ، محمد باقر

صاحب ارشاد، پیشہ[۱] طبابت میں استاد ،(میر) محمد باقر تخلص فریاد ، مقیم کانپور ، شاگرد رشک ۔ من کلامہ[۲] :

قاتل نے بے سبب نہیں ترچھی نگاہ کی
آئی قضا ضرور کسی بے گناہ کی
دن ہو گیا جو آپ کا رخ یاد آ گیا[۳]
شب ہو گئی جو یاد وہ زلف سیاہ کی
اس سنگ دل کے دل میں نہ کچھ بھی اثر کیا
تاثیر کیا ہوئی مری فریاد[۴] و آہ کی
لازم ہے مجھ کو چادر مہتاب کا کفن
میں مر گیا ہوں یاد[۵] میں اک رشک ماہ کی
گر چاندنی میں آپ قدم رنجہ کیجیے[۶]
بڑھ جائے قدر آپ کے آنے میں ماہ کی

۱- فن طبابت - - -　　　۲- من اشعارہ ۔
۳- - - - رخ یاد آنے کا ۔
۴- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت ہے ''یاد'' ۔ (مرتب)
۵- نسخۂ انجمن میں پہلے لفظ ''باد'' لکھا گیا ہے اور پھر اُسے ''رشک'' بنایا گیا ہے ۔ (مرتب)
۶- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ثابت ہوا ترا ہے میں مجھ کو کیا جو قتل
تلوار تھی ضرور تمھاری تراہ کی
فریاد ہاتھ آیا نہ محبوب با وفا
چھانی بہت سی خاک محبت کی راہ کی

مرے پہلو سے جس دم وہ بت گل رو سرکتا ہے
قفس میں تن کے مرغ روح سر دے دے پٹکتا ہے
ہوا ہوں زار اس درجہ کسی گل‌رو کی الفت میں
تن لاغر مرا آنکھوں میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
کہاں بے خودی سے انتظار یار جانی ہے
مرا تار نفس آنکھوں میں آ آ کر اٹکتا ہے

---

۵۲۵ - اوج ، میر محمود خاں

محبوبۂ سخن وری کا زوج ، میر محمود خاں تخلص اوج ، مقیم کانپور ، شاگرد میر علی اوسط رشک - من کلامہ :

یار ہے مطرب ہے عالم ہے شب مہتاب کا
جام دے جلدی سے اے ساقی شراب ناب کا
محتسب دشوار ہے فرقت میں آنا خواب کا
ذکر کب آتا ہے بے ساقی شراب ناب کا
ہے شب فرقت میں بے ساقی اندھیرا چار سمت
ہے مے گلگوں پہ عالم کرمک شب تاب کا
ہیٹ ہے اس بحر خوبی کا جو اک دریائے حسن
ناف پر ہے صاف عالم حلقۂ گرداب کا

اطلس گردوں کا سایہ ہے یہاں بالائے سر
شامیانہ چاہیے کیا اطلس و کمخواب کا

تشنگی سبط نبی کی یاد جب آتی ہے اوج
حلق میں اپنے اٹک جاتا ہے قطرہ آب کا

---

۵۲۶ ۔ساحل ، سید اکبر علی

نئی باتوں کے پیدا کرنے میں کامل ، سید اکبر علی تخلص **ساحل** ، مقیم کانپور ، شاگرد[۱] میر علی اوسط رشک ۔ منہ :

بے ساختہ ہنسی کو بناوٹ سے ننگ ہے
مسی تمھاری تیغ تبسم کو زنگ ہے

اہل فنا کی دل شکنی ہے حصول عیش
ہر کاسۂ حباب یہاں جل ترنگ ہے

گم کشتگان عشق کا ہاتھ آ گیا سراغ
فرہاد قیس ناقۂ لیلیٰ کو زنگ ہے

مجروح کو تمھارے نہیں حاجت دوا
مرہم کا پھاہا دامن زخم تفنگ ہے

ہر ہر گھڑی بدلتا ہے نقشہ جہان کا
بھروپ کہتے ہیں جسے دنیا کا رنگ ہے

شعلہ نہیں ہے آہ کا ابرو کی یاد میں
تیر شہاب ناوک دل کا خدنگ ہے

دونا ہوا ہے حسن کا نشہ لباس سے
بوٹے میں کامدانی کے تاثیر بنگ ہے

۱۔ شاگرد رشک ۔

باندھا ہے زین ابلق لیل و نہار پر
سمجھو نہ کہکشاں اسے گھوڑے کا تنگ ہے

پردے میں موت کے ہوئے راہی جہان سے
مردوں کو قبر راہ عدم کی سرنگ ہے

نظروں میں تاڑ لیتے ہیں ہر نیک و بد کا رنگ
ہر مردمک ہماری کسوٹی کا سنگ ہے

اہل سخن یہ کہتے ہیں سن کر تری غزل[1]
ساحل ترے کلام میں شوکت کا رنگ ہے

ہر گل خجل ہے دیکھ کے جلوہ جمال کا
شبنم پہ ہے گماں عرقِ انفعال کا

منقلب ایسی ہوائے ربع مسکوں ہو گئی
زلف لیلیٰ ، دود شمع قبر مجنوں ہو گئی

نزاکت سے گراں ہوں تار سونے کے تو کہہ دیجے
بنے تار زر گل سے دوپٹا کامدانی کا

---

۵۲۷ قایل ، سید علی خان

امجاد کا استاد ، سید علی خان[2] تخلص قایل ، **ساکن** عظیم آباد ، مقیم کانپور ، شاگرد رشک ، منہ :

۱- - - - سن کر غزل تری -
۲- نسخۂ انجمن میں نام ''سید علی جان'' جو درست نہیں - (مرتب)

وقت شکار تیر جو کھایا نگاہ کا
طاؤس چرخ مرغ بنا صیدگاہ کا

پاؤں اگر اشارہ کرم کی نگاہ کا
تکیہ لگاؤں پنبۂ ابر سیاہ کا

مشتاق مجھ کو جان کے چشم سیاہ کا
منہ آپ آیا کرتے ہیں تیغ نگاہ کا

اُس ترک کے اشاروں سے چلتا ہوں دم بدم[1]
رہرو بنا ہوں جادۂ تیغِ نگاہ کا

آیا نہ دھیان عارض گلگوں کا ہجر میں
توڑا نہ پھول سنبلِ زلف سیاہ کا

مضمون غم ہیں یاد دل سوز ناک کو
مصرع زبانِ شعلہ پہ ہے شمع آہ کا

جانے سے اپنے تم نہ کرو دل سحر کا چاک
چھالا نہ پھوڑو آئنۂ صبح گاہ کا

آنکھیں چرانا وصل کی شب . . . . . .[2]
اٹھواؤں کا حسینوں سے گولا میں ماہ کا

مطرب کو آبدیدہ کرو چھیڑ چھیڑ کر
بجواؤ جل ترنگ ایاغ نگاہ کا

فرماتے ہیں کٹورے چڑھا کر وہ گھاس کے
بنگلہ چھوا رہا ہوں[3] میں انگیا میں کاہ کا

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)
۲ - دو لفظ جو واضح نہیں - (مرتب)
۳- نسخۂ پٹنہ میں مصنف نے اس شعر پر یہ حاشیہ لکھا ہے : ”رہا ہوں کی جگہ رہی ہوں چاہیے“- (مرتب)

ہو جائے قتل عاشق رنگ طلا اگر
بوٹی کا کشتہ کشتہ بنے قتل گاہ[1] کا

چنتا ہوں تنکے یاد خط سبز رنگ میں
میں جامہ چیں ہوں دامن موج گیاہ کا

روشن ہوا ہے نالوں سے فوارۂ سرشک
پھلا چڑھاؤ جھاڑ یہ ہے شمع آہ کا

کیوں کر نہ مجھ پہ آتش دوزخ حرام ہو
قایل میں کامہ گو ہوں رسالت پناہ کا

---

۵۲۸ - عروج ، منشی احمد حسن خاں

صاحب فکر تازہ ، بلند آوازہ ، سب سے اونچا ، ہر مصرع[2] بلندی میں مثل قامت عوج ، منشی احمد حسن خاں تخلص عروج ، ساکن لکھنؤ ، مقیم کانپور ، شاگرد میر علی اوسط رشک - من کلامہ[3] :

چکھایا وصل میں بھی ذائقہ شیرینیٔ غم کا
بنایا قند لب سے یار نے میٹھا محرم کا

زوال حسن میں وہ لطف پستاں اب نہیں باقی
کہ پتا خشک دونے کا ہوا ہے ہاں محرم کا

مزا لوٹا ہے کس نے شب کو آکر تیرے جوبن کا
نشاں ہے کوچۂ گیسو میں ہر جا مار دشمن کا

۱- نسخۂ انجمن میں ''نگاہ'' جو کتابت کی غلطی ہے - (مرتب)

۲- - - - - مصرع اس کا بلندی میں قامت عوج - - - -

۳- یہ اشعار اس کی یادگار -

تری پوشاک کا اغیار چرچا کرتے پھرتے ہیں
لفافہ کھل گیا آخر خطوطِ چین دامن کا

چمک جائے گی وحشت اے پری عشق نزاکت میں
ٹکے گا رخت عریانی پہ لچکا تیری گردن کا

تپنچہ تاک کر نشے میں مارا غولِ صحرا کو
لپیٹا آپ نے پیچک پہ ڈورا چشم رہزن کا

تری مسی کا سودا ہو گیا مد نظر مجھ کو
چراغ چشم گل ہو کر بنا اک پھول سوسن کا

وحشت عشق گلو نشے میں دامن گیر ہے
قلقل مینائے گردن نغمۂ زنجیر ہے

وصل اس گل کا کسی تدبیر سے ہوتا نہیں
حلقۂ آغوش کیا قفل در تقدیر ہے

قتل کرنا عاشقوں کا کس لیے سمجھا حلال
مد بسم اللہ کیا تیری کہاں کا تیر ہے

جو مری قسمت میں ہے پھر پھر کے ہوتا ہے وہی
جادۂ چین جبیں پر گردشِ تقدیر[1] ہے

وصل کا ہرگز مزا چکھا نہ اے پردہ نشین
شربت دیدار کیا گاوِ زمیں کا شیر ہے

کر دیا ہے عشق قد یار نے بسمل مجھے
قامت موزونِ قاتل مصرعِ شمشیر ہے

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''تقریر''۔ (مرتب)

وحشت رنگ طلائی بے خودی میں ہے نئی
پائے خوابیدہ میں گویا سونے کی زنجیر ہے

کچھ حد نہیں فریب بت خوش نگاہ کی
ایماں کی طرح سے دلِ زاہد میں راہ کی
رونے میں یاد ہے مجھے چشم سیاہ کی[1]
سیکھی ہے طفل اشک نے شوخی نگاہ کی
لپٹے ہوئے ہیں دامنِ دولت سے اہل دید
سنجاف ہے قبا میں حریر نگاہ کی
اتنا دماغ چاند سے منہ پر نہ کیجیے
ڈوری بہت نہ کھینچیے قندیل ماہ کی
دل عاشق ذقن کا نہ اتنا جلائیے[2]
گرمی نہ کیجیے شرر سنگ چاہ کی
جب میر کو سوار وہ نازک بدن ہوا
عنقائے وہم بن کے اڑی گرد راہ کی
کہنے دو صاف صاف جو میرے ہے دل کا حال
تیغ زباں سے بات نہ کاٹو گواہ کی
گلیوں کی خاک چھانتے پھرتے ہو اے عروج
مٹی خراب کرتے ہو کیوں گرد راہ کی

---

۵۲۹ - عاجز ، شیخ عبداللہ

خوش گفتار ، شیخ عبداللہ تخلص عاجز، شاگرد عروج - یہ[3] اشعار اس سے یادگار :

---

۱ ، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- یہ اس سے یادگار ہے -

دلداری کی کبھی ، کبھی ترچھی نگاہ کی
اُس بت سے ہم نے پہلے پہل رسم و راہ کی
زنار پہنا اُس بت کافر کے عشق میں
اسلام چھوڑ کفر کی اب ہم نے چاہ کی

---

۵۳۰ ـ عشق ، علی اشرف خاں

علی اشرف خاں تخلص عشق ، شاگرد عروج ـ یہ[1] ولولہ اُس کی طبیعت کا :

ایجاد نشئتین سے مے نوش ہو گیا
آنکھیں دکھائیں تم نے میں بے ہوش ہو گیا

بادام چشم لائے مرے واسطے غزال
میوے ملے جنوں کا اگر جوش ہو گیا

چھوڑا نہیں یہ کالبد خاک روح نے
مزدور خوش ہوا جو سبک دوش ہو گیا

---

۵۳۱ ـ طوفان ، میر نوازش علی

صاف گو ، سادہ بیان ، میر نوازش علی تخلص طوفان ، شاگرد میر علی اوسط رشک ـ من کلامہ[2] :

جلوہ افروز تو جہاں ہوگا
سارا عالم اُدھر رواں ہوگا

۱- یہ اشعار یادگار ـ

۲- منہ ـ

اُس کی فطرت میں کج ادائی ہے
کبھی سیدھا نہ آسماں ہوگا
گالیاں صاف صاف دیتے ہو
کوئی تم سا بھی بد زباں ہوگا
نہ جیا ہوگا ہجر میں طوفاں
زندہ ہوگا تو نیم جاں ہوگا

کس طرح مجھ فقیر کو خواہش ہو چاہ کی
اُڑتی ہے خاک دل میں مرے گرد راہ کی
لڑوالیے نہ قاضی و زاہد کو ناچ کر
بجوالیے نہ تالی کف سجدہ گاہ کی

---

۵۳۲ - دریا ، رتن ناتھ

مغنی آشنا ، رتن ناتھ پنڈت تخلص دریا[۱] ، مقیم کانپور ، شاگرد رشک - من اشعارہ :

مست ہو جاؤں چشمِ دلبر سے
ہو مجھے نشہ چشم ساغر سے
کشتہ تیغ تیز ابرو ہوں
غسل میت ہو آبِ خنجر سے

عشق میں قتل سے ہے نشو و نما
سبز ہے کھیت آب خنجر سے

۱- - - - دریا - شاگرد میر علی اوسط رشک - یہ اشعار اُس سے یادگار ہیں -

بادہ کش ہوں نشان نشہ رہے
بنے قبر اپنی خاک ساغر سے

ظلم خط کے جواب میں یہ کیا
مہر کی دیدۂ کبوتر سے

صدقے کرنے کو تیرے بازو پر
مچھلیاں لاؤں حوض کوثر سے

عشق ابرو میں پھنس گیا دریا
بستہ ہے موجِ آبِ خنجر سے

ہو جاؤں میں فریفتہ ابروے یار پر[1]
دریا بہاؤں آنکھوں سے خنجر کی دھار پر

---

۵۳۳ ۔ عیش ، ابو محمد

سر و سامان شاعری کو صاحب جیش ، منشی ابو محمد تخلص عیش ، قاضی زادہ[2] جاج مئو ، شاگرد رشک ۔ منہ[3] :

معین کب ہے مثل بوئے گل یک جا مکاں اپنا
لیے پھرتے ہیں ہم دوش صبا پر آشیاں اپنا

جہاں میں گرچہ ہوں میں مثل عنقا نام ہی سن لو
ملا ہے ڈھونڈنے سے آج تک کس کو نشاں[3] اپنا

ادھر گلچیں کا ڈر ہے اور اُدھر صیاد کا کھٹکا
اٹھائے کیوں نہ پھر بلبل چمن سے آشیاں اپنا

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۲۔ یہ اس سے یادگار ۔ ۳۔ مکاں ۔

اٹھایا ہاتھ شاید آسماں نے کینہ جوئی سے
ہوا ہے مہرباں جو اب بت نا مہرباں اپنا
اثر ریزی کہاں تھی پیش ازیں فریاد بلبل میں
اڑایا ہے مگر اس نے کچھ انداز فغاں اپنا

ہو تخالف سے بری کر دل بدظن اپنا[1]
دوست ہی دوست ہے پھر کون ہے دشمن اپنا
اک فقیروں کا سا تکیہ ہے کسی کوچے میں
کیا بتاؤں میں جو پوچھے کوئی مسکن اپنا

---

۵۳۴ ـ شاد ، فضل امام خان

فضل امام خاں تخلص شاد ، میر علی اوسط[2] رشک اُس کے استاد۔ یہ شعر یادگار :

لطف بے مے ہے کہیں برسات میں
مے نہیں تو میں نہیں برسات میں
ساقیا رہبر ہو تو بہر خدا
مے کدہ بتلا کہیں برسات میں
آ گلے لگ جا ہمارے اے[3] پری
بس نہیں اچھی لہیں برسات میں
کاٹ کھانے کو ہمارے سانپ ہے
رات کالی ، تم نہیں برسات میں

---

۱ ـ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲ـ ـ ـ ـ اوسط اُس کے استاد ، یہ اُس سے یاد ۔
۳ـ او ۔

کیوں نہ رونے میں رہے مجھ کو خیال
زلف کا اے مہ جبیں برسات میں

رعد کیا ہے شاد اگر نالہ کروں
کانپ اٹھے عرش بریں برسات میں

---

۵۳۵ - قیس ، شیخ کاظم علی قدوائی

(بلبل چمن ِ خوش سرائی) شیخ کاظم علی قدوائی[1] تخلص قیس ، شاگرد میر علی اوسط رشک - من وارداتہ[2] :

حلق پر جب مرے شمشیر پھری
لب پہ آئی ہوئی تقریر پھری

یار نے بارے لکھا خط کا جواب
نامہ بر پھر مری تقدیر پھری

پے تشہیر گلی کوچے میں
ساری ساری مری تصویر پھری

نکہت زلف معنبر نہ ملی
جو صبا آتے ہی دلگیر پھری

سیمبر گھر سے نہیں میرے پھرا
ہاتھ آئی ہوئی اکسیر پھری

میں وہ مجنوں ہوں کہ صحرا صحرا
وحشت دل لیے زنجیر پھری

پھر گیا ایک زمانہ مجھ سے
جب نگاہ بت بے پیر پھری

۱- نسخۂ انجمن میں نام "شیخ کاظم قدوائی" لکھا ہے - (مرتب)
۲- یہ اس کا کلام ہے -

دفعتہً گھر جو ہوا قیس جنوں
کس کی یہ آنکھ میں تصویر پھری

---

۵۳۶ - بہار، مرزا علی

جوان خوش شعار، مرزا علی تخلص بہار، شاگرد[1] میر علی اوسط رشک، یہ شعر اُس سے یادگار:

آپس میں عجیب تر مزا ہو
اے جان ہمیں جو تم بھی چاہو

یا رب مجھے گردشوں میں رکھنا
تربت پر سنگ آسیا ہو

برباد کرو نہ لے کے دل کو
کچھ دن تو ابھی بتو نباہو

جانا ہے کوئے دل ربا میں
اے موت ہماری رہنا ہو

اے دست جنوں کمی نہ کرنا
دامان قبا تلک قبا ہو

کرتا ہے پرستش اک زمانہ
اے بندہ نواز کیا خدا ہو؟

زینت ہوئی تم سے چاندنی کی
آئینۂ ماہ کی جلا ہو

غیروں سے بھلے، برے ہو ہم سے
بولو تمھیں جبر تا کجا ہو

۱- شاگرد رشک - منہ -

اُس وقت بہار لطف مے ہے
وہ غیرت باغ ہو ہوا ہو

---

۵۳۷ - محرور ، ہادی حسن

صاحب فہم و شعور ، (شیخ) ہادی حسن تخلص محرور ، کلام[1]
اُس کا علی اوسط رشک کا منظور :

آنکھیں ہیں گلشن کا تختہ دید سرو ناز سے
کان ہیں کانِ جواہر یار کی آواز سے

زلف نے گلشن میں پیچ و تاب سنبل کو دیا
تیرے قد راست نے سیدھا کیا شمشاد کو

مثل شانے کے عشق گیسو میں
چاہیے ہم بھی دل فگار کریں

عاشق سرد مہر ہیں محرور
کیوں علاجِ مزاج حار کریں

---

۵۳۸ - عشقی ، شیخ الٰہی بخش

شاہد خوش گوئی ، شیخ الٰہی بخش تخلص عشقی ، مقیم کانپور[2] ،
میر علی اوسط کے تلامیذ میں معروف و مشہور :

۱- - - - - کلام اُس کا رشک کا منظور -
۲- - - - کانپور، مرد مشہور، شاگرد میر علی اوسط رشک - یہ اشعار
اس پختہ کار سے یادگار -

دنیا کی دولت آئے ترے ساتھ ہاتھ میں[1]
اس مفلسی میں ہو جو ترا ہاتھ ہاتھ میں

سیر چمن میں لطف شب ماہ دیکھیے
ہو اس پری کا آج اگر ہاتھ ہاتھ میں

مرجاں کی طرح سرخ نزاکت سے ہوگیا
اس گل کا میں نے جوہیں لیا ہاتھ ہاتھ میں

دعویٰ کیا اگر یدبیضا سے اے کلیم
رعشہ پڑے گا دیکھنے کے ساتھ ہاتھ میں

روشن زیادہ مہر سے ہے اس صنم کا ہاتھ
کیوں اس کے تیرے فرق نہ ہو ہاتھ ہاتھ میں

کوہ الم دبائے نہ اس کو کبھی اگر
عشق دبائے لے کے ترا ہاتھ ہاتھ میں

کھلتی نہ کمر ، ہوتی نہ نزدیک اگر ناف
ہے جان جہاں باعث اظہار کمر ناف

تو جس کو کمر سمجھا ہے وہ شیشے میں ہے بال
آئینے میں چھالا ہے نہیں اے گل تر ناف

ایسے لاغر ہو گئے ہیں غم کے مارے ہاتھ پاؤں
ایک مٹھی میں سما جائیں ہمارے ہاتھ پاؤں

تیری طرح ہے نور اگر آفتاب میں
زلفیں کہاں ، کہاں ہے کمر آفتاب میں

---

۱ - یہ اور اس کے بعد کے آٹھ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اے چرخ میری طرح سے سر گشتگی کرے
دل ہے کہاں ، کہاں یہ جگر آفتاب میں

گل ہے وارفتہ گلِ رخسارۂ شاداب کا
سنبل آشفتہ ہے اُس کاکل کے پیچ و تاب کا

فصلِ بہار کا یہ غضب جوش ہو گیا
زاہد زیادہ رند سے بے[1] ہوش ہو گیا

فصلِ گل میں نغمہ سنجی کرتے ہیں کس زور سے
سر اُڑا جاتا ہے مرغانِ چمن کے شور سے

روشن عذار یار ہیں ہالوں کے سامنے
ٹھنڈے ہوئے چراغ نہ کالوں کے سامنے
سرمہ سلائیوں سے لگاتے ہیں چشم میں
رکھتے ہیں فیل مست کو بھالوں کے سامنے

قتل عاشق کے لیے بجلی ہے یا شمشیر ہے
کیا غضب سرمے کی آنکھوں میں لڑی تحریر ہے
فصلِ گل ہے کب چمن سے جائے گی اے باغبان[2]
ہر رگِ گل ہائے بلبل کے لیے زنجیر ہے

۱- بے نوش -
۲- فصل گل میں کب چمن سے جائیں گے اے باغبان

یا رب اس آشفتگی کا پیچ کچھ کھلتا نہیں
عشق کس زلفِ پریشاں کا گریباں گیر ہے

کچھ نہیں روزِ جزا کا خوف اے عشقی مجھے
پشت پر دستِ جنابِ حضرتِ شبّیر ہے

---

۵۳۹ - غافل ، لالہ کنہیا لال

خوش مقال ، لالہ کنہیا لال ، تخلص غافل ، علم بیان اسے شیخ الٰہی بخش عشقی سے حاصل ۔ منہ[1] :

خنداں[2] کیا گلوں کو نسیم بہار نے
غنچہ مرا کھلایا نہ اس گل عذار نے

اب مہربان ان دنوں نامہربان ہے
بیدار بخت خفتہ کیا روزگار نے

ہونا ہے خون عاشقِ مخمور کا ضرور
مہندی ملی ہے ہاتھ میں اس بادہ‌خوار نے

غافل عبث نہیں ہوں پریشاں میں رات سے
آشفتہ کر دیا ہے مجھے ہجر یار نے

---

۵۴۰ - محسن ، میر محسن علی

سید خجستہ خصال ، شیریں مقال ، غیر ممکن اس سے ممکن ،

---

۱ - یہ کلام اُس سے یادگار ہے ۔
۲ - نسخۂ انجمن میں ''خندہ'' ہے ، بعد میں حاشیے پر صحیح لفظ ''خنداں'' لکھا گیا ہے ۔ (مرتب)

میر محسن علی تخلص محسن ۔ صاحب بینش و لیاقت ، خلف الصدق منشی شاہ حسین تخلص حقیقت ۔ (سید صاحب موصوف نے ایک تذکرۂ اشعار تعریف سراپا لکھنا شروع کیا ہے، الٰہی انجام اس کا بخیر ہو) ۔ پہلے (وہ) شاگرد خواجہ وزیر[۱] کا تھا ، اب رشک کا ۔ من کلامہ :

پابوس یار کی ہمیں کیا کیا ہوس نہیں
مجبور ہیں کہ پاؤں تلک دسترس نہیں

اے موت بے کسوں کی اعانت ضرور ہے
دیو شب فراق سے لڑنے کا بس نہیں

بچ جائے چور شمع کا ، سر شمع کا کٹے
الٹی یہاں ہے رسم کوئی داد رس نہیں

آنکھیں جو تم نے پھیر لیں بس دم نکل گیا
تار نگاہ میرا ہے تار نفس نہیں

آہیں نسیم ، داغ ہیں گل ، اشک آب جو
گلگشت باغ کی مجھے بلبل ہوس نہیں

سہیے جفائیں تا بہ کجا دم نہ ماریے
محسن ہمیں تو طاقت ضبط نفس نہیں

ہے تمہارا پاؤں اس تاثیر کا
نقش ہے نقش قدم تسخیر کا

۱- ۔ ۔ ۔ ۔ وزیر کے تھے، بہ سبب سکونت کان پور کے میر علی اوسط رشک سے تلمذ حاصل ہوا ۔ یہ اشعار اس سے یادگار۔

ذائقہ چکھیں گے ہم بھی ایک دن
کیا مزا رکھتا ہے پھل شمشیر کا

مجھ کو طفلی میں ہوا آزار عشق
میرے نسخے میں عرق ہو شیر کا

ہو گئیں کندن سی دونوں ایڑیاں
کیا اثر جھاویں میں ہے[1] اکسیر[2] کا

کچھ مرے رونے کا نقشہ چاہیے
ہو ورق ابری مری تصویر کا

محسن اب تقدیر کا دم بند ہے
کارخانہ ہے عجب تقدیر کا

مل کے مہندی ہاتھ میں زور آزمانا چاہیے
پنجۂ مرجاں سے پنجے کو ملانا چاہیے

ہم کو نظروں سے گرایا آپ نے اچھا کیا
یہ بھی اک افتاد ہے اس کو اٹھانا چاہیے

خرچ بالائی ہمارا عالم بالا سے ہو
مثل فوارہ ہمیں کوئی خزانا چاہیے

طائر جاں محو قندِ لب ہے اے جلوہ فروش
تیری شاخوں میں ہمارا آشیانا چاہیے

شمع کے گل کا ہوں بلبل بوستانِ دہر میں
جھاڑ کی شاخوں میں اپنا آشیانا چاہیے

خیر سے مل جاؤ محسن سے لڑائی ہو چکی
شر جو بڑھ جائے تو پھر اس کو گھٹانا چاہیے

۱- تھا۔
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''اکثیر''۔ (مرتب)

یاد دہان تنگ میں بے ہوش ہو گیا
رستہ عدم کا مجھ کو فراموش ہو گیا

کاسہ بنے گا شیر کا کالوں کے سامنے
آئینہ رکھ کے دیکھ لو بالوں کے سامنے
بے وجہ خال قرب لب لعل یہ نہیں
دانہ پڑا ہوا ہے یہ لالوں[۱] کے سامنے

معجزے کا جو سر دست ارادا ہو جائے
تل ہتھیلی کا تمھاری ید بیضا ہو جائے

چاندنی میں جو تری جلوہ گری ہو جائے
نور مہتاب چراغ سحری ہو جائے
اے صنم تیری ہتھیلی ہے بلوریں ، اس میں
تل جو پیدا ہو عقیق شجری ہو جائے
شمع رو تو جو شب ماہ میں ہو گرم خرام
تیرا پروانہ ہر اک کبک دری ہو جائے
سورۂ قدر پڑھو پنجۂ رنگیں رکھ کر
سنگ مرقد بھی عقیق شجری ہو جائے

زاہد سے کہہ دو طعن نہ کرنا شراب پر
ڈالے سے خاک پڑتی نہیں آفتاب پر
دریا میں عکس جب ترے دانتوں کا پڑ گیا
موتی کا چونا پھر گیا قصر حباب پر

---

۱ ۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "لعلوں" ۔ (مرتب)

دل آن ہتھیلیوں سے جو مانوس ہو گیا
جو داغ پڑ گیا کفِ افسوس ہو گیا
اس جسم داغ دار کی مٹی سے اے جنوں
کوئی بنا کھلونا وہ طاؤس ہو گیا
ایسا ہمارے طالع واژوں کا ہے اثر
لیتے ہی جام ہاتھ میں معکوس ہو گیا
نالان عشق وہ ہوں کہ ہر استخوانِ جسم
نے بن گیا کوئی، کوئی ناقوس ہو گیا

لکھوں گا وصف دانتوں کا تمہارے آبِ گوہر سے
خجل ہوگی لڑی موتی کی میرے تار مسطر سے
جو دیکھا آئنہ دی کیا ہی زینت چشم[1] جوہر کو
لگایا اس نے سرمہ، عکس گیسوے معنبر سے
ہمارے کاسہ[؟] سر کو ہے گردش بعد مردن بھی
خطِ قسمت کی شاید نقل لی ہے خطِ ساغر سے

۵۲۱- صادق، صادق حسین خان

جوان وجیہ، کلام اس کا واثق، صادق حسین خان تخلص صادق، خلف نثار علی خان (کنبوہ)، شاگرد میر علی اوسط رشک۔ من اشعارہ[2]:

اس رنگ صندلی کا تصور گزر گیا
کیا سہل تھی دوا کہ مرا درد سر گیا

---

۱ - نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''۔۔۔ زینت جوہر کی''۔(مرتب)
۲ - من کلامہ۔

شک عکس چشم کا جو تری ناف پر گیا[1]
تار نظر پہ شبہۂ موے کمر گیا

روز وصال یار عجب سحر کر گیا
یہ بھی نہ کچھ کھلا کدھر آیا کدھر گیا

لو بوسہ‌ہائے لب پہ صنم سے بگڑ گئی
جو منہ بہت چڑھا وہی دل سے اُتر گیا

تعظیم آمد آمدِ قاتل کے شوق میں
در تک مرا قدم نہ بڑھا[2] تھا کہ سر گیا

کھانے کے واسطے جو دکھاتا ہوں سنکھیا[3]
کہتا ہے وہ کہ تم نے ڈرایا میں ڈر گیا

صندل کا چھاپا لیجیے دیوان خانے سے
تلوار سے تمھاری مرا درد سر گیا

کوئی جو پھول دھیان چڑھا بل بے نازکی[4]
اس کی کمر لچک گئی چہرہ اُتر گیا

شاید زمینِ شعر میں صندل کی خاک تھی
فکر سخن جو کی تو مرا درد سر گیا

کہتا ہے یار آتے ہیں صادق کے خط پہ خط
ہاں سچ تو ہے نہ یاں سے کوئی نامہ بر گیا

---

۱ - نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے اس شعر کا دوسرا، اور اس کے بعد کے شعر کا پہلا مصرع درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ (مرتب)

۲ - نسخۂ انجمن میں ''نہ گیا'' لکھ کر بعد میں حاشیے پر تصحیح کی گئی ہے۔ (مرتب)

۳ ، ۴۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

کل تو تم دور تھے خفا بیٹھے
آج کیوں میرے پاس آ بیٹھے

دہن و گوش کے جو وصف سنے
جھٹ سے گالی مجھے سنا بیٹھے

جب کہا بیٹھنے کو بول اٹھے
میری جوتی مری بلا بیٹھے

بادشاہی نہیں عدم کی قبول
نہ مری قبر پر ہما بیٹھے

اب وفادار کو بھی دیں گے نہ دل
قسم اس بے وفا کی کھا بیٹھے

نہیں عاشق جو تیرے بالے پر
گونجنے کیوں کبوتر آ بیٹھے

کچھ تمھیں نیک و بد کا بھی ہے خیال[1]
جس کو پایا اسے سنا بیٹھے

بزم میں سن کے میرا ذکر کہا
مجھ سے کیا پوچھتا ہے آ بیٹھے

چپ رہو گالیاں بہت سی نہ دو
کہیں صادق نہ کچھ سنا بیٹھے

---

۵۴۲ ـ ہلال ، امیر علی خان

شیریں سخن ، خوش مقال ، امیر علی خان تخلص ہلال ، شاگرد برق اول ، شاگرد رشک ثانی الحال ـ منہ[2] :

۱ـ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)
۲ـ یہ اُس کا مقال ـ

جان باقی نہیں نظارے سے انسانوں میں
شانِ خالق نظر آتی ہے ترے شانوں میں

خوابِ غفلت ہے ہر ایوان تمھاری خاطر
فرش تک مخمل کاشاں کا ہے کاشانوں میں

شربتِ وصل کسی دن نہ ملا اے[1] بد عہد
خالی پانی ہی بھرا ہے ترے پیمانوں میں

سبزۂ روے حسیناں کا ہوا ہے دل جو
آشنا اپنا رہا کرتا ہے بیگانوں میں

جب سے اس مہ کو ہوا دھانی دوپٹوں سے شوق
چاندنی کرنے لگی کھیت ہرے دھانوں میں

بحرِ دنیا میں ہیں یکساں مجھے موج و ساحل
آشناؤں میں محبت ہے نہ بیگانوں میں

کس طرح تکیۂ مخمل سے مشابہ سمجھوں
روئیں بھی تو نہیں اے جان تری رانوں میں

کون کہتا ہے سراپا نہیں تجھ میں اعجاز
مچھلیاں رہتی ہیں گو پانی نہیں رانوں میں

مال کیا ، جان بھی عشاق کی لے لیتے ہیں
ایسی ہوتی ہے تلاشی ترے دربانوں میں

اس پری رو نے جو کل چاند صفر کا دیکھا
بدلے آئینوں کے منہ دیکھ لیا رانوں میں

کہہ دے سرگوشیوں میں حال جو رو رو کے ہلال
جھالے ہوں موتیوں کے یار ترے کانوں میں

۱- او ۔

۵۴۳ - سجاد ، سید علی سجاد

خوش معاش ، نیک معاد ، سید[1] علی سجاد تخلص سجاد - محافظ دفتر کلکٹری ضلع الہ آباد - شاگرد میر علی اوسط رشک - یہ[2] اشعار اس سے یاد :

یک خلق تیری چال سے پامال ہو گئی
رفتار آسماں کی تری چال ہو گئی

تو نے جو تیغ ہاتھ میں لی شاخ گل بنی
سوسن کا پھول صاف تری ڈھال ہو گئی

کیا ہی اثر ہے اس نے جو لب سے لگا لیا
یاقوت سے بلور کی مہنال ہو گئی

مضمون چشم سوجھے تو بیمار ہو گئے
تعریف میں لبوں کی زباں لال ہو گئی

سجاد سرخ رو ہوئی آفاق میں حنا
قدموں تلے جو یار کے پامال ہو گئی

خزاں میں مرغ کے صیاد نے جو کھولے پر
لگے ہیں خار دل زار کے پھپولے پر

وہ عندلیب ہوں پائے نہ بال پر بھی نشان
ہزار مرتبہ صیاد اگر ٹٹولے پر

ہنسی ہے برق ، اوداہٹ مسی کی ابر سیاہ
ہے تیرے دانت کو فوق ایک ایک اولے پر

۱- سید سجاد علی -
۲ - یہ اس سے یاد -

لبوں کے بوسے تو لیں غیر ہم سے زلف چھپاؤ!
لٹیں تو اشرفیاں مہر ہووے کھولے پھر

ٹلے جگہ سے نہ ہم اور تمام ہو گئی عمر
جہاں میں بیٹھے ہیں گویا اڑن کھٹولے پر

جو گل کے گال سے ملنا ہو گال اے بلبل
تو خون زخم شہیداں سے پہلے دھو لے پر

قبا کے بند جو کھولے یہ اڑ چلا ہے تو
کہ اڑنے کے لیے جیسے پری نے کھولے پر

ستم کشیدۂ ہجراں ہوں اس قدر سجاد
ملولے غیر کو آئے مرے ملولے پر

ہو گیا تن کا زعفرانی رنگ
لائی اس درجہ ناتوانائی رنگ

لائی ہے اپنی خوں‌فشانی رنگ[۱]
آستیں کا ہے ارغوانی رنگ

یاد میں اس کے لعل نوشیں کے
آہ ہوں اشک ارغوانی رنگ

کیوں نہ میرا کلام سن کر ہو[۲]
میرے دشمن کا زعفرانی رنگ

---

۱ - یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۳ - یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)

ہوں وہ رنگیں سخن کہ کہتے ہیں
میرے الفاظ اور معانی رنگ

نہ لگا مہندی او بت خوں خوار
پاؤں پر لائے گا گرانی رنگ

بعد مردن بھی رنگ ہے یہ زردا
کہ کفن کا ہے زعفرانی رنگ

---

۵۴۴ - شوق ، میر رضی[1]

خوش فکری میں معاصرین پر آسے فوق ، میر رضی تخلص شوق - (اب سنتے ہیں کہ شوق کو چھوڑ کر رہا تخلص کیا ہے) - شاگرد میر علی اوسط رشک - منہ[2] :

ایسا سبک ہوا ہوں جہانِ خراب میں
گوشہ نشیں ہوں خانہ چشم حباب میں

طالب جو تم گزک کے ہو بزم شراب میں
انگور لاؤں پنبہ داغ کباب میں

بسمل کا خون ہو عوض بادہ ساقیا
لخت جگر بھی چاہیے سیخِ کباب میں

کہتا ہے کوئی مہر تجھے ، کوئی ماہتاب
رکھا نہ تو نے فرق مہ و آفتاب میں

---

۱ - یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- نسخہ انجمن میں ترجمہ شوق ، جنون کے بعد اور انور سے پہلے ہے - (مرتب)
۳- من کلامہ

پانی عزیز ہوتا ہے آتش مزاج کو
سرمہ دوا ٔ میل موج سے چشم کباب میں

نعل[2] سمندِ ناز ہے تار شعاع مہر
ہوتے جو دو ہلال لگائے رکاب میں

دن رات میری آنکھوں سے جاری ہے بحرِ اشک
دریا میں ہے حباب کہ دریا حباب میں

میں نے سوالِ بوسہ کیا اس نے ہنس دیا
کیا کیا مزے اٹھائے سوال و جواب میں

حرمان و یاس و درد و غم و داغ ہجر یار
کس کس کی جا نہیں دلِ خانہ خراب میں

بحرِ فنا کے چل کے طلسمات دیکھیے
عالم کا جائے پانی ہے قصر حباب میں

پیری میں وصل دوست ہوا شوق کو نصیب
چھوٹا تھا اپنے یار سے عہد شباب میں

صورت کوئی نکالو تسلی کے واسطے
تصویر اپنی بھیجو ملاقات کے لیے

مارا جلا جلا کے تپ عشق یار نے
سب کا بخار مجھ پہ نکالا بخار نے

۱۔ دوں ۔
۲ ۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "نال" ۔ (مرتب)

تربت بناتے کشتۂ چشم سیاہ کی
ملتی جو خاک جادۂ تیغ نگاہ کی

کیونکر سراغِ قافلۂ رفتگاں ملے
نقش قدم پڑے نہ اڑی گرد راہ کی

میں تیرہ روزگار دکھاؤں جو شام ہجر
کھل جائے آنکھ کوکب بختِ سیاہ کی

بھڑکے کہیں نہ آتشِ داغ دل حزیں
زخم جگر میں بتی ہے شمعِ نگاہ کی

یادِ ذقن میں لوٹتی رہتی ہے تن میں جان
بسمل کا ناچ ہوتا ہے کوٹھی میں چاہ کی

آشفتہ اس قدر ہوں کہ جینا وبال ہے
الفت بلائے جاں ہوئی زلفِ سیاہ کی

نقش قدم پہ تیرے ملوں روے آفتاب
عزت ملاؤں خاک میں زریں کلاہ کی

(مردوں کی اس دو رنگ سے مٹی خراب ہے
تکیہ فقیر کا ہے زمیں بادشاہ کی)

---

۵۴۵ ۔ انور ، علی مرزا

سخنور بہتر ، علی مرزا ، مرثیہ خوان، تخلص انور ، ولد مرزا اکبر علی، مرثیہ خوان، ساکن فیض آباد، وارد لکھنؤ ، شاگرد رشک۔ منہ[۱] :

۱۔ یہ اس سے یادگار ہے ۔

غیروں کو دیا بوسۂ رخ بوسۂ سر بھی
ہم پر نہ کبھی مہر سے کی تم نے نظر بھی

اے چرخ کہن قدسیوں کی تجھ کو قسم ہے
اس طرح کا دیکھا ہے کہیں رشک قمر بھی

عنقا تجھے سوگند ہے اس زلف پری کی
آیا¹ نظر ایسا کسوئی باریک کمر بھی

جاتا رہا تھا جذب محبت تو کبھی کا
باقی نہیں اب آہ میں نالے میں اثر بھی

شمشیر نگہ نے تری او قاتل عالم
مجروح کیا دل بھی مرا اور جگر بھی

پامال جہاں ہوتا تھا اس بوٹے سے قد پر
اب تو شجر قد پہ وہ لائے ہیں ثمر بھی

(ہم جاتے ہیں لو آٹھو خدا حافظ و ناصر
وہ توپ چلی صبح کی بجتا ہے گجر بھی

دیوانے تلک ہم ہوئے مشہور جہاں میں
افسوس یہ ہے آپ نے پوچھی نہ خبر بھی)

جنبش سے لبوں کی تو کھلا حال دہن کا
دو گام چلو راہ تو ثابت ہو کمر بھی

انور کہو کس حور شمائل پہ ہو شیدا
تم مرتے ہو جس پر اسے پہنچی ہے خبر بھی!

۱- ایسا نظر آیا کوئی - - - -

۵۴۶ - محبت، شیو پرشاد پنڈت[1]

شیو پرشاد پنڈت، تخلص[2] محبت، ساکن لکھنؤ، شاگرد رشک۔ یہ اس سے یادگار:

یوں گھر سے اپنے ساقی مست شراب نکلا
خورشید کا زمیں پر گویا جواب نکلا

آخر ملا یہ مجھ کو اس آہ آتشیں سے[3]
سینے میں دل تلک بھی میرا کباب نکلا

اک بت سے دل لگا کر روتے ہیں رات دن ہم
جس کو ثواب سمجھے وہ کیا عذاب نکلا

ناحق کو جان اپنی کھوتا ہے اے محبت
دل کا لگانا تیرا جی کا عذاب نکلا

ساقی مجھے آرام گھڑی بھر نہ ملے گا
لب سے مرے جب تک لب ساغر نہ ملے گا

دیوانہ ہوں لیکن مری بد بختی کے باعث
لڑکوں کو بھی میرے لیے پتھر نہ ملے گا

کیوں مسند شاہی کی تمنا کریں اے دل
کیا خاک پر اس کوچے کی بستر نہ ملے گا

۱۔ نسخۂ انجمن میں ترجمۂ محبت، متین کے بعد اور نمود سے پہلے ہے۔ (مرتب)

۲۔ متخلص بہ محبت، شاگرد میر علی اوسط رشک۔ یہ اس سے یاد۔

۳۔ یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

ہر بار تو اس زلف سے کیوں اُلجھے ہے اے دل
کیا خانۂ زنجیر سوا گھر نہ ملے گا

دم بھی نہ ہمیں لینے دیا اس نے دم قتل[1]
قاتل کوئی ایسا بھی ستم گر نہ ملے گا

کافی ہے مجھے سایۂ دیوار عزیزو
پروا کسے ظلِ ہما گر نہ ملے گا

آئینہ بھی حیراں ہے مری صاف دلی سے
عالم میں کوئی مجھ سا سکندر نہ ملے گا

بے کسی میں کچھ نہیں درکار مجھ کو دوستو
دامن دشت جنوں میرا کفن ہو جائے گا

(گر یہی حالت ہے اے دل تو جنوں کے ہاتھ سے
کوئی دم میں ٹکڑے ٹکڑے پیرہن ہو جائے گا)

زخم تازہ ہیں ابھی ان کی دوا کچھ ہو تو ہو[2]
ورنہ پھر ناسور ہر زخم کہن ہو جائے گا

اے محبت اس میں جب ہو گی زبان تیغ یار
زخم دل کا خود بخود گویا دہن ہو جائے گا

---

۵۴۷ - موج ، میر کاظم حسین[3]

میر کاظم حسین تخلص موج، پسر میر علی حسین آزاد ۔ افسوس کہ

۱- دم بھی ہمیں لینے نہ دیا . . . .

۲ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳- ترجمۂ موج نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)

عین موسم میں گلشن اُس کی زندگی کا خزاں رسیدہ ہوا - پدر اُس کی مرگِ جوانانہ سے زار و نزار - اُس کو تلمذ میر علی اوسط رشک سے تھا - یہ شعر[1] اُس سے یادگار :

موج آخر عاشقِ زلفِ چلیپا ہوگیا
عشق کیسا بلکہ سنتے ہیں کہ سودا ہوگیا

۵۴۸ - متین ، میر بہادر علی

خوش وضع ، نیک[2] آئین ، میر بہادر علی ، تخلص متین ، ساکن فرخ آباد - میر علی اوسط[3] کی زبانی معلوم ہوا کہ چند غزل اس کی میری نظر سے گزری ہیں - اس واسطے تلامیذ میں میر صاحب کے لکھا گیا - من کلامہ :

یہ عالم یادِ چشمِ مست میں ہے خوں فشانی کا
کہ گویا مینہ برستا ہے شرابِ ارغوانی کا

کلام اپنا رقیبِ روسیہ کہتے ہیں سن سن کر
ہمیں شمشیر قاتل سے ہے دعویٰ ہم زبانی کا

مرے دل کا علاج اے چارہ گر کرنے سے کیا حاصل
کہیں جیتا بھی ہے مارا ہوا داغ جوانی کا

حریمِ طبع میں تسکین کو کیوں کر ہو گنجائش
لیا ہے اضطرابِ دل نے عہدہ پاسبانی کا

میں عاشق ہوں تسلی مجھ کو باتوں سے ہو کیا ممکن
وہ موسیٰ کو تحمل تھا صدائے لن ترانی کا

۱- اصل میں سہو کتابت سے ''اشعار'' بجائے ''شعر'' - (مرتب)
۲ - خوش آئین -
۳ - . . . . . اوسط رشک سے معلوم ہوا . . . . اس واسطے میر صاحب کے تلامیذ میں لکھا گیا ہے - یہ کلام اس سے یادگار ہے -

تمہارے فکرِ مضمونِ کمر میں بندہ عاجز ہے
خدا ہی کے لیے ہے خاص رتبہ غیب دانی کا
قیامت ہے دوپٹا اُس پر آبی اوڑھنا تیرا
کہ قامت خود نمونہ ہے بلائے آسمانی کا
ہوا ہوں روتے روتے انتظار خط میں نابینا
بس اب ہوں منتظر قاصد میں پیغامِ زبانی کا
رواں کر قاتل اب حلق متیں پر آبِ خنجر کو
کہ کشت آرزو محتاج ہے لوہے کے پانی کا

عکس افگن جو مرا وہ بت طناز ہوا
صاف آئینے کو جوہر پر پرواز ہوا
دھجیاں دامنِ صحرا کی اُڑا دوں تو سہی
فاش اے جوش جنوں اب تو مرا راز ہوا
راستی پر ہے جو اس کاکل پر خم کا مزاج[1]
دود آہ سحری سلسلہ پرداز ہوا
غیر کو اس نے جو دیکھا تو میں غیرت کے سبب
ہدف تیر نگاہ غلط انداز ہوا

۵۲۹- ذرہ ، شنکر لال[2]

شنکر لال قوم کایتھ ، تخلص ذرہ ، شاگرد میر علی اوسط رشک ۔

---

۱ - یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔(مرتب)
۲- ترجمۂ ذرہ نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)

من کلامہ :

لکھے جو مصور تری زنجیر مرصع
خامہ ہو مع کاغذ تصویر مرصع
پیکاں میں ترے تیر کے ہیرے کی چمک ہے
صحرا میں نظر آتے ہیں نخچیر مرصع
مہنال طلائی ہے تو کر دیتی ہے دم میں
یاقوت لب لعل کی تاثیر مرصع
کاتب کوئی پایا ہے جواہر رقم اُس نے
ہر خط کی مرے نام ہے تحریر مرصع
اے ذرہ جو قسمت میں ہو زر خاک سے مل جائے
تعویذ کرے قبر کا تقدیر مرصع

ہے تہ گرداب ناف ، اس سے کمر ملتی نہیں
چیز ہو کوئی کسی کی ڈوب کر ملتی نہیں
سوکھتے ہیں کھیت دہقاں آبدیدہ رہتے ہیں
ابر میں جب تک ہماری چشم تر ملتی نہیں
ذرہ نیکی لے لے دنیا میں یہی کام آئے گی
جنس زاد راہ پھر وقتِ سفر ملتی نہیں

اب ہم بھی مجرئی ترے صبح و مسا کے ہیں
عاشق ہیں رخ کے شیفتہ زلفِ رسا کے ہیں
روز جزا کھڑے ہوئے دیکھیں گے وہ بہار
اے ذرہ جو غلام شہ کربلا کے ہیں

---

۵۵۰ - افضل ، شاہ غلام اعظم[۱]

درویش کامل بلکہ اکمل ، شاہ غلام اعظم ، تخلص افضل ، پسر شاہ خلیل ابوالمعانی ، نبیرۂ شاہ اجمل صاحب دائرہ الہ آباد ۔ پہلے شاگرد شیخ ناسخ کے تھے ، اب میر علی اوسط رشک[۲] اُن کے اُستاد ۔ یہ اُن سے یاد :

اے[۳] جان جاں وصال سے یا[۴] شاد کیجیے
یا بندگی سے بندے کو آزاد کیجیے

آتا ہے جی میں فرقت دلدار سے یہی
سر پیٹ پیٹ لیجیے فریاد کیجیے

عاشق ہیں ہم اُٹھائیں گے سب اپنی جان پر[۵]
جو ظلم دل میں آئے سو ایجاد کیجیے

دامن سے جھاڑیے نہ ہمارے غبار کو
اے جان اس طرح سے نہ برباد کیجیے

قمری کو اپنے عشق کا پہنائیے جو طوق[۶]
تو راستی سے سرو کو آزاد کیجیے

۱۔ نسخۂ انجمن میں ترجمۂ افضل ، سجاد کے بعد اور سعادت سے پہلے ہے ۔ (مرتب)

۲۔ - - - رشک سے تلمذ ، یہ اُس سے یاد ۔

۳۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''یا'' بجائے ''اے'' ۔ (مرتب)

۴۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''یاد'' بجائے ''یا'' ۔ (مرتب)

۵،۶۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

مدت سے باریاب تکلم نہیں ہوئے
بوسہ زبان کا ہمیں امداد کیجیے

ہے غیر سے تو یاد فراموش کا مزا
کب کہتے ہیں یہ ہم نہ انھیں یاد کیجیے

ہے التماس اتنی کہ اے جان سہو سے
بھولے ہوؤں کو بھی تو کبھی یاد کیجیے

جچتا نہیں ہے کوئی بھی **افضل** نگاہ میں[1]
ناسخ کو چھوڑ کر کسے اُستاد کیجیے

---

۵۵۱ - سعادت ، سعادت خان

صاحب خدمت، سعادت خان تخلص سعادت ، تھانہ دار ضلع کانپور ، رشک[2] کے تلامیذ میں مشہور :

کس جگہ عرضی لگائیں آپ کی بے داد کی
کون ہے جو داد دے گا عاشقِ ناشاد کی[3]

عشقِ مجنوں ناقۂ لیلیٰ کو شاید ہو گیا
صاف زنگولے سے آتی ہے صدا فریاد کی

آپ کی تصویر اگر دیکھیں گے ایسا رولیں گے
ہم مٹا ڈالیں گے سب کاری گری بہزاد کی

مر گئے جاتے کے ساتھ ہی[4] تا در رشک چمن
کیا ہمارے تن میں یا رب روح تھی شداد کی

---

۱ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- شاگرد رشک ، منہ -
۳- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے یہ مصرع یوں ہے :
کون ہے جو داد دے گا آپ کی بیداد کی
۴- ''ساتھ ہی'' بر وزن ''ساتھی'' - (مرتب)

فاتحہ پڑھنے کو وہ سفاک آیا قبر پر
موت نے امید پوری کی دلِ ناشاد کی

طفل اشک آنکھوں سے پیہم قبر میں پیدا ہوئے
ہم نے یہ بستی نئی زیر زمیں آباد کی

طوطیٔ ہندوستاں سمجھیں نہ کیوں شاعر مجھے
اے **سعادت** ہے عنایت رشک سے استاد کی

---

۵۵۲ - جنون ، میر مہدی[1]

عقل و خرد میں افلاطون ، میر مہدی[2] صاحب تخلص جنون ، ساکن بانس بریلی ۔ عین شباب میں چراغ اس کی زندگی[3] کا بادِ صرصر فنا سے گل ہوا ۔ (وہ مغفور) شاگرد میر علی اوسط رشک (سلمہ) کا تھا ۔ یہ[4] اس سے یاد :

پاس آنے کا کرو وصل کا سامان کرو
تم کو لازم ہے کہ خاطر مری اے جان کرو

آئنہ دیکھنا خود بیں نہیں اچھا ہر بار
خود کو تسکین ہو اور اوروں کو حیران کرو

آندھی آ جائے گی کالی مرا کہنا مانو
رات کا وقت ہے زلفیں نہ پریشان کرو

۱۔ نسخۂ انجمن میں ترجمۂ جنون ، سعادت کے بعد اور شوق سے پہلے ہے ۔ (مرتب)

۲۔ ۔ ۔ ۔ مہدی تخلص ۔ ۔ ۔

۳۔ ۔ ۔ ۔ زندگانی کا باد فنا سے ۔ ۔ ۔

۴۔ یہ اس کا کلام ہے ۔

پاک بازی کا اگر صدق ہے میرا تم کو[1]
شوق سے آؤ چلے دل میں نہ کچھ دھیان کرو

عشق اور ناز کو ہر وقت ترقی ہے ضرور
اک نئی آن مرے سامنے ہر آن کرو

اتنا کف لائے ہو کیوں میری حقیقت کیا ہے
تھوک دو غصے کو اور اپنی طرف دھیان کرو

ایک ہی وار میں سر تن سے اُتارو میرا[2]
ہوں سبک دوش اگر مجھ پہ یہ احسان کرو

آرزو تم سے یہ ہے کر کے بغل گیر مجھے
عید کا روز ہے پھر اپنے پہ قربان کرو

یا علی عرض یہ ہے بہرِ حسین[4] اور حسن[4]
مشکلیں جتنی جنوں کی ہیں سب آسان کرو

---

۵۵۳ - شرف ، شیخ شرف الدین حسین[3]

گوہر مضامین آبدار کا صدف ، شیخ[4] شرف الدین حسین تخلص شرف ، ساکن شہر کول ، شاگرد میر علی اوسط رشک . من کلامہ[5] :

۱، ۲- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں -(مرتب)

۳- نسخۂ انجمن میں ترجمۂ شرف ، انور کے بعد اور موج سے پہلے ہے - (مرتب)

۴- نسخۂ انجمن میں نام صرف ''شیخ شرف الدین'' لکھا ہے - (مرتب)

۵- یہ اُس کا کلام ہے -

جب سے آنکھوں میں کھنچا نقشہ بت بے پیر کا
ہو گیا ہر آنکھ کا پردہ ورق تصویر کا

دیکھنے ہی کے ہیں یہ سارے حسینان جہاں
پھل نہیں کھایا کسی نے گلشنِ تصویر کا

میری آہیں بے حجاب اس کو کریں ممکن نہیں
کب ہوا سے اڑتا ہے برقع رخِ تصویر کا

حلق کر دے آج موج جنبش ابرو سے تر[1]
پیاسا ہوں قاتل ترے آب دم شمشیر کا

وصل میں جس دم جواب نامہ کا شکوہ کیا
کھینچا گردن پر[2] مری قاتل نے خط شمشیر کا

ایک دم میں ہو گئیں جاری لہو کی ندیاں[3]
ابر دریا بار ہے جوہر تری شمشیر کا

کھوتا ہوں روشن بیانی سے کدورت بزم کی
کام لیتا ہوں زبان شمع سے گلگیر کا

تیری آنکھوں کی کماں داری میں کچھ شبہہ نہیں[4]
پاس ہے ایک ایک کے ایک ایک دستہ تیر کا

خاک پائے یار پر کس چین سے سوتا ہوں میں
اے مہوس دیکھ لے سونا ہے یہ اکسیر کا

دھیان رکھ چشم سیہ کا چشم میں آیا وہ یار[5]
آج آنکھوں میں شرف کاجل لگا تسخیر کا

۱۔ یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ میں ۔
۳تا۵ ۔ یہ اشعار نسخہ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

نخل طوبلی اور ہے وہ قد بالا اور ہے
چشم نرگس اور ہے، وہ چشم شہلا اور ہے

عشق میں جل جل کے رونا ہر گھڑی کا اور ہے[1]
شمع آسا رات بھر آنسو بہانا اور ہے

اُس میں ایک اعجاز ہے اِس میں ہزاروں معجزے
وہ مسیحا اور ہے میرا مسیحا اور ہے

اُس میں بوئے چند روزہ اِس میں خوشبو تا ابد
عطر گل کا اور ہے تیرا پسینا اور ہے

چاہتا ہے جس کو حقہ پی کے دیتا ہے اُسے
اُس کی دم بازی کا دنیا سے قرینا اور ہے

جب کیا شکوہ نہ ملنے کا تو یوں کہنے لگا
خوف بدنامی کا[2] صاحب ہے زمانا اور ہے

سیر باتوں سے نہیں ہونے کا اے شیریں کلام[3]
پہلی شب ہے وصل کی مجھ کو تمنا اور ہے

جان اگر اُس کو نہ دوں کس کام کی ہے کس کو دوں
ناصحا اس سے زیادہ کون پیارا اور ہے

نزع میں اس واسطے صرفِ تکلم ہے زباں
کچھ زبانی آپ سے اے جان کہنا اور ہے

گاتے گاتے غیر کے آتے ہی بگڑا ہم سے شوخ
خوب سمجھو اے شرف یہ راگ مالا اور ہے

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- - - - کا ہے صاحب زمانا - - -
۳- یہ اور اس کے بعد کے تین شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

(خوشبو تمھارے منہ کی بدلتی نہیں کبھی
دیکھی نہیں یہ بات کسی عطر دان میں

دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے اور جاں شکنی ہے
دانتوں کا تصور ہے کہ ہیرے کی کنی ہے
سینہ بھی چھدا ، دل بھی چھدا ، دیکھیے تیزی
یاد سرِ پستاں ہے کہ برچھی کی انی ہے
اے محرمِ اسرار کفن مجھ کو نہ دینا
کرتے کا تصور ہی گلے میں کفنی ہے

ہوا احسان جاڑے کا خیالِ لا اُبالی میں
وہ خوابیدہ نظر آیا تصور کی نہالی میں
جو قسمت میں ہے دید اُن ابرووں کی ہوگی بےشبہ
شرف[1] کیا دیکھتا ہے فالِ دیوانِ ہلالی میں)

---

۵۵۴ - نمود، مرزا آسمان قدر[2]

سزاوار[3] تاج و تخت ، حق دار مسند و صدر ، شہزادہ[4] والا مراتب ، شہریار عالی مناقب ،فلک رکاب ، انجم جنود ، مرزا آسماں قدر ، تخلص نمود، شاگرد[4] شیخ امام بخش ناسخ ۔ یہ اشعار اُس شہریار سے یادگار :

۱- شرف کب دیکھتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔
۲- نسخۂ انجمن میں ترجمۂ نمود، محبت کے بعد اور کیواں سے پہلے ہے۔ (مرتب)
۳- شاعر خوش بیان، سخن و شیریں زبان، شہریار عالی تبار، انجم ۔ ۔
۴- کلام معجز نظام منظور نظر ناسخ ۔ منکلامہ ۔

ذرا تو غور سے تو دیکھ اے غمخوار پہلو میں
کہ جانے دل ہیں پیکاں تیر کے دوچار پہلو میں
کسی کا جرم کیا ہے یہ ہے خوبی اپنی قسمت کی
کہ ہم تو دور بیٹھیں اُس سے اور اغیار پہلو میں
جبھی اے ہم نشیں کچھ بادہ خواری کی ہے کیفیت
کہ بیٹھا ہو صنم بھی نشے میں سرشار پہلو میں
نمود اب کیا ہے جن روزوں خیال عشق تھا ہم کو
حسیں بیٹھے ہی رہتے تھے سدا[۱] دو چار پہلو میں

---

۵۵۵ - وزیر ، خواجہ[۲]

ترقی میں ماہ منیر ، شہرت میں آفتاب عالم گیر (شاعر خوش تقریر) خواجہ وزیر ولد خواجہ فقیر - شیخ امام بخش ناسخ کے تلامیذ میں نامی اور گرامی - ایک دن بحسب اتفاق یہ بندہ ہمراہ لالہ فتح چند صاحب ان کے دولت خانے پر گیا - بر سبیل[۳] ذکر فخر و مباہات فرمانے لگے کہ اکثر مجھے شیخ صاحب سے بہتر اور بعض برابر جانتے ہیں - میرا دیوان جو دلی میں گیا ، وہاں کے صاحب تمیزوں نے شیخ کے دیوان کو دھو ڈالا - سبحان اللہ کیا نفسانیت ہے کہ اپنی نمود کے واسطے اُستاد کو مٹاتے ہیں (اور ایسے سخن زبان پر لاتے ہیں) - حاصل[۴] اس تقریر کے ، یہ اشعار خواجہ وزیر کے :

۱- یہاں -
۲- نسخہٴ انجمن میں ترجمہٴ وزیر ، کیوان کے بعد اور قلق سے پہلے ہے - (مرتب)
۳- بر سبیل ذکر فرمانے - - -
۴- حاصل تقریر یہ ، شعر خواجہ وزیر -

دماغ ایسا ہے جاناں تیرے دروازے کے سائل کا
موا ہوں تو صدا دیتا نہیں کاسہ مری کل کا

تصور یہ رہا آنکھوں میں اس شیریں شمائل کا[1]
کہ اپنی آنکھ کا پردہ بنا ہے پردہ محمل کا

بدن میں میرے جتنے زخم ہیں پانی چراتے ہیں
نہ پوچھو کس قدر پیاسا ہوں آب تیغ قاتل کا

پنہایا یار کو بھی طوق منت کے بہانے سے
فلک[2] نے نالہ بارے سن لیا میری سلاسل کا

بہت جس نے اٹھایا سر، گری نظروں سے قدر اس کی[3]
نہ دیکھا کوئی پروانہ چراغ ماہ کامل کا

کسی موئے کمر سے خاک ہونے پر بھی الفت ہے
پڑا ہے بال از خود جب بنا کاسہ مری کل کا[4]

نکل جائیں تڑپ کر مچھلیاں دست حنائی کی[5]
لہو بھر جائے او قاتل اگر مجھ نیم بسمل کا

فقیری میں بھی اے دل آسماں پر ہے دماغ اپنا
گدائی بھی کریں تو لے کے کاسہ ماہ کامل کا

پس ازمردن بھی رہتا ہوں میں نالاں ان کے ہاتھوں سے
بجاتے ہیں پپیہا اے جنوں لڑکے مری کل کا

۱- - - - اس لیلٰی شمائل کا
۲- فلک نے بارے نالہ سن لیا - - -
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۴- پڑا ہے بال جب کاسہ بنایا ہے مری کل کا
۵- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

وزیر اب سینے میں دل کے عوض کیا درد رہتا ہے[1]
کہ رویا کرتے ہو پڑھ پڑھ کے تم دیوان بے دل کا

گر دم مشق خیالِ خط جاناں ہو گا
پھر تو جو خط میں لکھوں گا خط ریحاں ہو گا

رنج و راحت سے ہم کو کار رہا[2]
ہاتھ میں گل تو پا میں خار رہا

اے جنوں شیفتۂ کاکل پیچاں میں ہوں
آج سر حلقۂ زنار پرستاں میں ہوں

کب یہ کہتا ہوں کہ گل ہو کے رہوں گلشن میں
کاش خار سر دیوار گلستاں میں ہوں

آدمیت تری دیکھے تو پھڑک جائے دم
یہ تمنا ہو پری کو بھی کہ انساں میں ہوں

کسی کے جانے[3] سے ساقی کے یہ حواس گئے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دل گیر کو
کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

ہوں وہ[4] دیوانہ مری تصویر بھی تنکے چنے
کہربا کے رنگ سے کھینچو مری تصویر کو

۱، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۳- صحیح مصرع اس طرح ہے :
''کسی کے آتے ہی ساقی کے یہ حواس گئے''
'دفتر فصاحت' ص : ۱۳۵، مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ۔ (ادارہ)

۴- میں ۔

کہتے ہو اے ماہ دیکھا ہم نے ہالہ خواب میں
آئیے آغوش میں سن لیجیے تعبیر کو

جانور جو ترے صدقے میں رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے
منتوں سے وہ پری اور خفا ہوتا ہے
اب سلیماں بھی اگر آئے تو کیا ہوتا ہے
چومتا ہوں لب شیریں وہ خفا ہوتا ہے
کیا شکر رنجیٔ جاناں میں مزا ہوتا ہے
قفس تن میں نہ گھبرائیو اے طائر روح
جو گرفتار ہے اک روز رہا ہوتا ہے
توڑ کر آئنۂ دل کو بناتے ہو عبث
اب سکندر بھی اگر آئے تو کیا ہوتا ہے
صورت ماہ نو آتا ہے مہینے پیچھے[1]
انھیں باتوں میں تو انگشت نما ہوتا ہے

بھر دے تو ساقیا مرے ساغر کو بنگ سے
گاڑھی چھنی ہے آج کسی سبز رنگ سے
زاہد جہاد کرتا ہوں میں زور رنگ سے
آنکھیں لڑا رہا ہوں بتان فرنگ سے
ہر صید کو ہے عشق مرے خانہ جنگ سے[2]
اڑتا نہیں ہے دیکھ لو توتا تفنگ سے

۱، ۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ساقی ہوا ہے عشق کسی خانہ جنگ سے
مانگوں گا مے کشی کو پیالہ تفنگ سے

وہ مست ہوں خیال اگر مے کشی کا آئے
نکلے شراب تاک سے اور شیشہ سنگ سے

کاٹے گی خوب غیر کو اے یار دیکھنا
تلوار تیز کر مرے مرقد کے سنگ سے

صدچاک ہو وہ دل کہ نہ ہو جس میں تیری یاد[1]
یا رب جو شیشہ خالی ہو ٹوٹے وہ سنگ سے

مانند شمع پہنچے عدم کو کھڑے کھڑے
استادگی ہماری فزوں ہے شلنگ سے[2]

اے موت جلد آ کہ یہ قضیہ کہیں چکے[3]
نفرت ہے اس کو صلح سے اور مجھ کو جنگ سے

اس سرو خوش خرام کا قمری ہوں اے وزیر
چلتے تھے جس کے ساتھ شجر پائے لنگ سے

ہوں وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہو کر
روح میری گل عارض میں رہے بو ہو کر

ہم تو اس شرم رہائی سے ہیں پانی پانی
دیدۂ چاک قفس سے چلے[4] آنسو ہو کر

---

۱ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- استادگی ہماری نہیں کم شلنگ سے
۳- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۴- بہے

عاشق زار ہوں میں صبح ہوئی تو نہ ڈرو[1]
چھپ رہوں کا گل عارض میں ابھی بو ہو کر

شیشہ ٔ دل میں تری تیغ اُتر آئے کہیں
میان سے نکلی ہے محبوب پری رو ہو کر

شوق سے حکم کرے[2] سجدے کا پیغمبر حسن
آیتیں سجدے کی نازل ہوئیں ابرو ہو کر

ہم بھی بت خانے[3] سے جا نکلیں کبھی بہر طواف
حضرتِ کعبہ کشش کیجیے ابرو ہو کر

ساغر چشم کی ہم یاد میں کیا محو ہوئے[4]
رہ گیا زانو پہ سر کاسہ ٔ زانو ہو کر

نا توانی سے ہوا خون کا بھی رنگ سفید
کیا بہانہ ہے جو بہ جائے اب آنسو ہو کر

پیشوائی کے لیے روح بدن سے نکلی
چلتی ہے تیغ قضا جنبشِ ابرو ہو کر

جان پڑ جاتی ہے زیور میں پہننے سے ترے
کہیں اڑ جائے نہ جگنی تری جگنو ہو کر

چشم لیلیٰ کو یہ لپکا تھا نظر بازی کا
دشت میں قیس کو دیکھ آتی تھی آہو ہو کر

۱۔ عاشق زار میں ہوں صبح ہوئی تو نہ ڈرو

۲۔ نسخہ ٔ انجمن میں سہو کتابت ہے 'حکم دے' بجائے 'حکم کرے'۔ (مرتب)

۳۔ نسخہ ٔ انجمن میں سہو کتابت ہے ''مے خانے'' بجائے ''بت خانے''۔ (مرتب)

۴۔ یہ شعر نسخہ ٔ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

جنسِ دل جانچ بھی لی تول بھی لی حاضر ہے
رہ گیا سینے میں کیوں تیر ترازو ہو کر

ناک بھوں ایسی چڑھائی کہ ہوا نا موزوں
موزوں اے جان ترا مطلع[1] ابرو ہو کر

آدمیت یہ خدا داد ہے اللہ اللہ
رغبت انسان سے کرتے ہو پری رو ہو کر

یار کی گرمیٔ رفتار نے اعجاز کیا[2]
اڑ گئی فندق پا رات کو جگنو ہو کر

ٹھہر اے جوششِ گریہ کہ گلا کٹ جائے
آب شمشیر نکل جائے نہ آنسو ہو کر

پائے نازک میں نظر آتے ہیں بوسوں کے نشاں
آئے ہو کیا چمنستاں سے لب جو کر

تم نہا کر جو چلے غم سے سمٹ کر دریا
آ گیا دیدۂ گرداب میں آنسو ہو کر

---

۵۵۶ - قلق ، خواجہ اسد

اشعار رنگین اُس کے بلبلوں کا سبق ، شاعر[3] بامزا ، خواجہ اسد تخلص قلق ، (پسر خواجہ بہادر حسین فراق) شاگرد (اور ہمشیرہ زادۂ) خواجہ وزیر ۔ من کلامہ[4] :

۱- مصرع ۔
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۳- شاعر حالی ۔
۴- یہ اشعار اُس سے یادگار ۔

مشتری مجھ کو بنایا ایک مہ رخسار کا
عشق بھی دلال ہے کیا حسن کے بازار کا

کہکشاں بٹی ہے او قاتل ہمارے زخم کی
چرخ زلکاری ہے پھاہا مرہم زنگار کا

آدمی کیا اے پری رو دم میں دیوانہ ہو وہ[1]
دیو پر پڑ جائے گر سایہ تری دیوار کا

اس طرح خلوت شہادت کا پنھا قاتل ہمیں
زخم کے دامن میں ہو پٹھا تری تلوار کا

یہ تمنا ہے لبِ معشوق ہو گر کوئی تیر[2]
لوں دہان زخم سے بوسہ لب سوفار کا

رو کے جب روزن سے جھانکا اے پری میں ہنس پڑا
کیا اثر دیوار میں ہے قہقہہ دیوار کا

خوں سے تر دامن رہا کرتا ہے اے خوں ریز خلق[3]
زخم دامن دار کیا رومال ہے تلوار کا

تیغ عریاں پر پڑا جو اس در دنداں کا عکس
موجۂ آب گہر جوہر بنا تلوار کا

اس لیے ہر دم عرق افشاں جبین یار ہے
تا بھڑک جائے نہ شعلہ آتش رخسار کا

او شکر لب ! تل عرق آلودہ عارض پر نہیں
پی رہا ہے رس شکر خورا گل رخسار کا

---

۱ ، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب

۳- یہ اور اس کے بعد کے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اے بتِ کافر ہے کیسا کفر زا تیرا فریب
تو نے جو دھاگا دیا رشتہ بنا زنار کا

شاہ اقلیمِ معانی[1] کا قلق شاگرد ہوں
کیوں نہ ہو ہر شہر میں شہرہ مرے اشعار کا

نہیں یہ معجزہ موقوف کچھ موسیٰ عمراں پر
پیالے ہیں ید بیضا کف پر نور مستاں پر

لگایا عطر جب ہم نے لب رنگین جاناں پر
تو گویا تیل چھڑکا آتشِ لعلِ بدخشاں پر

تمہارا مسکرانا جانتا ہوں جان کھو دے گا[2]
گرے گی ایک دن برق تبسم خرمنِ جاں پر

بنا کر تل رخِ روشن پہ وہ شوخی سے کہتے ہیں
یہ کاجل ہم نے پارا ہے چراغ ماہ تاباں پر

ہمارے یار نے کیں چھپ کے باتیں ناز کی ہم سے[3]
لگایا آج پوشیدہ یہ مرہم زخم پنہاں پر

ہوا دھوکا جو ہم کو تیغ خون آلود قاتل کا
گلا رگڑا کیے ہم موجۂ خون شہیداں پر

ہمیں بس آج کل سلطان اقلیمِ شہادت ہیں[4]
ہے اپنے نام کا سکہ زرِ گنج شہیداں پر

۱۔ نسخۂ انجمن میں پہلے ''معنی'' لکھا گیا ہے ، بعد میں صحیح لفظ اس طرح اضافہ کیا ہے کہ غلط لفظ بھی اپنی جگہ پر موجود ہے ۔ (مرتب)

۲ ، ۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۴۔ یہ اور اس کے بعد کا شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

پس از مردن قلق احساں کیا یہ ناتوانی نے
سبک میرا جنازہ ہو گیا دوش عزیزاں پر

لوٹے مزے جو ہم نے تمھارے آگال کے
مر مر گئے رقیب لہو ڈال ڈال کے
انگیا ہے چپ جو اُن کی کہوں ہاتھ ڈال کے
یہ دونوں قمقمے ہیں عبیر و گلال کے
بے یار دود دل کا مرے آسماں بنا[1]
ساقی بنا دے ماہ پیالہ اچھال کے
بگڑے ہوئے ہو آج بناوٹ نہ کیجیے
اے جان چھپتے ہیں کہیں تیور ملال کے
بے یار مے کشی بھی جو کیجے تو غم کے ساتھ[2]
جام و سبو بنائیے گردِ ملال کے
آتا ہے جب کہ سرمے کے دنبالے کا خیال
بوسے جنوں میں لیتے ہیں شاخ غزال کے
ہم مشربوں میں چل کے قلق مے کشی کرو
جھگڑے وہاں نہیں ہیں حرام و حلال کے

روش ہے صاف چلنے میں نسیم صبحِ گلشن کی
یقیں ہوتا ہے کھل جائیں گی کلیاں اُن کے دامن کی
صدائے نغمۂ بلبل ہے صاف آواز ارگن کی
اُترتی ہے سلامی باغ میں کس رشک گلشن کی

۱، ۲ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

ستاری بولتی ہے یا کوئی بلبل چہکتی ہے
تری مضراب کیا منقار ہے مرغ نوا زن کی

تری دولت سے ہم اے عشق مالا مال رہتے ہیں
زر داغ جنوں دل پر ہے ایک ایک اشرفی گھن کی

کہوں گا اے ریاض حسن پھبتی عشق پیچے کی
ترے بوٹا سے قامت پر چڑھی ہے بیل چپکن کی

ریاض بزم میں تم زلفِ شبگوں کو اگر کھولو
سمٹ کر رات خجلت سے کالی بن جائے سوسن کی

نشانہ ہو گیا غیر، آہ اس نے جب ہمیں تاکا
یہ اپنی اپنی قسمت ہے خطا کیا ناوک افگن کی

---

۵۵۷ - بے خود، میر ھادی علی

تلاش شعر میں خوش تردد، میر ہادی علی تخلص بے خود، خلف[۱] میر ناصر علی (سحر) زمیندار رام نگر، شاگرد خواجہ وزیر۔ من کلامہ[۲]۔

جب نمایاں بام پر رخسار مہرو ہو گیا
نور روے مہ اڑا ایسا کہ جگنو ہو گیا

ہجر میں پہنچے مجھے اسباب راحت سے بھی رنج
تکیۂ پہلو سے افزوں درد پہلو ہو گیا

نور عارض دیکھ کر از بس کہ کھایا پیچ و تاب
پرتو مہتاب یہ سمٹا کہ جگنو ہو گیا

۱- پسر۔
۲- یہ سخن اس کا ہے

ہجر کی شب روئے میرے حال پر بے مہر بھی
ہر ستارہ دیدۂ گردوں[1] کا آنسو ہو گیا

نور افشاں صورت مہ کیا جبین یار ہے[2]
جو پسینے کا گرا قطرہ وہ جگنو ہو گیا

شمعِ عارض سے تری کی اس قدر کسب ضیا
ذرہ افشاں کا چراغِ طاقِ ابرو ہو گیا

زلف کے پھندے سے اے بے خود رہائی ہے محال
پھر نہ چھوٹا جو اسیرِ دام گیسو ہو گیا

افضل انساں کو کیا سب پر خدائے پاک نے
دیکھو رتبے پائے کیا کیا ایک مشت خاک نے

صیدگہ میں کچھ فقط صیاد نے تاکا نہیں
آنکھ ڈالی مجھ پہ چشم حلقۂ فتراک نے

قبر میں بھولے جو ہم پرزے اڑانا جیب کے
یاد دلوایا گریباں کو کفن کے چاک نے

واقعی وہ ہوگئی دندانِ مصری سے فزوں
پائی لذت آن لب و دنداں سے یہ مسواک نے

غنچۂ مہنال کو دم میں شگفتہ کر دیا
معجزہ طرفہ دکھایا یہ دہانِ پاک نے

پاؤں سے لپٹی جو میری خاک وہ بانسوں اڑا
شوخیاں سی شوخیاں کیں توسنِ چالاک نے

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''دیدۂ گریاں'' - (مرتب)
۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

آ گیا غش دیکھتے ہی خال و چشم مست یار[1]
بے خود اپنے ہوش کھوئے نشہ تریاک نے

۵۵۸ - ایجاد ، شیخ بہادر علی

خوش تقریر، شیخ بہادر علی تخلص ایجاد ، خلف شیخ بہر، شاگرد خواجہ وزیر - یہ[2] اشعار اُس سے یادگار :

پچھتاؤ گے اگر گئے بے تاب چھوڑ کے
شیشہ نہیں ہے دل جو بناؤ گے توڑ کے

ہم گل ہیں اور ہے یہ ہمارا عرق گلاب
کہتے ہیں وہ جبیں سے پسینہ نچوڑ کے

گلچیں ستم کیا یہ ترے ہاتھ ٹوٹ جائیں
توڑا ہے عندلیب کا دل پھول توڑ کے

ہو جائے سرد آگ جہنم کی واعظا
تر دامنی دکھاؤں جو دامن نچوڑ کے

سر پنجگی دکھاتے ہیں وہ عندلیب کو
گلشن میں شاخ گل کی کلائی مروڑ کے

کہتے ہیں سانپ چشمہ خورشید میں بھی ہے[3]
زلفوں کو اپنے چہرۂ روشن پہ چھوڑ کے

لکھنے ہیں وصف سرو قد یار کے مجھے
خامہ بناؤں شاخ صنوبر کو توڑ کے

اٹھو نہ داغ سینہ ایجاد دیکھ کر[4]
جاؤ نہ سیر گلشن ایجاد چھوڑ کے

۱- - - حال چشم مست یار
۲- یہ اس کے اشعار -
۳ ، ۴- یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)

اشک سوزاں سے مرے دیدۂ تر جلتے ہیں
عین دریا میں ہیں[1] افسوس مگر جلتے ہیں

پان سے سرخ ہوئے ہیں دہن یار میں دانت
کیا تماشا ہے صدف میں یہ گہر جلتے ہیں

گرم جوشی آلھیں اغیار سے ہے در پردہ
کان آکے پردے یہ سن سن کے خبر جلتے ہیں

اس بھبوکے کے نہیں چہرے پہ یہ سرخ نقاب
دیکھنے والوں کے دامانِ نظر جلتے ہیں

لال اطلس کا جو پاجامہ ترا دیکھا ہے
ناخن پا سے حسین تا بہ کمر جلتے ہیں

سوز غم لکھ کے ہوا دل میں بہت میں نادم
خط بھی جلتا ہے کبوتر کے بھی پر جلتے ہیں

خطِ رخسار نہیں ہے یہ دھواں اٹھتا ہے[2]
شعلۂ رخ پہ ترے ہائے نظر جلتے ہیں

میں تو انسان ہوں کس طور سے جاؤں ایجاد
ہائے اس سے[3] تو فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں

---

۵۵۹ - سپہر ، میر محمدی

سید سندی ، میر محمدی ، رتبے میں مہر، تخلص سپہر[4]، ولد میر مہدی، شاگرد خواجہ وزیر - وہ خوش تقریر اگرچہ افیونی ہے ، سخن اس کا

۱- یہ -
۲- یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- نسخۂ انجمن میں ''اس سے'' کاٹ کر ''اس جا'' بنایا گیا ہے - (مرتب)
۴- - - - سپہر ، شاگرد وزیر -

شاداب، زمین شعر کا ذرہ ذرہ آفتاب ، شہرت اس کی چنگ و رباب سے زیادہ ، اہل مجلس کو[1] ہمیشہ اس سے استفادہ ۔ یہ اشعار اس بزرگوار سے یادگار :

اے سپہر اب عشق ہے اس ابروے خم‌دار کا
آبرو رکھے خدا ، ہے سامنا تلوار کا

خال کا کشتہ ہوں کیا ذکر ابروے خم‌دار کا
کام لیتا ہے وہ قاتل ڈھال سے تلوار کا

صورت منصور ڈر ہے حرف حق کہتے ہوئے
راست‌گو کو دیکھتا ہوں مستحق ہے دار کا

اس صنم کی یاد میں بھولا نہیں اللہ کو
رشتۂ تسبیح ہے ڈورا مرے زنار کا

آفتاب حشر کی سوزش سے بچ جا اے سپہر
دست دل سے تھام دامن حیدر کرار کا

بوسہ لیا جو رخ کا وہ بے زار ہو گیا
مصحف کو چوم کر میں گنہ‌ گار ہو گیا

موئے میاں کی یاد میں یہ زار ہو گیا[2]
آخر میں صورت کمر یار ہو گیا

اس بت نے مجھ پہ ہاتھ جو چھوڑا جنیو کا
کاندھے پہ ڈورا باڑھ کا زنار ہو گیا

۱- - - - کو استفادہ ۔ یہ اشعار اس سے یادگار ۔

۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

قنبر کے ساتھ خلد میں ہوگا وہ اے سپہر
جو یاں غلام حیدرِ کرار ہو گیا

نہیں مسی لگی ہے یہ لب جاں بخش جاناں پر
خضر آودی گھٹا چھائی ہوئی ہے آب حیواں پر

نمایاں تل نہیں ہے یہ لب رنگین جاناں پر
چڑھائی فوجِ زنگی کی ہے یہ ملک بدخشاں پر

تمہارے دانت ہنسنے میں نظر آئے جو ہونٹوں سے
تو گویا ایک بجلی گر پڑی شہر بدخشاں پر

دکھایا خانۂ زنجیر میں عالم چراغاں کا
چھڑک کر تو نے افشاں اے پری رو زلفِ پیچاں پر

ملایا منہ سے منہ لیکن دیا بوسہ نہ ہونٹوں کا
سکندر رہ گیا پیاسا پہنچ کر آبِ حیواں پر

اس قدر محروم وصل اپنا دل بے تاب ہے
دن کو پروانہ ہے یہ اور رات کو سرخاب ہے[1]

مجھ مریض ہجر کو نسخہ یہی نایاب ہے
خط بنفشہ، تخم ریحاں خال، لب عناب ہے

بینی اس محبوب کی مجھولی نظر آئی مجھے
نتھ کو سمجھا حلقۂ خورشید میں گرداب ہے

---

۱ ۔ ۔ ۔ ہے اور یہ رات کو سرخاب ہے

ہے زمانے کی دو رنگی کب ہے یہ[1] یک رنگ پر
دن کو اطلس آسماں ہے[2] رات کو کمخواب ہے

وصل کی شب جلد کٹ جاتی ہے دیکھو غافلو
اہل عقبیٰ راست کہتے ہیں کہ دنیا خواب ہے

جو خدا کا علم ہے اس کو یقیں کر اے سپہر
ہے محمد شہر اس کا اور حیدر باب ہے

کمر ٹوٹی ، جو پائی خط سے قاصد کی کمر خالی
ملے دست الم ، دیکھا جو دست نامہ بر خالی

نہیں ہیں[3] نام کو آنسو یہ روئے ہجر ساقی میں[4]
بہ رنگ ساغر بے مے ہوئی ہے چشم تر خالی

لہ اس آئینہ رو نے شکل دکھلائی مجھے اپنی
گیا ذی قعدہ کی مانند یہ ماہ صفر خالی

سخت باتوں نے تری دل جو ہمارا توڑا
اے صنم سب نے کہا کس نے یہ کعبہ توڑا

چور ہوتا ہے مرا شیشہ دل آپ ہی آپ
محتسب نے کہیں مے خانے میں شیشہ توڑا

شب باراں نے ڈرایا یہ تری فرقت میں[5]
جگنو چمکا تو میں بندوق کا سمجھا توڑا

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ”یہ“ لفظ موجود نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ نسخۂ انجمن میں ”اور“ بجائے ”ہے“ ۔ (مرتب)
۳۔ ہے ۔
۴۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہجر روئے ساقی میں
۵۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

جان جاں دم نہ لگیں توڑے عشاق کہیں
ناچ میں پھر خدا ایسا نہ لینا توڑا
اے سپہر اس مہ تاباں کے گلے کی خاطر
توڑ کر چرخ سے تاروں کا بنایا توڑا

کر رہی ہے زور شور اپنا گھٹا برسات کی
آبرو اے چشم تر رو کر گھٹا برسات کی
میرے رونے سے دلِ پر داغ آیا وجد میں
خوش ہوا طاؤس جب دیکھی ہوا برسات کی
آہ سوزاں کے شرارے ہیں دم گریہ بلند
اڑتے ہیں جگنو برستی ہے گھٹا برسات کی
سرد آہیں کر رہا ہوں کچھ کچھ آنسو ہیں رواں
ابتدا جاڑے کی ہے اور انتہا برسات کی
کوئے جاناں سے نکل کر کیا ہی رویا زار زار
خوب برسی آنکھ کے کعبے سے گھٹا برسات کی
ہوں غلام اس شہ کا چتر ابر جس کے سر پہ تھا
اے سپہر آگے حقیقت میرے کیا برسات کی

---

۵۶۰ - طوبلی، میر مسیتا

ہاتھا اُس کا ہنر مندی میں ید طولٰی، میر مسیتا تخلص طوبلی - شاگرد[۲] میر مہدی سپہر - من کلامہ :

۱-ترجمہ[۱] طوبلی، نسخۂ انجمن میں حاشیے پر بخط کاتب ہے۔ (مرتب)
۲- شاگرد سپہر - یہ اُس سے یادگار -

پھانسی دیتا ہے ترا حلقۂ گیسو مجھ کو
دار پر کھینچتا ہے یہ قد دل جو مجھ کو

نے نوازی کا ترے باغ میں آیا جو خیال
مثل شہنا نظر آیا گل شبو مجھ کو

وصف لعل لب جاناں میں سخن سنج جو ہوں
چاہیے معنیٔ نازک کی ترازو مجھ کو

جانتے ہیں جو تری چشم سیہ کا وحشی
اپنی آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں آہو مجھ کو

عشق دلداں نے کیا گوہر غلطاں اے جاں
چین کیا ہو کسی کروٹ کسی پہلو مجھ کو

یہ تمنا ہے کھلے آنکھ جو روز محشر
سر کے نیچے نظر آئے ترا زانو مجھ کو

چشم وحدت سے جو میں دیکھتا ہوں اے طوبیؔ
جلوۂ یار نظر آتا ہے ہر سو مجھ کو

مہرباں ہم پہ اگر وہ مہ تاباں ہو جائے
دور دل سے ابھی داغ شب ہجراں ہو جائے

کیا ترے روبرو آئینے ہی کو سکتہ ہے
دیکھے اسکندر رومی بھی تو حیراں ہو جائے

عرق آلودہ جو تم آؤ پئے سیر چمن
برگ گل لے کے صبا مروحہ جنباں ہو جائے

عید قرباں سے زیادہ ہو خوشی اے طوبیؔ
ان کے قدموں پہ اگر سر مرا قرباں ہو جائے

---

۵۶۱ - عباس ، میر

سخن ور[1] خوش قیاس ، میر عباس ، پہلے شاگرد میر مہدی سپہر کا تھا بعد اُس کے خواجہ وزیر کا ہوا - من کلامہ :

چھو آئے گر وہ جا کے مرے گلبدن کے پاؤں
چومے دہانِ غنچہ نسیم چمن کے پاؤں

محتاج پا کبھی نہ ہوں جو ہیں سبک خرام
چلتی ہے اور نہیں ہیں نسیم چمن کے پاؤں

کملا گئے لجالو کے مانند چھوتے ہی
نازک ہیں اس قدر مرے نازک بدن کے پاؤں

گلشن میں تیرے ساتھ پھرے سائے کی روش
قمری کی طرح دو ہوں جو سرو چمن کے پاؤں

وہ بے نشاں ہوں میں نہ ملا قبر کا نشاں
تھک گئے تلاش میں دزد کفن کے پاؤں

ہے بعد مرگ بھی یہی مرقد میں آرزو
عباس چوموں حضرت شاہ زمن کے پاؤں

پرتو چشم جو اے جان نمایاں ہو جائے
آئنہ صاف گزرگاہِ غزالاں ہو جائے

لال ہو جائیں جو رخسار ترے غصے میں
دفعتاً شہر حلب ملک بدخشاں ہو جائے

اے جنوں ضعف سے یاں قدموں پہ سر رہتا ہے
ہاتھ کیا پاؤں سے یاں چاک گریباں ہو جائے

۱- خوش فکر، خوش قیاس، - - تھا ، پھر خواجہ وزیر کا ہوا - یہ کلام اس کا ہے -

کہتے ہیں وہ مری پاپوش کرے سیر چمن
پھینکوں جس جا میں گل کفش گلستاں ہو جائے

دیکھیے آنکھ اٹھا کر جو مری تربت کو
سبزۂ قبر چراگاہ غزالاں ہو جائے

زعفرانی تم اگر کپڑے پہن کر آؤ
ہنس پڑوں میں تو لب گور بھی خنداں ہوجائے

اس قدر خوں ہے مرا گرم اگر پھر جائے[1]
ابری تلوار تری برق درخشاں ہو جائے

بخدا مجھ سے عداوت ہے یہ اس کافر کو
میں جو ہندو ہوں تو وہ ضد سے مسلماں ہوجائے

پاس عباس نہ ہو میرے جو وہ جانِ جہاں
خانۂ عیش مجھے خانۂ زنداں ہو جائے

---

۵۶۲ ـ مجرم ، قادر علی

قادر علی تخلص مجرم، اگرچہ دلال بازار جفت فروشاں ہے لیکن اس کے قالب طبع میں شعر خوب ڈھلتے ہیں ـ لکھنؤ بھی کیا نستعلیق[2] شہر ہے کہ بیرونجات کے[3] رئیس یہاں کے اہل حرفہ کی فصاحت پر کفِ افسوس ملتے ہیں ـ القصہ وہ اعتقاد[4] شاگردی سے خاک پائے خواجہ وزیر ـ یہ اس کی تقریر:

۱ـ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ـ (مرتب)
۲ـ دونوں نسخوں میں ''نستالیق'' لکھا ہے ـ (مرتب)
۳ـ ـ ـ ـ کے مرزا منش یہاں کے اہل حرفہ پر کف افسوس ملتے ہیں ـ
۴ـ اعتضاد ـ

رقم کرنے لگوں[1] مضموں جو اشکوں کی روانی کا
زمین شعر میں ہو جائے جاری چشمہ پانی کا

ہمیں بے یار ساقی بزم مے[2] ہے محفل ماتم
ہے عالم قلقل مینائے مے میں نوحہ خوانی کا

اگر نا مہرباں ہو بے سبب، مطلب نہیں تم سے
بتو طالب ہوں میں اپنے خدا کی مہربانی کا

رہو خاموش جتنا محفل عالم میں بہتر ہے
زبان شمع سے انداز سیکھو بے زبانی کا

رواں اشکوں کی موجیں ہیں جو ہر دم چشم گریاں سے[3]
بنا ہے اب ہر اک موئے مژہ فوارہ پانی کا

ہزاروں رنگ پر گو انقلاب دہر ہوتا ہے
مگر پھرتا نہیں جا کر کبھی موسم جوانی کا

کہا احوال دل محرم تو یوں ہنس کر لگے کہنے
مرے صاحب نہیں ہے شوق بندے کو کہانی کا

---

۵۶۳ ـ خطا ، نظر علی بیگ

ہر غزل اُس کی عطر مجموعہ ، ہر قطعہ (اُس کا) گلدستہ ،نظر علی بیگ تخلص خطا، روغن فروش، برالسنہ افواہ ،کسیب حبیب اللہ(اگرچہ

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''کرنے لگے'' بجائے ''کرنے لگوں'' ۔ (مرتب)

۲۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''میں'' بجائے ''مے'' ۔ (مرتب)

۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

خواجہ وزیر متبع اور شاگرد شیخ ناسخ کے ہیں مگر باب ارزانی[1] شاعری میں قدم با قدم میاں مصحفی کے پائے جاتے ہیں ۔ یہ فن شریف واسطے اشرافوں کے ہے نہ اجلافوں کے ۔ میر مہدی سپہر سے یہ سنا گیا ہے کہ میاں بحر کا شاگرد بھی خطا تخلص کرتا ہے ۔ جب ذکر اُس خطا کا آتا ہے ، یہ کہتا ہے ایک ملا محمد کتاب خوان تھا، دوسرا میں ، تیسرا جو ہے اُسے عوام تصور کیا چاہیے) شاگرد خواجہ وزیر ۔ یہ[1] اشعار اس سے یادگار :

مبتلا ہو گیا کس آفت بالائی کا
حال پوچھو نہ کچھ اس زلف کے سودائی کا

اپنا مر جانا گوارا نہیں گو مرتا ہوں[2]
کس قدر غم ہے مجھے یار کی تنہائی کا

عاشق میں جب سے اس بت بے درد پر ہوا
ایسے اٹھائے صدمے کہ درد جگر ہوا

کیا ہی پر نور ترے در کے ہیں روزن دیکھے
ایسے اے ماہ ستارے بھی نہ روشن دیکھے

مسی آلودہ جو لب اے بت پر فن دیکھے[3]
کہے گلچیں کہ نہ ایسے گل سوسن دیکھے

۱۔ قصہ مختصر یہ اشعار نظر علی خطا کے ۔

۲ ، ۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۵٦۴ - آشنا ، سید محمد

آشنائے بے ریا (مجمع خوبی ہا) سید محمد تخلص آشنا خلف الصدق حافظ وارث علی مغفور ۔ ابتدا میں شاگرد شیخ ناسخ کے تھے (چنانچہ جن روزوں میں شیخ نے انتقال کیا تھا ، ایک مشاعرے میں یہ شعر اُن سے میں [نے] سنا تھا :

واجب الرحم ہوں استاد نہیں دنیا میں
اولاً عرض یہی خدمت احباب میں ہے)

بعد[1] انتقال شیخ صاحب چندے آزاد رہے ، آخرخواجہ وزیر سے سلسلہ متابعت کا پیدا کیا ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

مر گئے پھر نہ ہوا یار خبر گیر کبھی
میرے عیسیٰ کو نہ سوجھی مری تدبیر کبھی

دل سے جائے نہ سرِ زلف گرہ گیر کبھی
یہی منت ہے بڑھے میری نہ زنجیر کبھی

حال دل کہیے تو کہتا ہے خفا ہو کے وہ شوخ
مجھ کو بھاتی نہیں اس طرح کی تقریر کبھی

مول لینا تو کہاں آپ وہ آ کر بکتی
دیکھ لیتی جو زلیخا تری تصویر کبھی

الفت ابرو و مژگاں میں غرض جان گئی
تیر مارا کبھی سفاک نے شمشیر کبھی

ملے فرقت زدہ کوئی تو لپٹ کر روؤں
عید کو بھی نہ ہوا یار بغل گیر کبھی

۱- ''بعد انتقال شیخ صاحب'' کے الفاظ نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

گل کو کیا دیکھیے اور سیر چمن کیا کیجے
بھولتا ہی نہیں دل یار کی تصویر کبھی

مر گئے مانی و بہزاد اسی حسرت میں[1]
زیست بھر کھینچ نہ سکی یار کی تصویر کبھی

رنج یہ وہ ہے کہ شادی کو تصدق کیجے[2]
آشنا دل سے نہ جائے غم شبیر کبھی

تشبیہ گل سے مرتبۂ رخ بلند ہے
خورشید سے وہ ماہ جبیں چار چند ہے

نسخہ شفا کا ہو تو کوئی لکھ دے اے مسیح
بے چین مدتوں سے دلِ درد مند ہے

کہتے ہیں جس کو قفلِ در عرش کی کلید
اے آشنا وہ آہِ دلِ درد مند ہے

ہاتھ سے سلجھا رہے ہیں اپنے بالوں کو وہ آج
پنجۂ خورشید زلفِ حور کا شانہ ہوا

قصہ کوتہ ایسی دیکھی ہی نہیں زلف دراز
حلقۂ زلفِ مسلسل پاؤں میں بانا ہوا

بوسہ نصیب ہے لب و دندان یار کا
کیا گوہر نصیب مرا آبدار ہے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ نسخۂ انجمن میں اس لفظ کی جگہ خالی ہے ۔ (مرتب)

۵٦۵ - یوسف

عزیز مصر کو اُس کے حسن سیرت پر تاسف ، تخلص یوسف ، (بہ قول میر محسن علی) شاگرد[1] میر محمد آشنا ۔ یہ اس سے یادگار :

کشتہ ہے جہاں یار کی نازک بدنی کا
پیراہنِ گل میں بھی ہے عالم کفنی کا

ہم مر گئے اس شوخ نے پوچھا بھی نہ یوسف
یہ طرز نکالا ہے نیا کم سخنی کا

دوپٹے میں مکھڑا چھپانے سے حاصل
یہ در پردہ صورت دکھانے سے حاصل

درِ گلشن تلک سرو و صنوبر لینے آتے ہیں
جو سیرِ باغ کو میرا وہ خوش رفتار جاتا ہے

---

۵٦٦ - کیوان ، مرزا علی حسین[2]

شاعر خوش بیان ، سخن ور شیریں زبان[3] ، صاحب علم ہمہ دان ، مرزا علی حسین تخلص کیوان ، خواہر زادہ[4] رفیق الدولہ بہادر ، شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ۔ یہ اشعار اس سے یادگار (ہیں) :

شاید ترے عاشق کے ہیں اے غنچہ دہن پھول
منقاروں میں لاتے ہیں جو مرغانِ چمن پھول

۱۔ شاگرد آشنا ۔ من کلاسہ ۔

۲۔ نسخۂ انجمن میں ترجمۂ کیوان ، نمود کے بعد اور وزیر سے پہلے ہے ۔ (مرتب)

۳۔ ۔ ۔ ۔ زبان ، مرزا ۔ ۔ ۔ بہادر ۔ شاگرد ناسخ ۔ یہ اشعار ۔ ۔ ۔

(اس چمپی' رنگت کے تصور میں موا ہوں
'.... نہیں چمپا کے ہیں اثنائے کفن پھول)

شہباز اجل تجھ کو بھی صید آ کے کرے گا
تو صید ہمیں کرکے نہ اے صید فگن پھول

اے جان شب وصل میں تم پر ہے بہار آج
چمپا کلی گردن میں ہے کانوں میں کرن پھول

وہ باغ ہوں کہ نام کو جس میں ثمر نہیں
وہ غنچہ ہوں کہ دیکھنے کو جس میں زر نہیں

جز خاک پائے یار علاج دگر نہیں
صندل سے دور ہو وہ مرا درد سر نہیں

گردن میں طوق ہالہ، جگر داغ دار ہے
دیوانہ میرے ماہ کا کیوں کر قمر نہیں

سونا حرام دیدۂ بیدار کو ہوا
کیواں جو ہم کنار مرا سیمبر نہیں

ساقیا مے نہیں ہے بوتل میں
آفتاب آ گیا ہے بادل میں

دھگدھگی میں اٹک رہا آ کر
دم لگا ہے کسی کی ہیکل میں

مردم دہر کو کیا تسخیر
سحر ان آنکھوں کے ہے کاجل میں

۱۔ دو لفظ جو واضح نہیں۔ (مرتب)

خیال خال میں کب نیلگوں آنسو نکلتے ہیں
ان آنکھوں کے گڑھوں سے دیکھ لو بچھو نکلتے ہیں
فراق چشم جاناں کے جنوں میں مر گئے ہیں ہم
لحد سے جانئے روزن دیدۂ آہو نکلتے ہیں

سوجے ہیں پھرتے پھرتے یہ مجھ خستہ تن کے پاؤں
مارے ورم کے ہو گئے ہیں لاکھ من کے پاؤں
اس بے تکلفی سے مرے ساتھ سو رہا
گردن میں ہاتھ گود میں اس سیم تن کے پاؤں
مہتابی پر قدم جو رکھا طور بن گئی
موسیٰ کے ہاتھ سے ہیں مرے سیم تن کے پاؤں

شیرینی ایک سی ہے دہان و لبات میں
ہو ذائقہ نبات کا کیوں کر نہ بات میں
کچھ فرق ہو گیا نظر التفات میں
دو بوسے منتوں سے دیے ساری رات میں
دو چار باتیں مجھ سے جو کیں غیر جل گئے
اے جان گرمیاں ہیں تری بات بات میں
(کیوں کر فریب عاشق و معشوق میں نہیں
یہ دل کی تو وہ رہتے ہیں بوسے کی گھات میں)
دیو بلائے ہجر کا رہتا ہے سامنا
دل دے کے پھنس گیا میں عجب واردات میں

(ہندوؤں میں نہ وہ بت ہے نہ مسلمانوں میں
مسجدوں میں نہ وہ ملتا ہے، نہ بت‌خانوں‌میں

یار کے دانتوں کو دیکھا تو گیا ہاتھ سے دل
کھو گیا ہے گہر اپنا انھیں دردانوں میں

گلِ رخسار کی بہار دکھاؤ
گیسوؤں کا بنفشہ زار دکھاؤ

ہمدمو سبزہ رنگ کا ہے عشق
بلبلِ دل کو سبزہ زار دکھاؤ

نزع کا وقت ہے صبا کہنا
اب تو شکل آکے گل عذار دکھاؤ)

---

۵٦۷ ۔ عرش ، میر حسن عسکری عرف میر کلو[1]

شاعر نامی، سخن ور با غلو، میر حسن عسکری عرف میر کلو، تخلص عرش، خلف الرشید[2] میر محمد تقی میر۔ پہلے تخلص میر موصوف کا زار تھا ، اب اگر تخلص کو باز گشت ہو گی تو سوا لامکاں کے ممکن ہونا معلوم ۔ شاگرد امام بخش ناسخ ۔ جب اپنے شعر کسی کے سامنے پڑھتے ہیں تو اس نقل کو بیان کرتے ہیں کہ میر لنگر باز نے

۱۔ نسخۂ انجمن میں ترجمۂ عرش ، یوسف کے بعد اور ناصر سے پہلے ہے۔ (مرتب)

۲ . . . خلف الرشید محمد تقی میر ، پہلے تخلص اُن کا . . . معلوم ۔ جب اپنے . . . کے آگے ارشاد فرماتے ہیں، یہ ذکر بھی زبان پر لاتے ہیں کہ میر . . خشوع یہ دعا . . . راہ سے مصروف دعا ہیں ، میں تو میر سے بہتر ہوں ۔ المختصر وہ شاگرد ناسخ اور یہ اشعار اُن سے یادگار ۔

میرے شعر سن کر زیر فلک سر برہنہ بخضوع و خشوع یہ دعا مانگی 'بار الٰہا میر کلو صاحب کو مرتبہٗ میر عطا فرما' ۔ میں نے ان کا بلبلانا دیکھ کر کہا 'آپ عنایت کی راہ سے یہ فرماتے ہیں ، میں تو میر تقی سے بہتر ہوں' ۔ قصہ مختصر یہ اشعار اس سے یادگار :

لاغر مثال مو کمر یار نے کیا
تار نگاہ حسرت دیدار نے کیا

نزدیک مرگ عشق کے آزار نے کیا
پرہیز زیست سے دلِ بیمار نے کیا

یک ہاتھ میں نہ تیغ کا تسمہ لگا رہا
دو ٹکڑے تیغ ابروے خم دار نے کیا

جھانکا جو مجھ کو یار نے میں پابگل ہوا[1]
دیوار مجھ کو روزنِ دیوار نے کیا

اس کوچے کی گدائی سعادت ہے شاہ کی
پیدا ہما کو سایہٗ دیوار نے کیا

اللہ ری شان عفو کہ بخشا بلا حساب
عذر گناہ بھی نہ گنہگار نے کیا

اے عرش کیوں نہ نام علی دل پہ نقش ہو
آزاد غم سے حیدر کرار نے کیا

سلطاں گدائے کوچہٗ دل دار ہو گیا
سایہ ہما کا سایہٗ دیوار ہو گیا

۱۔ یہ شعر نسخہٗ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

عشق صنم گلے کا مرے ہار ہو گیا
گردن کا ڈورا رشتۂ زنار ہو گیا
قاتل جو گل کھلانے لگا شاخ تیغ سے
مقتل بھی دم میں تختۂ گلزار ہو گیا

تخت شاہی بھی ملا دل کا بھی مطلب ہو گیا
موت جب آئی برابر خاک کے سب ہو گیا
جس گھڑی جوتی انی دار اس نے پہنی پاؤں میں
منزل خورشید تاباں برج عقرب ہو گیا

وصل کی شب بھی خفا یار نظر آتا ہے
خواب میں طالع بیدار نظر آتا ہے
شہر یوسف کا خریدار نظر آتا ہے
لکھنؤ مصر کا بازار نظر آتا ہے
وعدۂ وصل پہ تو ہنستا ہے، ہے یاس مجھے[1]
تیرے اقرار میں انکار نظر آتا ہے
بدن و روح کا صدمہ نہیں دیکھا جاتا
قفس مرغ گرفتار نظر آتا ہے
تیری رحمت کا سزاوار نظر آتا ہے
مجھ کو معصوم گنہ گار نظر آتا ہے
طلب بوسۂ محبوب تلک نفرت ہے
بند گویا لب اظہار نظر آتا ہے

---

۱ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

مسی لگائیے لب و دنداں بنائیے
بزمِ جہاں کو مجلسِ حیراں بنائیے

رنگیں بہ رلک باغ جو دیواں بنائیے[1]
ہر دل کو عندلیب غزل خواں بنائیے

نالوں میں تجھ سے بحث کریں ننگ و عار ہے
باتوں میں تجھ کو مرغِ غزل خواں[2] بنائیے

وہ طفل مل جو بیٹھے نگاہوں میں تولیے
آنکھوں کو عین پلہ میزاں بنائیے

چل کر زمیں کو صحنِ گلستاں بنائیے
ہر نقش پا کو کبک خراماں بنائیے

زنجیر ہر نفس سے بپا ہو رہا ہے غل
دیوانہ دل ہوا کوئی زنداں بنائیے

اڑ کے پاس آتا ہے ہر دم عاشق دل گیر کے
صورت بال کبوتر پر بندھیں گے تیر کے

جوش گریہ نے کیا ہے نیک و بد سے مجھ کو پاک
مٹ گئے ہیں حرف یکسر نامۂ تقدیر کے

نہ بن آنے کی اے قاتل کوئی تدبیر سونے کی
مرے خوں میں نہیں جب تک تری شمشیر سونے کی

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- مرغ خوش الحان -

منتوں سے صلح کے بدلے وہ شر پیدا کرے
پاؤں پڑ کر کون ہر دم درد سر پیدا کرے
جی جلے یہ داغ عشق شمع رو کا ہو اثر
صورت پروانہ مرغ روح پر پیدا کرے

حسرت ہے پیاس میں مژۂ تیر یار کی
پانی پلائے گی مجھے کوڑی کٹار کی

نظر کسی کو وہ موئے کمر نہیں آتا
برنگ تار نظر ہے نظر نہیں آتا[1]
غم فراق میں مر مر کے روز جیتا ہوں
وہ کون شب ہے کہ منہ تک جگر نہیں آتا

بلبل ترے صدقے کرے اے رشک چمن پھول[2]
رنگت سے جو منہ پھول ہے خوشبو سے دہن پھول
خنداں ترے آگے نہ ہوں اے رشک چمن پھول
ہنسنے سے ترے ہوگئے ہیرے کے کرن پھول
کیا چھنے شب وصل میں وہ سیم بدن پھول[3]
چاندی کے ، تصدق میں لٹے سیکڑوں من پھول

---

۱ - بسانِ تار نظر ...

۲ ، ۳ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

ہے سر کو مرے گل کی روش داغ سے زینت
تو شام غریبی نمط اے صبح وطن پھول

پروانہ و بلبل ہیں پس مرگ مجاور
ہیں داغ چراغ لحد اور زیر کفن پھول

بار در شبنم سے جھکے گل کی روش کان
کیا زیب بنا گوش ہوں ہیرے کے کرن پھول

بلبل کا نہیں داغ پس مرگ گوارا[1]
لانا نہ مری قبر پہ یاران وطن پھول

بلبل جو نگاہوں میں تو انصاف سے تولے
کانٹا نہ جھکے بس کہ ہے اس گل کا بدن پھول

اے عرش وہ گل فاتحہ پڑھنے کو جو آیا
شادی سے مری لاش گئی زیر کفن پھول

چھرے زخموں پہ کھاتے ہیں ہم
لوہے کے چنے چباتے ہیں ہم

ہاتھوں پہ رہے گی لاش اپنی[2]
فیروزے کی طرح مر گئے ہم

صاف کر دل کو کہ دلبر سے لڑائی ہو جائے
گرۂ دل جو کھلے عقدہ کشائی ہو جائے

ہاتھ بھی صاف ہو آپس میں صفائی ہو جائے
یار مل جائے سر و تن سے جدائی ہو جائے

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲- یہ اور اس کے بعد کے تین شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

رزق ظاہر میں جو ہو بند تو باطن میں ہو جمع
شیر دایہ ہو اگر خشک ملائی ہو جائے

تنگ دل ہوں بہت اے وسعت رحمت مدد دے
ذرے میں مہر درخشاں کی سمائی ہو جائے

---

۵۶۸ - ناصر، سید ابو محمد

شاعر خوش مظاہر، سید ابو محمد تخلص ناصر، شاگرد[۱] میر کلو عرش - یہ اشعار اس سے یادگار:

آتش غم مشتعل دل میں اگر ہو جائے گی
آہ بھی دل سے جو نکلے گی شرر ہو جائے گی

جان جائے گی نہ جائیں گے در عیسیٰ تلک
اب اگر دنیا اِدھر کی بھی اُدھر ہو جائے گی

دیکھیے کب دن پھریں گے یا مقدر یا نصیب
اب نظر کب یار کو مد نظر ہو جائے گی

واں پریشاں زلف ہے یاں دل پریشاں ہے مرا
دل کو دل سے راہ ہے اس تک خبر ہو جائے گی

پھر گیا اپنا مقدر یار آ کر پھر گیا
کیا خبر تھی آہ اپنی بے اثر ہو جائے گی

دن تو کٹ جائے گا ناصر انتظار یار میں
رات کو پھر شدت درد جگر ہو جائے گی

۱- شاگرد عرش - یہ اشعار اُس کے -

غم سے بیمار محبت کا نہ کیوں دم نکلے
گھر سے وہ عیسیِ دوراں جو بہت کم نکلے
وصل کا طور کسی طور[1] سے ہم دم نکلے
یا شبِ ہجر کے صدموں سے مرا دم نکلے
دھیان دلبر کا مرے دل سے گیا جان کے ساتھ
صاحبِ خانہ و مہماں سبھی باہم نکلے
شکلِ آئینہ جو دل صاف ہوا اے ناصر
ہم بھی رازِ دل عشاق کے محرم نکلے

پھول کوئی پڑ گیا جو لگ گئی گلشن میں آگ
اب صبا بھڑکا رہی ہے گل کے ہر خرمن میں آگ
نالۂ بلبل سے گلچیں کے لگی دامن میں آگ
جل گیا سارا بدن بھڑکی جو پیراہن میں آگ
گرمیٔ بازار موسیٰ دیکھ لی فرعون نے
لعل کے بدلے اٹھا لی ہاتھ سے چھٹپن میں آگ
آتشِ غم سے ترے عشاق کے مرنے کے بعد
ہڈیاں سلگیں تو روشن ہو گئی مدفن میں آگ
زخم دل جلتا ہے تو بخیہ نہ اے جراح کر
مثلِ خار و خس لگے گی رشتہ و سوزن میں آگ
میری آہِ آتشیں ہے گوش زد اغیار کی
اڑ کے رنجک لگتی ہے بندوق کے روزن میں آگ

---

۱ - طرح -

لعل در آتش ہے بوئے گل سے تیرا باد پا[1]
آتش گلشن ہے کلمیخ سم توسن میں آگ

ذوبحرین رمل مسدس و سریع مطوی مکسوف:
عشق کا غم جی پہ میرے چھا گیا
لحظے میں دل پھول سا کملا گیا

دھیان تیری زلف کا جب آ گیا
دل پہ میرے سانپ سا لہرا گیا

---

۵۶۹ - انسخ ، سید ابو تراب عرف منجھو

شاعر خوش گو ، سید ابو تراب عرف منجھو تخلص السخ ، شاگرد میر کلو - پہلے[2] طور تخلص تھا ، جب مرزا محمد رضا برق نے اپنے شاگرد کا تخلص طورکیا ، اس نے بہ اشارہ[3] استاد تخلص اپنا انسخ رکھا - بھائی کا عوض باپ سے لینا نئی جگت اور طرفہ لطیفہ ہے - یہ اشعار اس سید بزرگوار سے یادگار:

ایسا کوئی ستم ایجاد نہیں ہونے کا
جیسے تم ہو کوئی جلاد نہیں ہونے کا

قبر فرہاد پہ سر پیٹ کے شیریں نے کہا
اور سب ہوں گے پہ فرہاد نہیں ہونے کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲- پہلے تخلص اس کا طور تھا، جب مرزا محمد رضا برق نے اپنے شاگرد کا تخلص طورکیا ، اس نے بہ اشارۂ استاد تخلص اپنا انسخ قرار دیا - بھائی . . . اور تازہ لطیفہ ہے - یہ اشعار اس بزرگوار سے یادگار -

مثلِ قمری مری گردن میں ہے طوق اے شمشاد
میں وہ بندہ ہوں کہ آزاد نہیں ہونے کا

خط مرا پڑھ کے یہ قاصد کو دیا اس نے جواب
اب وہ بھولے سے کبھی یاد نہیں ہونے کا

منہ مرا دیکھ کے آنکھ اس نے چرا کر یہ کہا
چہرہ کچا ہے ابھی صاد نہیں ہونے کا

تم جو فرماؤ تو میں آؤں اکیلا تم پاس
ساتھ میرے مرا ہمزاد نہیں ہونے کا

ہم بھی در پردہ ہیں شاگرد اسی کے انسخ
حشر تک میر سا اُستاد نہیں ہونے کا

ابر میں نکلی کہاں ناوک فگن یاد آ گیا
برق جب چمکی مجھے وہ تیغ زن یاد آ گیا

ہجر کی شب مجھ کو تکیے پر یقین قبر تھا
چادر مہتاب سے اُجلا کفن یاد آ گیا

روح کو اپنے لباس تن سے نفرت ہو گئی[1]
جب تصور میں ترا عریاں بدن یاد آ گیا

غربت میں دم جو خانۂ تن سے نکل گیا
کیا یوسف عزیز وطن سے نکل گیا

صیاد و باغباں کا یہ دونوں کو خوف تھا[2]
بلبل کے ساتھ گل بھی چمن سے نکل گیا

---

۱ ، ۲ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

عینک سے جیسے نور نظر کا گزر ہو صاف
یوں نور پاک چرخ کہن سے نکل گیا

مضمونِ نو نکلتے ہیں مثلِ ہلالِ عید
مشہور ہو گیا جو دہن سے نکل گیا

کھا کر کاوری یار نے تھوکا اگر آگال[۱]
جل جل کے لعل کان یمن سے نکل گیا

اُلجھایا دل کو زلف کو سلجھا کے آپ نے
کیا خوب فیصلہ مرا، سرکار نے کیا

بے مہر بعد مرگ بھی جلتے ہی ہم رہے
سایہ نہ لاش پر تری دیوار نے کیا

ضعف سے یہ حال اب پہنچا ہے مجھ دلگیر کا
طوق ہے گردن میں حلقہ یار کی زنجیر کا

آئنہ رو تیرے دیوانے کی صورت دیکھ کر
دیدۂ حیراں بنا حلقہ ہر اک زنجیر کا

رات دن رہتا ہے مجھ کو تیر مژگاں کا خیال
کیوں نہ ہوتا سوز دل میں زخم ہے یہ تیر کا

اس قدر صدمے اُٹھائے فرقت احباب کے
نوجوانی میں مرا عالم ہوا ہے پیر کا

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

کیوں نہ شکل ماہ نو فرقت میں تن کاہیدہ ہو[1]
داغ ہے دل میں، تری اک چاند سی تصویر کا

جس نے دیکھی اس کی صورت وہ مسخر ہو گیا
نقشہ جاناں بھی گویا نقش ہے تسخیر کا

قتل ہونا میری قسمت میں ہے اے قاتل لکھا
جانے خط مالا کلے میں ہے تری شمشیر کا

قید خانہ گھر تری فرقت میں آتا ہے نظر
ہے ہر اک روزن میں عالم حلقہ زنجیر کا

جوشش سودا سے ہے خون سیہ قاتل کسیس
دم میں اب کھل جائے گا جوہر تری شمشیر کا

صورت حسن معانی کھینچی کلک فکر نے
صفحہ دیوان انسخ ہے ورق تصویر کا

---

۵۷۰ - انسب ، میر ابو طالب

سید خوش نسب، میر ابو طالب تخلص انسب (برادر خورد میر ابو محمد) شاگرد[2] میر کلو عرش - یہ اشعار اس سے یادگار :

لا دے جواب خط صنم سادہ لوح سے
امداد چاہتا ہوں حسین ابن روح سے

توڑوں ابھی طلسم ہزار اسپ لاکھ بار
ہو کر امیر حمزہ صفت حکم نوح سے

---

۱ - یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- شاگرد عرش -

اس سرو قد کو باغ میں پایا نہ عندلیب
رویا لپٹ لپٹ کے میں ہر ایک دوح سے

نمود سرو و گل و لالہ زار باقی ہے
ہزار شکر چمن میں بہار باقی ہے
روانہ روح ہوئی جسم زار باقی ہے
سوار جا چکا گرد و غبار باقی ہے
ہے درد سر طپش آفتاب محشر سے
شراب عشق کا اب تک خمار باقی ہے
روانہ جان ہوئی پر کھلی رہیں آنکھیں
پس از فنا بھی ترا انتظار باقی ہے
بگولا بن کے مری خاک بھی لپٹتی ہے
ہنوز حسرت بوس و کنار باقی ہے
ہزار زینت فتراک سر ہوئے السب
ہنوز یار کو شوق[1] شکار باقی ہے

رہی اک عار ہم کو التجا کرنے کی انساں سے
ہوئیں سب مشکلیں آسان اپنی شاہ مرداں سے
ہوا ہے پانی پانی ابر دود زلف پیچاں سے
چمک کر برق چھپ جاتی ہے اس کی برق دنداں سے
ہے اس کا صاف چہرہ مہر ساں اور داغ ہے مہ میں
سراسر نقص ہے نسبت اگر دوں ماہ تاباں سے

۱- ذوق -

صنم کی نذر کو میں کاٹ کر سر لے گیا اپنا
کہ تا محفوظ رہوے حشر تک قاتل کے احسان سے

اٹھتے ہی تیرے ، جسم بھی بے جاں نظر پڑا
صاحب مکاں گیا تو نہ مہماں نظر پڑا
اس رشک بدر کا جو خیال آیا خواب میں
مجھ کو بہشت خانۂ زنداں نظر پڑا
آنسو کو فیض عشق نے گوہر بنا دیا!
ہنستے میں جب ترا در دنداں نظر پڑا
جنت کی سیر کو جو گئی روح خواب میں
تجھ سا نہ ایک حور نہ غلماں نظر پڑا

بلبل وہ گل بساتا ہے جس دم بدن میں پھول[۲]
پھولا نہیں سماتا خوشی سے چمن میں پھول

دل وہ کب سوزن مژگاں سے رفو کرتے ہیں
خانۂ جسم کو تیغوں سے اتو کرتے ہیں

عشق مژگاں میں رواں دل پہ مرے آرے ہیں
دونوں آنکھوں سے رواں خون کے فوارے ہیں

۲۔۱ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

۵۷۱ - قرار، بندہ علی خان

معنی[1] بند، ایہام گوئی اس کا شعار، بندہ علی خاں تخلص قرار، شاگرد عرش۔ من کلامہ:

یاں تصور ہے کسی کا دل بے تاب میں بند
ہم نے یوسف کو کیا ہے چہ سیاب میں بند

زاہدا عینک چشم دل روشن ہے یہ
سیر کونین کی ہے جام مے ناب میں بند

جیسے گرداب میں پھنس جائے کوئی مردم آب
مردم چشم ہیں یوں دیدۂ پر آب میں بند

در دنداں کے تصور میں یہ دم اٹکا ہے
ہوگیا رشتۂ جاں گوہر نایاب میں بند

مار تلوار جسے جی ترا چاہے قاتل
دونوں ہیں عاشق و معشوق تری ڈاب میں بند

دوستوں نے نہ دم نزع بھی آکر دیکھا
اے قرار آنکھ ہوئی فرقت احباب میں بند

گرمی ہے دوپہر کو نہ بھیج آفتاب میں
ساقی پلا شراب نہ عہد شباب میں

پیری کا داغ قہر ہے عہد شباب میں
تابش ہے روز حشر سوا آفتاب میں

منہ پھر گیا تو پنجۂ خورشید ہے نشاں
سیلی تری لگی ہے رخ آفتاب میں

۱۔ دقت پسندی اُس کا شعار ۔ ۔ ۔ ۔ بند۔

دریا میں غسل کو جو میں[1] آتش قدم گیا
جائے حباب پڑ گئے تبخالے آب میں

دوگام چل کے چاندنی کی سیر دیکھیے
کیجے شکار کبک شب ماہتاب میں

حسن ملیح سے دل وحشی کو داغ کر
اے یار کیا مزا ہے ہرن کے کباب میں

اک دم میں سیل گریہ نے ویران کر دیا
موجوں کی جھاڑو پھر گئی قصر حباب میں

اس مسیحا کی زبان لے کر دہن میں آئنہ
صورت طوطی ہو[2] گویا انجمن میں آئنہ

کھود کر تصویر شیریں اس قدر حیران ہوا
بن گیا تیشہ بھی دست کوہکن میں آئنہ

نیک کا دام بلائے بد میں پھنسنا ہے محال
خضر کی گردن کمند راہزن میں آئنہ

اٹھ کے خواب مرگ سے آئینہ دیکھیں گے ضرور
سادہ رو لے جائیں گے اپنے کفن میں آئنہ

رونے کا غم جو وصل میں وہ تیز دست کھائے[3]
یہ فوج اشک فتح کے بعد اک شکست کھائے

ہر بار ہے رقیب سر چتنگ مارتا
جیسے کہ ٹیپ گنجفہ کی زیر دست کھائے

۱- وہ -
۲- ہے -
۳- نسخۂ انجمن میں اس شعر کے مصرعوں کی ترتیب بالعکس ہے - (مرتب)

مچھلی کو اپنے کانٹوں سے ہرگز خلش[1] نہیں
اور جان دے تڑپ کے اگر خارشست کھائے
دیکھا جو اس کا خال ہوا مرغ دل تمام
گولی شکار جیسے کوئی وقت جست کھائے

بار گنہ سے ہو گئے ہیں لاکھ من کے پاؤں
نکلیں گے حشر کو بھی نہ باہر کفن کے پاؤں
عالم ہے بے ثبات نہ رکھ یار تن کے پاؤں
ہوویں گے موئے خط ترے حسن ذقن کے پاؤں
(بار کفن اتار سبک دوش کر دیا
سر پر ہمارے، قبر میں دزدِ کفن کے پاؤں
ہر روز میں زمین سواری میں ناپتا
اے شاہ حسن ہوتے جو میرے رمن کے پاؤں
از بس کہ زندگی میں تھی وحشت لباس سے
بعد از فنا بھی رہ گئے باہر کفن کے پاؤں
شاخ چنار خشک سے افزوں ہے ہائے خشک
جلنے لگے کفن جو ہوں اندر کفن کے پاؤں

مختصر لکھا ہے حال گردش افلاک کو
کیا مطوّل ہوگئی شرحِ کتاب آسماں)

۱- جلن -

۵۷۲ - برق ، مرزا محمد رضا

مجمع[۱] اخلاق ، معدن، اشفاق ، مرزا محمد رضا متخلص بہ برق - خلف الصدق مولانا جناب مرزا کاظم علی صاحب طاب ثراہ ، شاگرد رشید بلکہ قائم مقام شیخ امام بخش ناسخ غفر اللہ - خلق اور حلم میں مشہور انام ، دلیری اور سیر چشمی میں ضرب المثل میان خاص و عام - یہ چند شعر کہ محک اس کے نقد سخن کے ہیں ، بطریق یادگار لکھے جاتے ہیں :

اب کہاں آنسو کہاں دل وہ زمانا ہو گیا
اپنا کوٹھا لٹ گیا خالی خزانا ہو گیا

نوجوانی جا چکی پیری میں جینا موت ہے
برق بدلو جامۂ ہستی پرانا ہو گیا

دیکھی جو زلف یار طبیعت سنبھل گئی
آئی ہوئی بلا مرے سر پر سے ٹل گئی

پستاں کی یہ نمود نہیں ہے بہار میں
شاخ نہال طور اناروں سے پھل گئی

پوچھا اگر کسی نے مرا آ کے حال دل
بے اختیار آہ جگر سے نکل گئی

کیفیت بہار جو یاد آئی زیر خاک[۲]
داغ جنوں سے اپنی طبیعت بہل گئی

۱- مجمع خوبی از پا تا فرق ، مرزا . . . تخلص برق . . . شاگرد رشید شیخ . . . حلم میں ضرب المثل میان انام . . . سیر چشمی میں زبان زد عام - یہ اشعار اُس سے یادگار ہیں -

۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

فرقت میں ہم بغل جو ہوا برق گور سے
حسرت وصال یار کی دل سے نکل گئی

تا فلک اے مہروش شہرہ تمہارا ہو گیا
خال سے ابروے پر خم چاند تارا ہو گیا
ثابت اے رشک قمر ڈورا تمہارا ہو گیا
رشتہٴ شمع تجلی آشکارا ہو گیا
جب کبھی آنکھوں کو رونے کا اشارا ہو گیا
کوٹھیوں سے شہر کوٹھی گھاٹ سارا ہو گیا
زیب و زینت رخ و غم وابستہٴ گیسو کے تھے
پیچ جو سر پر پڑا شملہ ہمارا ہو گیا
فاتحہ کو وہ جو آیا قبر روشن ہو گئی
برج خورشید فلک گنبد ہمارا ہو گیا

بیٹھ کر روئے جہاں غربت میں دریا ہو گیا
چار آنسو جب گرے آنکھوں سے چوکا ہو گیا
خط نکلتے ہی ملاقاتیں ہوئیں باہم کی ترک
میرا ان کا حکم حاکم سے مچلکا ہو گیا
بعد مردن بھی وہی باقی رہی رونے کی خو
جب غبار اپنا اڑا بدلی کا ٹکڑا ہو گیا

تم جلوہ گر جو بام پر اے رشک حور ہو
چوٹی میں کوہ طور کی موباف نور ہو

تم کیوں گناہ گاروں سے اے جان دور ہو
حور اس کے واسطے ہے جو صاحب قصور ہو

ایسے کبھی نہ ہوں گے فرشتے بھی نور کے
حوروں کے شور ڈھول سمجھتے ہیں دور کے

کافور صبح حشر کی شمعیں ہیں انگلیاں
پر نور ہاتھ دونوں کنول ہیں بلور کے

وہ ماہ بہر سیر جو دریا پہ آ گیا
جام حباب بن گئے ساغر بلور کے

رہتے ہیں آپ چشم تصور کے سامنے
مضمون سوجھتے ہیں ہمیں دور دور کے

ہم جنس کے سہارے سے دنیا میں زیست ہے
چیونٹی کو تنگی ہو گئی مجری عبور کے

اس شعر میں جنسیت ثابت نہیں ہوتی -

بعد از فنا بھی نالۂ عشاق قہر ہیں
قبروں میں[1] چل رہے ہیں تپنچے قبور کے

(ناسخ کا مضمون اس سے بہتر ہے :
اے شہسوار گر نہ کیا کشتۂ نگاہ
پہنچا دے قبر تک تو تپنچہ قبور کا)

لال اطلس دور دامن میں دوپٹے کے نہیں
گوٹ ہے گویا شفق کی چادر مہتاب میں

دیکھ کر پرتو کو اپنے ہنس کے یوں کہنے لگا
برق کا پٹھا لگا ہے چادر مہتاب میں

---

[1] سے -

رشک کہتا ہے مجھے نالے کیا کر رات دن
تا نہ آئے وہ مہ کنعاں کسی کے خواب میں
ضد یہ ہے میری طرح سوتا نہیں ہے یار بھی
خوف رہتا ہے اسے مجھ کو نہ دیکھے خواب میں

جم رہا ہے یہ غبار در جاناں سر پر
کہ لیے پھرتے ہیں شہروں میں بیاباں سر پر
نیچے ہم بیٹھے ہیں کوٹھے پہ الگ صحبت ہے
اب تو ہوتے ہیں ستم اے گل خنداں سر پر

دے جان فن عشق میں استاد ہو گیا
چھٹی ملی سبق جو مجھے یاد ہو گیا

وصل میں بھی ہے وہی آہ وہی نالا ہے
کچھ نہ مرہم سے ہوا زخم جگر آلا ہے
تیری آنکھوں کا تصور ہے علاج وحشت
دل کے بہلانے کو عاشق نے ہرن پالا ہے
جان کس[1] طرح نہ دوں صبح شب وصل کو میں
آج جانے کا سوے ملک عدم چالا ہے
اے پری چشم سیاہ و رخ تاباں ہے دلیل
دھوپ وہ پڑتی ہے جس سے کہ ہرن کالا ہے

۱- نسخہ انجمن میں سہو کتابت سے ''کی'' بجائے ''کس'' - (مرتب)

گرد اس چاند سی صورت کے نہیں کوئی حسیں
وہ قمر تو ہے کہ خورشید ترا ہالا ہے

خار سے کم نہیں ہر موئے مژہ فرقت میں
چشم خوں بار نہیں پھوٹا ہوا چھالا ہے

تجھ کو زیور نے جواہر کے بنایا ہے چمن
موتیا موتی ہیں[1] ، یاقوت نہیں لالا ہے

وحشت چشمِ فسوں ساز سے[2] سارے تن میں
مرگ چھالا ترے درویش کا ہر چھالا ہے

صاف طینت کو ضرر خلق میں تا حشر نہیں
برق کی تیغ میں اے برق کہاں چھالا ہے

دریا کی طرح گھر مرے[3] اشکوں سے بھر گیا
پانی فراق یار میں سر سے گزر گیا

صحت[4] ہوئی جو سخت مجھے یار نے کہا
پتھر لگا جو سر پہ مرے ، درد سر گیا

آیا جو نازکی سے عرق روئے یار پر
چاہ ذقن گلاب سے اے برق بھر گیا

جا کے اس قاتل عالم سے لڑی میری آنکھ
کہیں رستم سے زیادہ ہے کڑی میری آنکھ

۱- ہے -
۲- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''ہے'' بجائے ''سے'' - (مرتب)
۳- مرا -
۴- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''صحبت'' بجائے ''صحت'' - (مرتب)

ابرق زنجیر پر اس کی جو پڑی میری آنکھ
بن گئی رنگ سے سونے کی کڑی میری آنکھ

اس کے معمار سے کہتا ہے یہ ناظر اس کا
کیوں نہ روزن کی جگہ تو نے جڑی میری آنکھ

منہ چھپانے کا مزا بھی تمھیں دکھلاؤں گا
دیکھنے کو جو کسی روز اڑی میری آنکھ

قبر کے حوض کو بھر دے گی لہو سے رو کر
ساتھ میرے جو تہ خاک گڑی میری آنکھ

چشم پوشی نہ کرو مجھ کو دکھا دو صورت[1]
آپ سے رکھتی ہے امید بڑی میری آنکھ

میں نے فرقت میں رخِ یار کا دھوکا کھایا
چشم خورشید سے ہر بار لڑی میری آنکھ

کثرت دید نے نیلم کو بنایا یاقوت
کیا اڑا لے گئی مسی کی دھڑی میری آنکھ

سواری جو اس مہ کی داخل ہوئی
فرح بخش خورشید منزل ہوئی

طبیعت تصور سے عامل ہوئی
پری شیشۂ دل میں داخل ہوئی

جسے تو نے چاہا ہوا خوش خرام
بچھریا سواری میں پائل ہوئی

۱۔ یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

(لکھ کے مضمونِ ترش روئی جو پیچیدہ کیا
کاغذی لیموں کا نامہ اچاری ہو گیا)

کس نے بے موت محبت میں شفا پائی ہے
جانتا ہوں اسی پردے میں قضا آئی ہے

جوش سودا ہے سر بادیہ پیائی ہے
دیدۂ غول چراغِ شب تنہائی ہے

کیا بتائیں کہ غم و رنج ہیں جانا کیسے
تم بھی آؤ تو نہ اچھے ہوں مسیحا کیسے

---

۵۷۳ ۔ حیدر ، مرزا حیدر خان

دلیر الدولہ مرزا حیدر خان بہادر تخلص حیدر خلف الصدق اسد الدولہ مرزا محمد[۱] تقی خان بہادر۔ بزرگی اور جاہ و جلال اُن کا مشہور غرب سے تا شرق ، کلام صداقت نظام اُن کا منظور نظر مرزا محمد رضا برق ۔ یہ اشعار اس مغتنم روزگار سے یادگار :

ناخن نہیں تراشے ہیں اس مہ جمال کے
حرف غلط کٹے ہیں دعائے ہلال کے

گل آب ہو گئے رخ جاناں کی تاب سے
پھر بھر گئے درختوں کے تھالے گلاب سے

ٹپکے مے دو آتشہ سے دل کے آبلے
انگور خام پختہ ہوئے آفتاب سے

---

۱ . . . . محمد تقی بہادر ۔ شہرت ان کے مدارج کی غرب سے تا شرق ۔ شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق ۔ یہ اشعار . . .

صید افگنی کو دشت میں آیا جو وہ سوار
نخچیر دوڑ دوڑ کے لپٹے رکاب سے

یہ چشم تر تنور ہے طوفان نوح کا
نکلیں ہیں لاکھ بحر رواں اس حباب سے

"او خانماں خراب" جو کہہ کر پکارا یار
عالم میں نام ور ہوئے ہم اس خطاب سے

قاتل کی اشک بار ہوئی چشم درفشاں[1]
غسل اپنے کشتے کو دیا موتی کی آب سے

ہے جان آدم اپنے لیے آب آتشیں
مشہور ہے کہ زندہ ہر اک شے ہے آب سے

بھیجوں گا لکھ کے سوز دل اس مست ناز کو
باندھوں گا خط کو بازوے مرغ کباب سے

غفلت سے باز رہتے ہیں اہل صفا مدام
آلودہ ہو نہ دیدۂ آئینہ خواب سے

حیدر حباب یہ نہیں عالم کی سیر کو
آنکھیں نکالے مردم آبی ہیں آب سے

یا نکلتے ہی نہ تھے گھر سے ہمارے دن کو
یا مہینے ہوئے آتے نہیں سارے دن کو

شام تک در پہ جو عشاق کھڑے رہتے ہیں[2]
اب نکلتے نہیں وہ شرم کے مارے دن کو

---

۱ ، ۲- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

آئے محفل میں حسینوں کی جو میرا خورشید
یوں چھپیں جیسے کہ چھپتے ہیں ستارے دن کو

ہم تو اس روز کو نو روز سے بہتر جانیں[1]
آؤ جس روز کہ تم گھر میں ہمارے دن کو

شب کو ہے سرو چراغاں کا تماشا حیدر[2]
خوشنما تن کے ہیں پر داغ ہمارے دن کو

داغ ہائے تن کا عاشق کو گلستاں چاہیے
بارش اشک مسلسل جائے باراں چاہیے

عشق میں اک مہروش کے ان دنوں بے تاب ہوں
میر کرنے کو مرے مہری کا دیواں چاہیے

عشق میں اس سرو کے ناراستی پر آئی طبع[3]
اب تو ناصح کی زباں کا اس کو سوہاں چاہیے

عشق کی آتش ہے بھڑکی دل میں اب حد سے زیاد
کچھ مدد تیری ہمیں اے چشم گریاں چاہیے

عاشقوں کے دل میں لازم ہے ہمیشہ غم رہے
صاحب خانہ ہو جیسا ویسا مہماں چاہیے

---

۵۷۴ ۔ فلک ، میر بہادر حسین

کلام اس کا بانمک ، میر بہادر حسین تخلص فلک، شاگرد[4] مرزا محمد رضا برق ۔ من کلامہ :

۱۔ ہم تو نوروز سے اس روز کو بہتر جانیں
۲،۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۴۔ شاگرد برق ۔ منہ ۔

سراپا باغ ہے دیکھو جو اس گل کو تامل سے
کہ قد ہے سرو سنبل بال ہیں رخسار ہیں گل سے

نہ چونکیں گے کبھی رندان مے کش صور کے غل سے
جگانا ہم کو اسرافیل تو شیشے کی قلقل سے

سمجھتے تھے عدو جس کو محب اپنا نظر آیا
کبھی آنکھیں جو اپنی کھل گئیں خواب تغافل سے

گناہ عشق کی توبہ کہاں مقبول ہوتی ہے
رہا ہوتا نہیں ہاروت اب تک چاہ بابل سے

علی کی کفش برداری میں پہنچا عرش اعلیٰ کو
ہوا قرب خدا حاصل تو بندے کے توسل سے

بت پرنور کے چھلے کی کیا روشن نشانی ہے
ید بیضا خجل ہوتا ہے میرے ہاتھ کے گل سے

اگر جذب محبت باغباں کو راہ پر لایا
گلوں کے دستے باندھے گا رگ مژگان بلبل سے

غضب ابھرے ہوئے پستاں ہیں[1] پیدا جوش مستی ہے
کٹورے تیری انگیا کے نہیں کم ساغر مل سے

ملا دریا سے جب قطرہ تو پھر تفریق مشکل ہے[2]
تمیز نیک و بد ہے . . . . ہے جدا کل سے

خالی پہلو کر دلا تیرِ مژہ کا توڑ کر
سینے پر بیٹھا تو گزرے کا کلیجا توڑ کر

۱۔ دونوں نسخوں میں سہو کتابت سے ''ہے'' بجائے ''ہیں''۔ (مرتب)

۲۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ دوسرے مصرعے کے چند الفاظ غیر واضح ہیں۔ (مرتب)

آہ محبوساں اگر اس کی گلوگیری کرے
طوق بنوائے صنم گردن کا توڑا توڑ کر

جب کبھی زد پر رقیب آتا ہے کوئے یار میں
اپنے نالے سے میں کہتا ہوں رفل کا توڑ کر

اس کی دزدیدہ نظر سینے میں سے دل لے گئی
مال میرا لے گیا یہ چور کوٹھا توڑ کر

ہے ارادہ قامت محبوب کی تعریف کا
کیجیے مسواک پہلے شاخ طوبیٰ[1] توڑ کر

لن ترانی کے کھلے[2] معنی جو چہرا کھل گیا
آنکھوں پر پردے پڑے جس وقت پردا کھل گیا

بال چوٹی کا کمر ہے، تل دہانِ تنگ ہے
بوجھ لی یہ چیستاں ہم نے معما کھل گیا

ہے محک داد و ستد ارباب دنیا کے لیے
اڑ گئی سکے کی چاندی صاف تانبا کھل گیا

کھل گیا اک شیشۂ مے کا نہ ساقی تجھ سے منہ
اور یہاں گھر گھر کے کیسا ابر آیا کھل گیا

عاشق موئے کمر تھا میں نظر آئی نہ لاش
سب نے دیکھا جب کڑا میری لحد کا کھل گیا

کر کے فقرہ یار کو اغیار سے لڑوا دیا[3]
قہر برپا ہو گا جس دن جوڑ میرا کھل گیا

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''توبیا''۔ (مرتب)
۲۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''لھکے''۔ (مرتب)
۳۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

پھر عیادت کو ہر اک بیمار کی جانے لگا
ان دنوں پھر پاؤں تیرا اے مسیحا کھل گیا
جامۂ صبر و تحمل کے گریباں پھٹ گئے
جب سر بازار اس ڈولی کا پردا کھل گیا
میں بھی کچھ کہتا ہوں تم کو گالیاں دیتے ہو تم[1]
بند ہے میری زباں اور منہ تمھارا کھل گیا

(قطعہ)

وصلت کا مزا گور میں بھی ساتھ رہے گا
یاں تم تھے وہاں حور سے یارانہ کریں گے
معشوق ضرور اپنی بغل میں کوئی ہو گا
تنہا بسر اوقات کسی جا نہ کریں گے

---

۵۷۵ - علی ، مرزا علی رضا

علم و ہنر سے ممتلی، مرزا علی رضا تخلص علی، شاگرد مرزا محمد رضا برق - من کلامہ[2] :

جاہلوں کو میری خود بینی پسند آئی نہیں
کون سا عارف ہے جو اپنا[3] تماشائی نہیں

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

۲- یہ اس سے یادگار -

۳- میرا -

قتل کرکے لاش میری اب تک اٹھوائی نہیں[1]
کس قدر مغرور ہے کچھ پاس رسوائی نہیں

ہم یہ کہوا چھوڑتے یوسف بھی تیرا ہے غلام[2]
کیا کریں یعقوب کی آنکھوں میں بینائی نہیں

چور ہیں بد مستیوں میں سب ادائیں یار کی
تاک کا خمیازہ ہے اس بت کی انگڑائی نہیں

کیا کہوں تھی کس قدر میری شب فرقت مہیب
نیند تو کیا ہے اجل تک خوف سے آئی نہیں

ہو گئے ہیں دیکھ کر جامے سے باہر سیکڑوں
قہر ہے اے جان یہ تیری خود آرائی نہیں

لگ گیا دل ہستیٔ فانی میں بارے شکر ہے[3]
قید میں اب تک طبیعت میری گھبرائی نہیں

کیجیے ترک تعلق شوق رندی ہے اگر
خلق میں آزاد کو کچھ پاس رسوائی نہیں

قبر میں تشریف لاتے ہیں جناب پنجتن[4]
اے علی زیر زمیں بھی خوف تنہائی نہیں

ہر ایک گٹکری نہیں لچھا ہے نور کا[3]
اس کا گلا ہے نور کا گانا ہے نور کا

کرتی ہے چاندنی تو دوپٹا ہے نور کا
اے بت گلے میں آپ کے جوڑا ہے نور کا

۱- یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- - - یوسف بھی ہے تیرا غلام
۳ ، ۴ - یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

پیش نظر ہے قدرت اللہ جلوہ گر
دیدار یار مجھ کو تماشا ہے نور کا
وہ حور جلوہ گر دلِ پر داغ میں نہیں
صحن ریاض خلد میں طوبیٰ ہے نور کا

اے بت بہارے چین کا اسباب اڑ گیا
جب سے ترا خیال ہوا خواب اڑ گیا
دریا میں بہر غسل جو اترا وہ شعلہ رو
پانی تمام صورت سیماب اڑ گیا
اللہ رے جذب شوق کہ خود جانب وطن
میں لکھ چکا جو نامۂ احباب اڑ گیا

کیوں نہ ابرو میں ہو جوہر کاٹ کا
نیمچہ ہے یہ عجائب گھاٹ کا
شال کمل ہے قناعت ہو اگر
ٹاٹ میں ہے لطف نادر ہاٹ کا
اے علی تابوت نے دکھلائی گورا
لے گیا منزل پہ گھوڑا کاٹ کا

دہانِ تنگ نہ ثابت ہو کہات اتنی ہے
وہ بولتے نہیں کچھ منہ سے بات اتنی ہے
ابھی وہ آئیں تو عنقا کی طرح ہو معدوم
غم فراق کی بس کائنات اتنی ہے

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)

مذاق شیرۂ جاں ان لبوں میں ہے اے خضر[1]
یہ کہہ تو لذت آب حیات اتنی ہے

میں کاٹ دوں گا شب ہجر یار جل جل کر
ابھی تلک مری شمع حیات اتنی ہے

سوائے حب علی[1] کچھ عمل نہیں رکھتی
علی بس ایک سبیل نجات اتنی ہے

---

۵۷۶ - ساحر

...[2] تخلص ساحر ، شاگرد علی۔ یہ شاعروں میں ایسے ہیں جیسے بادشاہوں میں طایف الملوک ۔ من کلامہ[3] :

اس قدر رنج جدائی نے کھلایا مجھ کو
ہمہ تن پیکر موہوم بنایا مجھ کو

یار نے غیر سے ہنس ہنس کے رلایا مجھ کو
برق نے ابر کا ہم چشم بنایا مجھ کو

مر گیا دیکھ کے میں دست حنائی تیرا
خاک میں پنجۂ مرجاں نے ملایا مجھ کو

دل نہیں قطرۂ سیماب سے کم سینے میں
ہجر نے معدن سیماب بنایا مجھ کو

۱۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ دونوں نسخوں میں نام کی جگہ خالی ہے ۔ (مرتب)
۳۔ ... تخلص ساحر، یہ شاعروں میں ایسا ہے جیسا بادشاہوں میں طایف الملوک ، شاگرد علی ، یہ اس سے یادگار ۔

کرتے کرتے قد موزوں کی صفت اے ساحر
سرو ہر مصرعِ موزوں نظر آیا مجھ کو

---

۵۷۷ - طور ، مرزا محمد رضا

سادہ کاری میں مشہور ، (مرزا) محمد رضا تخلص طور، شاگرد[1] مرزا محمد رضا برق - من لوامعہ :

بزم میں رونے لگے یاروں کے سمجھانے سے
راز دل چھپ نہ سکا اشکوں کے بھر آنے سے

محتسب جائے ، الٰہی کہیں مے خانے سے
دل کو شیشے سے ملوں چشم کو پیمانے سے

ہاتھ گردن میں نہ ڈالو نہ ملو تم ہو وہی
کہ خفا ہو گئے تھے غیروں کے بہکانے سے

طور مذہب ہے ترا کیا کہ تجھے دیکھتے ہیں
کبھی مسجد سے نکلتے کبھی بت خانے سے

کس کس کو آرزو نہیں اس کی خبر کھلے
ہم پابرہنہ پھرتے ہیں خورشید، سر کھلے

میں جی جاؤں ، اجل سے آپ آ جائیں اگر پہلے
یہ پیغام زبانی خط سے کہنا نامہ بر پہلے

۱- شاگرد برق -

عوض بوسے کے میں نے گالیاں دی ہیں کہ صاحب نے
بھلا انصاف تو کیجے نکالا کس نے شر پہلے

نہ دیتے دل نہ دیتے دل نہ دیتے دل نہ دیتے دل
تری اس بے وفائی کی جو ہوتی کچھ خبر پہلے[1]

شب وصل صنم میں نے خدا سے یہ دعا مانگی
الٰہی آج نکلے مہر تاباں سے قمر پہلے

عجب سرکار ہے اللہ کی اے طور میں صدقے
ہنر مندوں سے پوچھے جاتے ہیں یاں[2] بے ہنر پہلے

دل کو سپند داغ کو اخگر بنا دیا
کن آتش فراق نے مجمر بنا دیا

ہم نے نظارۂ در دندان یار سے
تار نظر کو رشتۂ گوہر بنا دیا

اسلام و کفر[3] سے نہ رہا کام کچھ ہمیں
دیوانہ اس نے زلف دکھا کر بنا دیا

تیغ ہے اس نظر کا کیا کہنا
لیکن اپنے جگر کا کیا کہنا

ذقن و قد یار کے صدقے
اس ثمر اس شجر کا کیا کہنا

---

۱ ۔ ۔ ۔ کی اگر ہوتی خبر پہلے
۲- واں ۔
۳- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "زلف" بجائے "کفر" ۔ (مرتب)

اس پری رو کو دم میں لے آیا
اپنے پیغام بر کا کیا کہنا

ہے رخ و زلف یار پیش نظر
اپنی شام و سحر کا کیا کہنا

دل کو اس سنگ دل کے موم کیا
نالہ' پر اثر کا کیا کہنا

قدر شاہ و گدا کی یکساں ہے
طور خالق کے در کا کیا کہنا

آئنے سے کی تسلی دھیان میں رخسار کے
یاد جب ابرو کیا بوسے لیے تلوار کے

آئنے ہم بن گئے ہیں عشق میں رخسار کے
مثل جوہر استخواں ظاہر ہیں جسم زار کے

منتہی ہر مبتدی کس طرح سے پائے فروغ
کیا بڑھے وہ نخل جو سائے میں ہو دیوار کے

استخواں کیوں کر نہ ہوویں خشک دل پر داغ ہیں
کب ہوئے سرسبز کانٹے باغ کی دیوار کے

---

۵۷۸ - طوفان ، میر علی حسین

خوش فکر، شیریں زبان، میر علی حسین تخلص طوفان ، شاگرد[1]
مرزا محمد رضا برق - من کلامہ :

۱- شاگرد برق - منہ -

آیا وہ پاس خوبیٔ تقدیر دیکھیے
لایا ہوں راہ پر، مری تدبیر دیکھیے

اے جان اپنے پاؤں میں زنجیر دیکھیے
لیکن تمھاری زلف گرہ گیر دیکھیے

البتہ پھر ہو غنچۂ دل کو شگفتگی
پھولا جو کوئی گلشن تصویر دیکھیے[1]

ٹھیریں نہ پھر نظر میں خطوط شعاع مہر
تیرے نقاب رخ کی جو تنویر دیکھیے

اے جان راہ عشق میں آتش قدم[2] ہوں میں
بھن بھن گئے ہیں دانۂ زنجیر دیکھیے

یوسف جمال اور وہ بلقیس عہد ہیں[3]
دیتے ہیں کیا وہ خواب کی تعبیر دیکھیے

ہوتی ہے قید سلسلۂ گفتگو میں خلق
کیا ہے مسلسل آپ کی تقریر دیکھیے

تیغ آزمائیے مری گردن کو کاٹیے
آج آپ آب داریٔ شمشیر دیکھیے

آتی ہے کھنچ کے حور جناں آدمی ہے کیا[4]
آنکھوں میں ان کی سرمۂ تسخیر دیکھیے

طوفان سچ ہے آنکھوں میں دونی ہو روشنی
اس ماہ کی جو چاند سی تصویر دیکھیے

۱۔ پھولا جو کوئی غنچۂ تصویر دیکھیے
۲۔ ثابت قدم۔
۳، ۴۔ یہ شعر نسخۂ انجمن میں نہیں۔ (مرتب)

۵۷۹ - نور ، میر وزیر

میر[1] وزیر تخلص نور - مرد مغرور ، الفربہ خواہ مخواہ بھلے مانس مشہور - بے سلاقی کے آشنا ، ماشاء اللہ نور'' علی‌نور ، گو رجولیت سے دور ، بالفعل اس کے حضور ، برائے مساحقہ آمادہ ضرور[2] - کلام اس کا مرزا محمد رضا برق کا منظور - من لوامعہ :

سودا ہے دل کو گیسو و رخسار یار کا
پیمانہ ہے یہ ابلق لیل و نہار کا

چوٹی پہ روپ دیکھ کے پھولوں کے ہار کا
سنبل پہ کیا ہجوم ہوا ہے بہار کا

کیوں کر لہو بہاؤں نہ آنکھوں سے جائے اشک
عاشق ہوا ہوں دست نگارینِ یار کا

ابرو نہیں ہے مصحف رخسار یار پر
سایہ زمینِ کعبہ پہ ہے ذوالفقار کا

جلدی ہے وصال سے بد مست کر ہمیں
ساقی ہے چل چلاؤ یہ موسم بہار کا

دروازے کی طرف لگی رہتی ہے ٹکٹکی
آنکھوں کو گھن لگا ہے ترے انتظار کا

اے نور میرے دل میں ہزاروں ہی داغ ہیں
عاشق ہوا ہوں جب سے میں اس گل عذار کا

۱- مرد مشہور ، میر وزیر تخلص نور - کلام اُس کا مرزا محمد رضا برق کا منظور - منکلامہ -

۲- ''مرد مغرور . . .'' سے یہاں تک کی عبارت نسخۂ پٹنہ میں حاشیے پر اضافہ کی گئی ہے - (مرتب)

دل ذقن سے چھوٹ کر زلف پریشاں میں رہا
چاہ سے یوسف اگر نکلا تو زنداں میں رہا

سب کی نظروں میں کھٹکتا بزم جاناں میں رہا
خار بن کر ہمرہ گل میں گلستاں میں رہا

یہ رسائی دیکھنا میرے دل صد چاک کی
شانہ بن کر مدتوں زلف پریشاں میں رہا

ماہ کا پرتو پڑے جس طرح جوئے آب میں
یوں خیال رخ ترا اس چشم گریاں میں رہا

کیچلی سا اس کے بالوں میں ہے موباف زری
کھال کھینچو سانپ کی کیوں سنبلستاں میں رہا

دیکھنا تو اس پری رو کا میسر آئے گا
ایک مدت اس لیے میں کوئے جاناں میں رہا

آ گیا اس شعلہ رو کے ساتھ سونے میں عرق
گرم پہلو اپنا بن اوڑھے زمستاں میں رہا

کچھ نہیں کھلتا ابھی تک کون سا ہے یہ طلسم
تا قیامت جو گیا گور غریباں میں رہا

جتنا روئے آتش فرقت بھڑکتی ہی گئی
نور گھر جلتا ہمارا عین باراں میں رہا

---

۵۸۰ - جری ، مرزا سرفراز علی

رستم ملک سخن وری ، مرد[1] خوش وضع، مرزا سرفراز علی تخلص جری - شاگرد برق - من کلامہ :

۱- مرد ذ وضع -

دم فکر سخن ہے دھیان اُس کے قد موزوں کا
نہال طور پر ہے آشیانہ مرغ مضموں کا

بدن یہ کھل گیا اے رشک لیلیٰ تیرے مفتوں کا
تن لاغر مرا سایہ بنا ہے بید مجنوں کا

عجب انداز سے پھیلا ہے کاجل چشم میگوں کا
شراب ارغوانی سے چوا ہے رنگ افیوں کا

بہت مضمون پوشیدہ نکالے تیرے دانتوں کے
عروس فکر نے گوندھا ہے سہرا در مکنوں کا

نقیبوں کے عوض شور عنادل ہو سواری میں
زر گل سے بنایا چاہیے ساز اس کے گلگوں کا

تڑپ کر خرمن گل پر گرائی باغ میں بجلی
برنگ برق تاباں ہے چمکنا تیرے گلگوں کا

ملا دے گا زمین و آسماں کو پنجۂ وحشت
کرے گا کہکشاں کو جیب، دامن میرے ہاموں کا

مصور سے نہیں تصویر کھنچتی ناتوانی کی
تصور میں نہیں آتا ہے نقشہ تیرے مجنوں کا

نئی ہر وقت مجھ کو سوجھتی ہے جوش سودا میں
میں سمجھا رات کو پھیلا ہے کاجل چشم گردوں کا

جری اندھیر ہے نظروں میں، ساقی جب سے بھولا ہے
بجائے اشک جام چشم میں ہے قطرہ افیوں کا[۱]

۱۔ . . . چشم میں قطرہ ہے افیوں کا

ہم کو عشق ابروے خم دار جاناں ہو گیا
دامنِ دل کے لیے پیدا گریباں ہو گیا
صورت بلبل دل بیتاب نالاں ہو گیا
طائر سیماب بوی مرغ گلستاں ہو گیا
باز رکھا دید سے اس کی لطافت نے مجھے
دامن نظارہ میں وہ شوخ پنہاں ہو گیا
ساعد نازک نے بسمل کر دیا فصاد کو
ہاتھ پردے سے جو نکلا تیغ عریاں ہو گیا
درد دل پیدا تو کر چشم کرم کیا دور ہے
شیشہ جب رویا مہیا جام خنداں ہو گیا
اے جری یہ ہے جناب برق کی صحبت کا فیض
مجھ سا نالائق مخس گو غزل خواں ہو گیا

دن کو اے بت جو نمایاں شب گیسو ہو جائے
مرغ زرین فلک نظروں میں جگنو ہو جائے
روح قالب سے نکل آئے، نظر آنکھوں سے
سامنے میرے جو اے پردہ نشیں تو ہو جائے
یہ لطافت ہے اگر چن کے دوپٹا اوڑھو
آپ کے پیرہن جسم پہ اتو ہو جائے
دل قوی ہو نگہ لطف سے دیکھو جو ادھر[۱]
آپ کا پائے نظر قوت بازو ہو جائے

۱۔ دل قوی ہوں کہ کبھی لطف . . .

ظاہر بہتر ، مرزا محمد تقی خان تخلص اختر ۔ خلف حکیم مرزا کاو ، قرابت دار منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں ۔ شاگرد کسی کا نہیں ، خود معلم الملکوت کا استاد ۔ یہ بہرا ، رہنے والا لکھنؤ محلہ پنہری کا ہے ۔ یہ شخص بھی علم شاعری میں اپنا نشان گاڑتا ہے اور اپنے کو پانچویں سواروں میں شمار کرتا ہے ۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ واجد علی شاہ سلطان عالم نے اپنے عہد سلطنت میں محمد صادق خاں اختر کو اور اس بد اختر کو اپنی حضوری میں طلب کیا اور ان دونوں اختر سعد و نحس کی بہت خاطر داری فرمائی اور قیصر باغ کے برج میں حضرت سلطان عالم اختر اور محمد صادق خاں اختر اور یہ اختر نحس یک جا جمع ہوئے ۔ اتفاقاً اس دن محمد صادق خاں کے کان میں درد تھا اور سلطان عالم کے گوش مبارک میں کہ از حد ثقل سماعت ہے اور یہ بد اختر رہنے والا پنہری کا مدام کا بہرا ہے ۔ یہ تینوں بہرے ایک برج اختران سعد و نحس کی صورت جمع ہوئے اور حضرت نے کلام اپنا ان دونوں اختروں کے آگے پڑھا ۔ ان دونوں نے تو سنا کچھ نہیں ، لاکن واہ واہ کا غل مچایا ۔ بعد ان کے ان دونوں بہروں نے اپنا اپنا کلام حضرت کے سامنے پڑھا ، حضرت نے بھی بغیر سنے تعریف فرمائی ۔ ایک مصاحبِ خاص وہاں حاضر تھے ، کہنے لگے کہ تین کانے تو سنے تھے لیکن آج تین بہرے دیکھے ۔ الغرض حضرت سلطان عالم نے ان دونوں بہروں سے فرمایا کہ تم دونوں صاحب اپنا اپنا تخلص ہم کو دو ۔ ان دونوں صاحبوں نے دست بستہ عرض کیا کہ بہت بہتر ۔ چنانچہ حضرت نے محمد صادق خاں اختر کا تخلص ”خوشتر“ تجویز فرمایا اور اس بدتر کا تخلص ”بہتر“ تجویز ہوا ۔ بعد اس کے ان دونوں صاحبوں کو خلعت دے کر رخصت کیا ۔

بالفعل مرزا محمد تقی خاں مذکور کی دختر بلند اختر کی تزویج

با نواب امجد علی خاں خلف نواب منور الدولہ بہادر وزیر قرار پائی ہے 'کہ کرد کہ نیافت ، العاقل تکفیہ الاشارۃ، آیندہ یارائے زبان ندارم کہ بیان سازم۔ لاکن کلام ان کا غلطی سے پاک و صاف علم عروض و قافیہ میں خوب دخل، علم بہت عمل کم۔ آگے غزل فرماتے تھے ، اب غزل کہنا بالکل موقوف ، مرثیہ گوئی میں یدِ طولی رکھتے ہیں ، چنانچہ اول انھوں نے اپنے مرثیے میں حال منگنی حضرت علی اکبر علیہ السلام کا با دختر شاہِ حلب تصنیف کیا تھا اور پڑھا تھا۔ ان کے تتبع کلام سے اور شعرا نے بھی اسی حال کے مرثیے کہے اور پڑھے ، چنانچہ وہ حال منگنی کا کہنا ان کو ایسا مبارک ہوا کہ ان کی صاحب زادی کی بھی منگنی با پسر منورالدولہ بہادر وزیر قرار پائی۔ چنانچہ ایک غزل سابق کی ان کی واسطے یادگاری کے لکھی جاتی ہے - غزل سابق محمد تقی الدین (کذا) اختر ، فھو ھذا۔

غزل :

جانتا ہوں اسے ہر وقت میں ایماں کی طرح
تیرا غم سینے میں رکھتا ہوں میں مہماں کی طرح

دل کو وہ روئے کتابی مرے آیا ہے پسند
یاد کیوں کر نہ کروں اس کو میں قرآں کی طرح

فرقتِ یار میں سینے میں پڑے ہے ناسور
زخمِ دل بہتے ہیں اب دیدۂ گریاں کی طرح

چھین آخر اسے اک طفل برہمن نے لیا
دل چھپائے ہوئے پھرتا تھا میں ایماں کی طرح

حسن اللہ نے اے بت تجھے ایسا بخشا
کلمہ پڑھتے تھے ہندو بھی مسلماں کی طرح

باغ کی سیر کو گل چیں نہیں راضی ہوتا
پھینک دیتا ہے مجھے خارِ بیاباں کی طرح

دیکھ کر تجھ کو ہوادار یہ سب ٹھہرے ہیں
تخت پریاں لیے آتی ہیں سلیماں کی طرح

رشک سے غیر کسو ہرگز نہیں آنے دیتا
اخترِ خستہ ترے در پہ ہے درباں کی طرح

———

حرف الباء

٦٠٣ - بادشاہ ، نصیر الدین حیدر

شہر یار ذوی الاقتدار ، ذرہ ذرہ اُس کی ہمت سے آفتاب ، عاشق آل حضرت رسالت مآب ، شاہ[1] جم جاہ ، نصیر الدین حیدر تخلص بادشاہ۔ یہ دو شعر اُس غفران مآب سے انتخاب (ہے) -

بلبل شیدا نے پوچھا گل سے یہ فصل بہار[2]
اے گل رعنا ترے دامن سے کیوں لپٹا[3] ہے خار

تیغ ابرو دیکھ یہ آئی ندا اے بادشاہ[4]
لا فتلی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

---

٦٠٤ - بیدل ، مرزا عبدالقادر

شاعر جلیل القدر ، صاحب صدر ، مرزا عبدالقادر خان بیدل ، بقول[5] تذکرۂ چار باغ یہ دو شعر ہندی اُس (فارسی گو) سے حاصل -

---

۱ - نسخۂ انجمن میں ''شاہ جم جاہ'' کی جگہ ''خلد منزل'' لکھا گیا ہے - (مرتب)

۲ - - -یہ روز بہار

۳ - - - -کیوں لپٹے ہیں خار

۴ - تیغ ابرو دیکھ کر آئی صدا یہ بادشاہ

۵ - بقول اعظم الدولہ سرور یہ . . .

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم میں
اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم میں
جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے ہم میں

---

۶۰۵ - برکت ، برکت علی خان

سرکار انگریزی میں صاحب خدمت[1] ، منشی برکت علی خان تخلص برکت ، ساکن خیر آباد ۔ یہ اس سے یاد :

تصور میں ترے گر کوئی چھیڑے ہے تو کہتا ہوں
ذرا دم لے کوئی آیا ہوا جاتا ہے قابو سے

کس کی نگاہ گرم رخ نازنیں پہ ہے
جو منہ کا رنگ فق ہے پسینہ جبیں پہ ہے
(بے وجہ دل جلائے ہے میرا سپند وار
وہ خالِ خوش نما جو رخِ آتشیں پہ ہے)

بہائے چشم سے دریا کے دریا اضطرابی نے
یہ عالم مجھ کو دکھلایا تری پوشاک آبی نے

لیا شب محتسب نے شیشۂ مے میرے پہلو سے
قباحت تھی جو تو اس وقت محو آرزو ہوتا

---

۱ - ۔ ۔ ۔ خدمت ، برکت علی ۔ ۔ ۔ سے یادگار ہے ۔

خدا نے شرم رکھ لی آشناؤں میں نہیں تو پھر
نداست سی ندامت تھی جو اس پہلو میں تو ہوتا

اذیت رنج یارو جس پہ ہو وہ خستہ تن جانے
ہماری ہم سے پوچھو کوہ کن کی کوہ کن جانے

---

٦٠٦ - بے تاب ، شاہ علیم اللہ

معنی یاب ، شاہ علیم اللہ تخلص بے تاب ، قدما سے معلوم ہوتا ہے - من کلامہ[1] :

اگر خاموش ہیں رہتے تو کب آرام ہوتا ہے
وگر فریاد کرتے ہیں تو وہ بدنام ہوتا ہے

---

٦٠٧ - بے تاب ، سنتوکھ رائے[2]

(دیگر) سالک راہ صواب ، سنتوکھ رائے[3] تخلص بے تاب، یہ دو شعراس سے[4] انتخاب :

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی آرام سے ہم
پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

جی میں ہے اس کی بات میں اب پھر نہ بولیے
لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں رہے[5]

۱- منہ -
۲- یہ اور بے تاب ، شاگرد قائم (رک : شاعر ۱۱) دو الگ الگ شاعر نہیں ہیں - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ"-(مرتب)
۳- ناصر نے نام "سلوک رائے" لکھا ہے جو درست نہیں ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ" - (مرتب)
۴- کے
۵- لیکن کسی طرح سے جو کافر زباں رہے

٦۰۸ - بسمل

تخلص بسمل ، نام نا معلوم ۔ یہ (دو) شعر اُس کے تذکرون میں مرقوم :

داغہائے دل کو میرے مت سمجھ جس تس کے پھول
نخل غم بویا ہے میں نے کھل گئے یہ جبس کے پھول

بن ترے سرو بہاراں کیا کریں ہم سیر باغ
کس کا سبزہ کس کا گلشن کس کا غنچہ کس کے پھول

———

حرف الباء فارسی

٦٠٩ - پاک باز ، میر صلاح الدین

شرافت کو اس کی گوہر پاک پر فخر و ناز ، میر صلاح الدین تخلص پاک باز ۔ یہ اس سے یادگار :

قفس کے در کو وا اے بلبل اب صیاد کرتا ہے
خدا جانے کرے گا ذبح یا آزاد کرتا ہے

———

حرف التا

٦١٠ - تراب ، تراب شاہ

سرمایۂ توکل اُسے دستیاب ، تراب شاہ تخلص تراب ، پسر شاہ کاظم ۔ من کلامہ[1] :

جب تیرا وصل ہو وہی ساعت سعید ہے
جس دن گلے لگے تو وہی روز عید ہے[2]

رات اُس نے سن کے میری کہانی کہا تراب
یہ داستان تازہ یہ قصہ جدید ہے

لوگ کہتے ہیں جنھیں آرامِ جاں
کھونے والے ہیں وہی آرام کے

---

٦١١ - تمنا ، خواجہ محمد علی

شاعر خوش ادا ، خواجہ امجد[3] علی تخلص تمنا ۔ یہ بیت اس سے مابقی[4] :

---

۱ ۔ ان شعروں کا ناظم ہے ۔
۲ ۔ جس دن گلے لگا تو ۔ ۔ ۔
۳ ۔ تمنا کا نام "خواجہ محمد علی" ہے ، لیکن ناصر نے "خواجہ امجد علی" لکھا ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ" ۔ (مرتب)
۴ ۔ یہ اُس سے یادگار ۔

کہاں جائیں کس سے کہیں حال اپنا
کیا عشق نے تنگ احوال اپنا

---

٦١٢ - تمکین ، میر صلاح الدین

دل بے تاب کو اس کے شعروں سے تسکین ، میر صلاح الدین تخلص تمکین ۔ یہ اس سے یادگار[1] :

حسن اور عشق کو جس روز سے ایجاد کیا
مجھ کو دیوانہ کیا تجھ کو پری زاد کیا

---

٦١٣ - تمنا ، محمد اسحاق[2]

خوش لہجہ ، محمد اسحاق تخلص تمنا :

جو کوئی تجھ سے ہم کلام ہوا
بات کرتے ہی بس تمام ہوا

۱- یہ اُس سے برقرار ۔
۲- ترجمۂ تمنا نسخۂ پٹنہ میں نہیں (مرتب)

حرف الثا

٦١۴ - ثابت ، شجاعت علی خاں

خوش شعار ، شجاعت علی خاں تخلص ثابت ۔ یہ اس سے یادگار :

یہ سچ کہو کہ کیا کس نے بدگماں تم کو
غبار میری طرف سے ہے اے میاں تم کو

٦١٥ - ثابت ، اصالت خان

دیگر ۔ اصالت خان تخلص ثابت ۔ یہ شعر اُس کے نام پر مقرر :

کبھی ٹھوکر کا صدمہ ہے کبھی صرصر کی زحمت ہے
ہماری خاک یوں اُڑتی پھرے اے ابر رحمت ہے

٦١٦ - ثابت ، امانت علی

دیگر ۔ امانت[1] علی خاں تخلص ثابت ، ساکن شاہجہاں آباد ۔ یہ دو شعر اس سے یاد :

کیا صنم خانے میں کیا یار حرم میں ، سب کو
نام تیرا ہی سدا وردِ زباں رہتا ہے

جو شہیدانِ محبت ہیں ، کفن سے ان کے
خوں کا سیلاب تہِ خاک رواں رہتا ہے

۱۔ امانت علی ثابت ثانی ، یہ اُس کی غزل خوانی ۔

حرف الجیم

٦١٧ - جرأت ، میر شیر علی

متقدس[1] اور خوش طبیعت ، میر شیر علی تخلص جرأت من کلامہ[2] :

نہ اپنے چھوٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہیے
بہار آئی ہے کیوں کر خانۂ زنجیر میں رہیے

---

٦١٨ - جوشش ، محمد روشن

شعر میں اس کو جہد و کوشش ، محمد روشن تخلص جوشش - اس[3] سے برقرار :

تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتے[4]
ہزار شکر کہ ہم دردِ سر نہیں رکھتے

دل میں ہے اب قرب میں آئینہ ساں پیدا کروں
وہ مجھے دیکھا کرے اور میں اُسے دیکھا کروں

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے "متقدمین" - (مرتب)
۲- یہ اُس سے برقرار -
۳- یہ اُس سے یادگار -
۴- تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا
ہزار شکر کہ میں دردِ سر نہیں رکھتا

٦١٩ - جوان ، مرزا کاظم علی

خوش بیان[1] ، مرزا کاظم علی تخلص جوان ، رفیق نواب سیف علی خان - یہ (اشعار) اس سے یادگار :

وصل کی گو بزم میں خوش طالعی دے رو مجھے
شکل آئینے کی دیکھوں میں تجھے اور تو مجھے

مدعا طوفِ حرم سے ہے نہ گشتِ دیر سے
جستجو اس کی لیے پھرتی ہے ہر اک سو مجھے

---

٦٢٠ - جہاندار شاہ

شاہزادہ جہاندار (شاہ) ، ولی عہد شاہ عالم[2] بادشاہ - یہ اشعار اس سے یادگار :

کون سی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی
اے جفا کار تری نت کی لڑائی نہ گئی

میں تو سو بار ترے ملنے کو آیا تنہا
لیکن افسوس کبھی تجھ کو نہ پایا تنہا

کل جہاندار ہم اور یار تھے ٹک مل بیٹھے
بخت ناساز نے پھر آج بٹھایا تنہا

۱- خوش زبان.

۲- . . . . عالم ، تخلص جہاندا ، یہ . . . .

بوالہوس تیغ جفا کا تری رو کش کیا ہو
دعویٰ اب سینہ سپر ہونے کا ہم رکھتے ہیں

نہ جہاندار سا پاؤ گے جہاں میں عاشق
حیف ایسے پہ روا آپ ستم رکھتے ہیں

مر کس کے انتظار میں یہ بے اجل گیا
آنکھیں جو یوں کھلی رہیں اور دم نکل گیا

حرف الحا

۶۲۱ ۔ حسین ، سید غلام حسین

مقبول دارین[1] ، سید غلام حسین (تخلص حسین) ۔ یہ[2] اشعار اُس سے یادگار :

کیا کریں گے آہ ہم گو حشر روز داد ہے
ناتوانِ عشق کو کب طاقتِ فریاد ہے
کھودکر دل ناخنِ غم سے نکالی جوئے خون
ہم سے بھی یہ دستکاری کوہ‌کن ایجاد ہے

غمِ دل سے آگاہ کیا کیجیے
وہ سنتا نہیں آہ کیا کیجیے
وفا دار خوباں نہیں اے حسین
عبث اُن کی پھر چاہ کیا کیجیے

آنکھیں تمھاری دیکھتے عمر اپنی کٹ گئی
اس بندگی پہ ہم سے نظر کیوں پلٹ گئی
چیرا جو لٹ پٹا وہ صنم باندھنے لگا
جان اپنی ڈھیلے پیچوں میں اُس کے لپٹ گئی

۱۔ مقبول کونین
۲۔ یہ اس سے یادگار ہے ۔

٦٢٢ ـ حشمت ، محمد علی خان

صاحبِ لیاقت ، محمد علی خان تخلص حشمت ـ یہ[1] شعر اس سے یادگار :

خط نے ترا حسن سب گنوایا
یہ سبز قدم کہاں سے آیا

---

٦٢٣ - حزیں [میر محمد باقر][2]

حزیں ، اور اس کے نام[3] سے آگاہی نہیں (ہے) :

ویراں ہوا خزاں سے چمن یاں تلک کہ ہم
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار خس نہیں

اس فصلِ گل میں کیوں نہ گریبان کیجے چاک
جاتی ہے یوں بہار حزیں اور[4] بس نہیں

---

٦٢٤ - حدت ، نواب [علی] ابراھیم خان[5]

نواب ابراہیم خان تخلص حدت ، خوش طبیعت[6] :

۱۔ یہ اس سے یادگار ہے ۔

۲۔ ترجمۂ حزیں نسخۂ انجمن میں حدت کے بعد اور حیرتی سے پہلے ہے ۔ (مرتب)

۳۔ احوال ۔

۴۔ ہائے ۔

۵۔ ترجمۂ حدت نسخۂ انجمن میں حشمت کے بعد اور حزیں سے پہلے ہے ۔ (مرتب)

۶۔ صاحب ریاست نواب ابراہیم خان تخلص حدت ۔ یہ شعر اس سے برقرار ۔

اڑ گئے کچھ حواس سے میرے
اٹھ گیا کون پاس سے میرے

---

٦٢۵ - حیرتی ، میر مراد علی

میر مراد علی تخلص حیرتی[1] ، مردم شاہجہان آباد ـ یہ شعر اس سے یاد :

سب قافلے یاروں کے آگے کہیں ٹھہرے ہیں
آواز جرس کم ہے یا ہم سبھی بہرے ہیں

یہ دل فراق کے صدموں سے تیرے مر نہ گیا
ترے مریض کا اے جان درد سر نہ گیا

۱- . . . حیرتی ، یہ اس سے یادگار۔

حرف الخا

٦٢٦ ـ خاکسار ، میر محمد یار

میر محمد یار تخلص خاکسار ، درویش رند مشرب ، صوفی مذہب ، صاحب کشف و ارشاد ، ساکن شاہ جہان آباد ـ میاں مصحفی (اپنے) تذکرے میں لکھتے ہیں کہ محمد تقی میر[1] اس کے منظور نظر تھے ـ جو شخص ایما و کنایہ پر مجھ سے رنجیدہ ہیں ، وہ منصف ہوں کہ اہل تذکرہ کیا کیا لکھتے ہیں ـ قصہ مختصر یہ چند شعر اس کے کہ میر حسن کے تذکرے سے سفینہ بہ سفینہ نقل ہوتے آئے ہیں ، لکھے جاتے ہیں :

تیغ قاتل سے رہے محروم بے تقصیر ہم
روزمحشر کے اٹھیں گے گور سے دل گیر ہم

قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سے
مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

شانہ اس پر نہ کیجیو ، حجام
تار اس زلف کا رگ جاں ہے

---

٦٢٧ ـ خستہ ، عبداللہ خاں

شعر اس کے برجستہ ، عبداللہ خان تخلص خستہ ـ یہ بیت اس سے یادگار[2] :

۱ـ . . . میر منظور نظر اس کے تھے ـ جو شخص مجھ سے ایما اور کنایہ پر رنجیدہ ہوئے ہیں . . .

۲ـ عبداللہ خان خستہ ، شعر اس کے برجستہ ـ

آغوش میں جب تجھ سا پری زاد ہو کوئی
ممکن ہے کہ پھر حور و پری یاد ہو کوئی

---

٦٢٨ - خیال ، میر غلام حسین

خوش مقال ، میر غلام حسین تخلص خیال ، ان[1] شعروں کی اس کے شہرت کمال :

تجھے تو غیر کو منظور منہ دکھانا تھا
نقاب کھولنا کیا تھا کہ اک بہانا تھا

کہاں بہار کہاں وہ چمن کہاں وہ سیر
شگفتگی کا وہ اک اور ہی زمانا تھا

سنتے تھے جو وصف یار سچ ہے
وہ فتنۂ روزگار سچ ہے

کب تک یہ ترے حسن کا انداز رہے گا
ہم ہی رہیں گے یا یہ ترا ناز رہے گا

---

٦٢٩ ـ خادم ، خادم علی خاں

فکر[2] صحیح ، طبیعت سالم ، خادم علی خان تخلص خادم - یہ اشعار اس سے یادگار :

۱- یہ اشعار اس کے -
۲- طبیعت اس کی سالم.

یار جا پہنچے اپنی منزل کو
ہم رہے باندھتے ہی محمل کو
دم کے لینے کی بھی نہ دی فرصت
آفرین ہے ہمارے قاتل کو

حرف الدال

٦٣٠ - دوست ، شیخ غلام [احمد]

خوش کلام ، شیخ غلام تخلص دوست - یہ بیت اس سے یادگار[1] :

خدا حافظ ہے تیرا دوست تو اس طرح روتا ہے
کہ ہوتا ہے جگر فولاد کا بھی دیکھ کر پانی

---

٦٣١ - دانا ، شیخ فضل علی

تنومند و توانا ، شیخ فضل تخلص دانا - یہ[2] اس سے یادگار :

بہر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا
یہی توحید میں مطلع سرِ دیوان ہے میرا

---

٦٣٢ - دل ، محمد عابد

(مرد قابل) محمد عابد تخلص دل - یہ[3] اس سے حاصل :

مرتا ہے ابر اس مژۂ اشکبار پر
کھاتی ہے شمع گل جگرِ داغدار پر

بیزار اس قدر جو ہوئے میرے نام سے
فرمائیے قصور ہوا کیا غلام سے

۱- شیخ غلام تخلص دوست - منہ -

۲- من کلامہ -

۳- یہ اس سے یادگار -

حرف الذال معجمہ

٦٣٣ - ذرہ [لالہ چنی داس]

خوش اُس کا روزمرہ، تخلص ذرہ - منہ[1] :

مزرع جہاں ہے منعم نیکی کے تخم بو لے
آبِ رواں ہے دولت ہاتھوں کو اپنے دھو لے

---

٦٣٤ - ذوقی ، شاہ ذوقی

شاہ ذوقی ، درویش خانہ بدوش ، تصور خوباں سے ہم آغوش (رہتا) تھا - یہ[2] شعر اُس آزاد سے یاد :

ہے ہاتھ کہاں اس کے اک تیر ہے اور میں ہوں
تدبیر ہے لاحاصل تقدیر ہے اور میں ہوں
یوں ریختہ کہنے کو دنیا میں ہزاروں ہیں
بدنام پر اے ذوقی اک میر ہے اور میں ہوں

اپنے ذوقی کے گھر میں مشفقِ من
گر کرم گاہ گاہ کیجے گا
اُس کے دیوانہ پن کے عالم کو
دیکھ کر واہ واہ کیجے گا

۱- یہ شعر اُس سے یادگار -

۲- منہ -

٦٣۵ - ذوق ، آسا رام

شاعری کا اسے شوق ، منشی آسا رام تخلص ذوق - یہ[۱] اس سے یادگار :

دل تو کہے ہے آنکھوں نے مجھ کو کیا خراب
آنکھیں کہیں ہیں دل ہی نے مجھ کو ڈبو دیا

---

۱ - من کلامہ -

حرف الرا

٦٣٦ - رضی ، سید رضی خاں

سیف الدولہ سید رضی خاں بہادر تخلص رضی ، رئیس عظیم آباد۔ یہ اس سے یاد :

مرے قتل کرنے میں دو فائدے ہیں
ترا نام ہوگا مرا کام ہوگا

سوئے پلنگ پر وہ واں تو خوشی کی دھن میں[1]
یاں ساری رات گزری ہم کو آدھیڑ بن میں

٦٣٧ - رسوا ، آفتاب رائے

نہایت بے پروا ، آفتاب رائے تخلص رسوا ، جوہری پسر تھا[2] ، ولولہ عشق سے ترک نام و ننگ کرکے کوچہ و بازار میں پھرتا تھا۔ ایک ڈھول اور ایک کوڑی لڑکوں سے مقرر ، کوڑیوں کے ہار گلے میں اور یہ شعر زبان پر :

رسوا ہوا خراب ہوا در بدر ہوا
اس عاشقی کے تکیے میں جس کا گزر ہوا

---

۱ - سوئے پلنگ پر واں وہ تو خوشی کی دھن میں
یاں ساری رات کاٹی ہم نے ادھیڑ بن میں

۲- . . . تھا ، ترک ننگ و نام کرکے . . . مقرر تھی . . . ۔

بمقتضائے شوریدہ سری شاہجہاں آباد (سے) امروہہ کی طرف آیا[1]۔ چونکہ مردم دہلی[2] کی آن روزوں میں ہر کہیں عزت و منزلت تھی، ایک سید کے مکان پر فروکش ہوا۔ ایک دن کسی کودک کو شراب لینے کو بھیجا، وہ بازیٔ طفلاں میں مشغول ہوا، یہ شعر دمبدم اس کی زبان[3] پر جاری تھا:

لڑکا گیا شراب کو کاہے کی سیر ہو
ہم گزرے اس شراب سے لڑکے کی خیر ہو

وقت مرگ اپنے ہم مشربوں کو وصیت کی کہ مجھے غسل میت شراب سے دینا[4]، ہم مشربوں نے وصیت پر عمل کیا۔ یہ دو تین شعر کہ گوہر اس کی طبیعت کے ہیں، بطریق یادگار لکھے جاتے ہیں:

وصل میں ہو بے خودی اور ہجر میں بیتاب ہو[5]
ایسے دیوانے کو رسوا کس طرح سمجھائیے

کوئی[6] جا نہیں زمیں میں کہ اشکوں سے نم نہیں
رسوا بھی اس زمانے میں مجنوں سے کم نہیں

۱- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے لفظ ''آیا'' نہیں لکھا گیا۔ جس کی وجہ سے عبارت مبہم ہو گئی ہے۔ نیز لفظ ''امروہہ'' کو بھی ''اوہہ'' لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

۲- . . دہلی کی ہر کہیں عزت اور منزلت تھی . . .۔

۳- . . زبان پر آتا تھا۔

۴- . . دینا۔ بموجب وصیت کے ویسا ہی ہوا۔ یہ دو تین . . . کے ہیں، لکھے جاتے ہیں۔

۵- وصل میں بے خود رہے اور ہجر میں بے تاب ہو

۶- ''کوئی'' بروزن ''کی'' اظم کیا گیا ہے۔ (مرتب)

۶۳۸ - راحم ، میر محمد علی

(مرد خوش شعار) طبیعت کا سالم ، میر محمد علی تخلص راحم - یہ اس سے یادگار :

دیوار کے روزن میں سے جو اس کی پڑی آنکھ
دو چار گھڑی اس کی مری خوب لڑی آنکھ
ارمان مرے دل کے نکل جائیں گے سارے
گر تیرے رہے سامنے دو چار گھڑی آنکھ

---

۶۳۹ - روا ، مرزا محمد تقی

فنونِ شعر سے (آگاہ اور) آشنا ، مرزا محمد تقی تخلص روا - یہ[۱] اشعار اس سے ماہقی :

ساقی کے لگا منہ سے جو پیمانہ چمن میں
شیشے نے کیا سجدۂ شکرانہ چمن میں
بے پردہ صبا کھول نہ غنچے کا گریبان
کیا دیدۂ نرگس نہیں بیگانہ چمن میں

جو کام کہ میں نے لب جاناں سے نکالا
سو خضر نے کب چشمۂ حیواں سے نکالا

۱- - - اس سے برقرار -

۶۴۰ ـ رند ، حمزہ علی

داخلِ جرگۂ مرزایانِ ہند ، حمزہ علی تخلص رند ـ یہ[1] اس سے مشہور و معروف :

سینے سے داغِ عشق مٹایا نہ جائے گا
ہم سے تو یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

فائدہ کیا ہم کو گر گلشن میں آتی ہے بہار
بے مے و معشوق کس کافر کو بھاتی ہے بہار

---

۶۴۱ - راغب ، جعفر خان

علم و ہنر کا کاسب ، جعفر خان تخلص راغب ـ یہ[2] شعر اس سے یادگار :

غصے نے ترے دل کے ، مرے جی کو جلایا
اس سنگ میں کیا آتشِ جاں سوز بھری تھی

---

۶۴۲ - راسخ ، غلام علی خان

خوش زبان ، تخلص راسخ ، غلام علی خان[3] ، شعرائے عظیم آباد میں معجز بیان تھا ـ منہ :

۱- من کلامہ ـ

۲- من کلامہ ـ

۳- . . . خان ـ یہ اُس کا بیان ـ

شب جو اس ماہ سے روشن مری آغوش رہی
شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش رہی

نہ رکھیو[1] سر پہ میرے ہاتھ جاؤ
سمجھتا ہوں میں یہ جھوٹی قسم ہے

اب تک تجھے راسخ سے وہی بے خبری ہے
جا دیکھ شتابی وہ چراغِ سحری ہے
گلگیر کی مانند کروں چاک میں کیوں کر
یا رب مرے سینے میں یہ کیا آگ بھری ہے

۱۔ رکھو۔

حرف الزا

٦۴٣ - زار، میر مظہر علی

صاحب اسرار[1]، میر مظہر علی تخلص زار۔ یہ[2] اس کی گفتار:

ایک تجھ کو زار کے احوال پر آیا نہ رحم
ورنہ ہر اک حال اس کا دیکھ غم کھانے لگا

لے جاؤ گے تم اس کی گلی سے جہاں مجھے
آرام جو یہاں ہے نہ ہوگا وہاں مجھے
فصل بہار تجھ کو مبارک ہو عندلیب
بے یار ایک سی ہے بہار و خزاں مجھے
رہتا نہیں ہے ذکر کیے بن تو یار کا
رسوا کرے گی زار یہ تیری زباں مجھے

---

٦۴۴ - زکی، جعفر علی خاں

جعفر علی‌خاں تخلص زکی[3]، نہایت خوش اندیشہ، یہ فکر اس کی:

عشق میں بلبل کو کیا نسبت ہے پروانے کے ساتھ
وصل میں مر جائے وہ، یہ ہجر میں جیتی رہے
خاکساری کا نہیں موذی کی ہرگز اعتبار
جونک مٹی میں ملے جب[4] بھی لہو پیتی رہے

۱- صاحب گفتار۔
۲- یہ اس سے یادگار۔
۳- - - - زکی، یہ فکر اس کی۔
۴- تو۔

حرف السین

۶۴۵ - سراج ، سراج الدین خاں

خوش ادا ، نازک مزاج ، سراج الدین خاں تخلص سراج - یہ اس سے یادگار ہے[1] :

نہ سمجھو آسماں پر تم ستارے
ہماری آہ کے ہیں یہ شرارے[2]

---

۶۴۶ - سلطان ، میرزا ایزد بخش

مرشد زادۂ عالیشان ، مرزا ایزد بخش (بہادر) تخلص سلطان ۔ یہ اس عالی تبار سے یادگار :

دور رکھ دوران سر سے گردشِ دوراں مجھے
مت رکھ اے دورِ خراب آباد سرگرداں مجھے

---

۶۴۷ - سلطان ، خواجہ سلطان خاں

خوش لہجہ ، شیریں بیان[3] ، خواجہ سلطان خاں تخلص سلطان ، خلف (الصدق) نواب حسین علی خاں بہادر رئیس عظیم آباد ۔ سلسلہ اُن کے نسب کا خواجہ میر درد (صاحب) سے ملتا ہے ۔ بطریق سیرلکھنؤ

۱- نازک مزاج ، سراج الدین تخلص سراج ، یہ اُس سے یادگار ۔
۲- ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں
۳- شیریں زبان ۔

مین تشریف لائے تھے - چنانچہ اکثر[1] صحبت مشاعرہ میں قدم رنجان ہوتے تھے۔ چونکہ احوال اُن کی شاگردی کا (مفصل) معلوم نہیں لہذا اس فصل میں (اُن کو) لکھا جاتا ہے - من کلامہ :

پڑھنا درود پھول جو دیکھو گلاب کا
مضمون ہے یہ اس گلِ رخ کی کتاب کا

قاتل کا خوں میں تیرنے جس دم لگا سمند
دیکھا شفق میں ہم نے ہلال اُس رکاب کا

چشمے میں آفتاب کے چھوڑے چراغ ہیں
اک طرفہ یہ طلسم ہے مے کے حباب کا

یہ پھوٹ کس کی بہی جوشِ غم سے آنکھ
دریا میں چل کے دیکھ تماشا حباب کا

جوڑا بسنتی یار نے پہنا تو رشک سے
ہلدی کا رنگ ہو گیا بس آفتاب کا

سلطاں جو لعلِ لب کو مے ناب ہم کہیں
تو خطِ سبز شوخ ہو نسخہ شراب کا

دوڑائیے خیال کو وصفِ نگار میں
گلگشت کیجیے چمنِ حسنِ یار میں

کیا ہوئے یاران ہمدم، ہائے وہ محفل کہاں
وہ طبیعت کے ہمارے چہچہے وہ دل کہاں

۱- . . . اکثر مشاعرے میں . . . -

رکھتے ہو پھاہا عبث مجھ ناتواں کے زخم پر
سینہ عاشق کہاں اور ایسی بھاری سل کہاں
دوڑ کر سلطاں لپٹ جاتی ہے پتلی آنکھ کی
کیا غلط ہم دیکھتے ہیں، اس کے رخ پر تل کہاں

خانۂ دل میں جگہ دیں کیوں نہ چشمِ یار کو
کہتے ہیں مہماں خدا کا مردمِ بیمار کو
قتل گر مجھ کو کیا تو نے تو خیر اچھا کیا
پھینک دے ظالم کہیں جلدی سے اب تلوار کو

یوسف کو اُدھر مصر کے زنداں میں ہوئی صبح
یاں گریۂ یعقوب سے کنعاں میں ہوئی صبح[1]
جس وقت مجھے بادہ پرستاں میں ہوئی صبح
میں کیا کہوں گویا کہ پرستاں میں ہوئی صبح
زلفوں کا تری دھیان نہ تھا لطف سے خالی
ہر چند کہ شب خوابِ پریشاں میں ہوئی صبح
(ہنسنے میں کسی گل کے جو دیکھے لب و دنداں
جانا یہی میں نے کہ بدخشاں میں ہوئی صبح)
راہی جو عدم کا شبِ فرقت میں ہوا میں
سلطاں مجھے محشر کے بیاباں میں ہوئی صبح

---

۱ - یہ اور اس کے بعد کے شعر کا پہلا مصرع نسخۂ انجمن میں سہوِ کتابت سے مکرر لکھا گیا ہے - (مرتب)

گل ہے چمن میں یا کہ کوئی تاجدار ہے
شبنم کا قطرہ ہے کہ درِ شاہوار ہے

ہے مہر گرد اُس کے کفِ پا کے سامنے
نورِ شرر ہو کیا یدِ بیضا کے سامنے
میں جانوں آج میرا ستارا چمک گیا
آؤ ہلالِ تیغ جو چمکا کے سامنے

(خوب آپس میں اے صنم سمجھے
ہم کو تم سمجھے تم کو ہم سمجھے
زاہدو ! اپنی اپنی فہم ہے اور
تم خدا سمجھے ہم صنم سمجھے)

عشق کے دریا کو یا رب کوئی کیوں کر پیر جائے
جس کی ہر ہر موج دل میں مثل خنجر پیر جائے
داغ دل مجھ ناتواں کے سینے سے ظاہر ہے یوں
روشنائی جس طرح کاغذ کے اوپر پیر جائے
(اس شب ہجراں میں بحرِ غم سے میں بھی پار ہوں
موج انجم کی اگر دریائے اخضر پیر جائے

ناتوانی سے یہی جانا کہ بس آیا پہاڑ
گر پڑا سایہ ہمارے سر پہ پائے مور کا

اللہ ہی یاد آتا ہے بس اس جگہ ہمیں
عشرت کدہ جو اپنا تھا ہسّو کا مکاں ہوا

سنگیں دلوں کے عشق میں پہنچا خدا تلک
اس رہ میں ہر صنم مجھے سنگِ نشاں ہوا)

مول لیتے ہیں جو زخمی ترے کانِ الماس
نام کو اب نہیں دنیا میں نشانِ الماس
اس بتِ چینی کی آنکھوں کو نئی دوں تشبیہہ
چتی نیلم کی جڑی ہے یہ میانِ الماس

---

۶۴۸ - سامی ، مرزا محمد جان

شاعر فارسی ، مقلد زبان ہندی ، مرزا محمد جان تخلص ساقی[1] - یہ اشعار اس سے یادگار :

ہندی میں نہیں زبان الٹی[2] میں لال نہیں مغل پسر ہوں
گر سہو بھی ہو تو کیا اچنبھا بے عیب خدا ہے میں بشر ہوں

افسوس کہ اغیار ہوئے یار تمھارے
غماز بنے محرم اسرار تمھارے
ہم گھر میں تمھارے کہو کس راہ سے پہنچیں
دشمن ہیں ہمارے در و دیوار تمھارے
(نے شمع نہ مشعل ہیں نہ خورشید ہیں نے ماہ
برقِ دو جہاں سوز ہیں رخسار تمھارے)

۱- ناصر نے مرزا محمد جان تخلص ''ساقی'' لکھا ہے جو درست نہیں - صحیح تخلص 'سامی' ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو 'تحقیق نامہ' (مرتب)

۲- الٹی -

چھپ جاتے ہیں اس حسن کی خوبی سے وگرنہ
باللہ کہ بد ہیں سبھی اطوار تمہارے

---

۶۴۹ - ستار، عبدالستار

خوش گفتار، عبدالستار تخلص ستار، مرثیہ خوان سید ابرار، ساکن لکھنؤ - یہ اس سے یادگار:

شب انتظار گزری ہمیں انتظار کرتے
کبھی دوست دوست کہتے کبھی یار یار کرتے

ہے گماں تیرا کدھر کس وہم و نادانی میں ہے
پیش آتی ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے

---

۶۵۰ - سجاد [میر سجاد]

سجاد، ساکن شاہجہان آباد - یہ[1] شعر اس سے یاد:

کس طرح کوہکن پہ گزری تھیں
ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں

---

۶۵۱ - سیف، مرزا مغل

معاصرین کو اس کے مضامین پر افسوس و حیف، مرزا مغل (ساکن دہلی) تخلص سیف - یہ اس سے یادگار:

۱- یہ اس سے یاد -

تا بکجا یہ اضطراب دل نہ ہوا ستم ہوا
جان لبوں پر آ گئی تو بھی قلق نہ کم ہوا

وصل کی شب میں تو کہتا ہوں لپٹ کے سوئیے
اور وہ کرتے ہیں ہٹ یعنی کہ ہٹ کے سوئیے
میں بلائیں صبح تک لیتا رہوں گا آپ کی
دیجیے ہاتھوں کو میرے اب نہ جھٹکے سوئیے

حرف الشین

٦٥٢ - شجاعت، شیخ بہادر علی[1]

شخص یاوہ گو، مرد بد لیاقت، شیخ بہادر علی تخلص شجاعت ولد شیخ مداری، شرافت نام سے ظاہر۔ شیخ مداری اول سرکار مرزا حقیر صاحب میں ملازم رہا۔ بعد انتقال مرزا صاحب موصوف کے سرکار مرزا حادی صاحب میں واسطے غذا و پرداخت خیراتی خاں اور لاڈلے پرشاد کے بموجب مصرع:

قحبہ چوں پیر شود پیشہ کند دلالی

ملازم رہا۔ بعد چندے کے مر گیا، اور شجاعت بخشی مہر چند کے پاس چندے حاضر رہا۔ بخشی مذکور نے اس کے حال پر رحم کھا کر بیس روپیہ ماہواری بخشی گری میں بلا شرط خدمت کروا دی۔ چندے اس نے اس طرح سے بسر اوقات کی۔ در عہد ثریا جاہ امجد علی شاہ اس نے بہ سعی مقبول الدولہ تنخواہ اپنی بخشی گری سے نکال کر خزانۂ شاہی میں کروائی، چنانچہ دبیر الدولہ اس کو تنخواہ خزانے سے دیا کیے۔ اسی عہد میں سعیدالدولہ علی محمد خاں بہادر برادر عمدۃ السلطان سکینہ بیگم مصاحبہ خاص ثریا جاہ برائے چندے سفارش ہمشیرہ مذکورہ اپنی کے نواب امین الدولہ وزیر کے بعہدہ پیش دستی سرفراز ہوئے تھے۔ سعیدالدولہ نے بنظر خیر خواہی کچھ

۱- ترجمۂ شجاعت نسخۂ انجمن میں نہیں۔ نسخۂ پٹنہ کے حاشیے پر اضافہ ہے۔ (مرتب)

تقلیل تنخواہ ، تنخواہ داران ِ خزانہ پر کی تھی ، چنانچہ نام بردہ کی تنخواہ پر بھی تقلیل ہوئی تھی۔ اس نے یعنی شجاعت نے ایک شعر ذم کا در حق سعید الدولہ کہہ کر پوشیدہ سعید الدولہ کے مکان پر ڈال آیا (کذا) ۔ وہ شعر خوب مشہور ہوا۔ شعر یہ ہے :

کہ اس کے رہنے سے خلقت تمام روتی ہے
سرِ سعید کو کاٹو تو عید ہوتی ہے

بعد اس کے وہ زمانہ برہم ہوا اور جب جلوس حضرت واجد علی شاہ سلطان عالم ہوا ، اول سال اجلاس میں سلطان عالم نے حکم نصفی تنخواہ ، تنخواہ داران خزانہ پر جاری فرمایا ، چنانچہ اس کی بھی نصفی ہوئی ۔ سلطان عالم خود شاعر تھے اور اختر تخلص فرماتے تھے ، اوائلِ سلطنت میں مشاعرہ کیا اور مصرعِ طرح یہ ارشاد کیا۔ مصرعِ طرح بادشاہ :

واہمہ بھی ڈھونڈتا ہے پر کمر ملتی نہیں

اور حکم ہوا کہ اس طرح پر شعرا غزلیں کہیں اور مشاعرے میں آ کے حضرت کے سامنے پڑھیں ، چنانچہ شعرا نے اس طرح میں غزلیں کہیں ، اس نے بھی کہی ۔ وہ غزل سامنے سلطان عالم کے پڑھی گئی ۔ اس پر کچھ اضافہ نہ ہوا اور وہی نصفی اس کی رہی ۔ غزل شجاعت :

قرض بنیے کا ہے روٹی پیٹ بھر ملتی نہیں
جب تلک تنخواہ کی پوری خبر ملتی نہیں
بڑبڑاتی لونڈیاں ہیں سن کے نصفی کی خبر
لڑکے آزردہ ہیں بی بی کی نظر ملتی نہیں

مال و زر تجھ کو کہاں سے لا کے دوں اے سیم بر
قرض اک کوڑی تلک تنخواہ پر ماتی نہیں
آج کل بھولا ہوں الفت زلف و رخ کی اس لیے
چین سے روٹی مجھے شام و سحر ملتی نہیں
بھوک میں کیا وار روکوں دل پہ تیغ فکر کے
چرخ نے پیسا ہے روٹی کی سپر ملتی نہیں
میرے لڑکے مانگتے ہیں گوشت کھانے کے لیے
فکر سے بوٹی تلک یاں جسم پر ملتی نہیں
آن کے بخشی گری سے ایسی آفت میں پھنسا
جو در دولت پہ بھی جائے مفر ملتی نہیں
ایک باری بھی کمی کی گرچہ سنتا ہوں خبر
رونے سے فرصت مجھے دو دو پہر ملتی نہیں
سر کو ٹکراؤں غم تنخواہ میں کیوں کر نہ میں
داروے درد جگر بے درد سر ملتی نہیں
پگھلی آدھی چربی تن کی شور غم سے مثل شمع
جل رہا ہوں ہائے پوری کی خبر ملتی نہیں
اس قدر کاہیدہ مجھ کو صرف گھر نے ہے کیا
لگ گیا ہے پیٹ فاقوں سے کمر ملتی نہیں
مصرع سلطان عالم اے شجاعت ورد ہے
واہمہ بھی ڈھونڈتا ہے اور کمر ملتی نہیں

بند شجاعت در ہجو سعیدالدولہ:

بانیٔ سلطنت ہے اک اس طرح کا پلید
. . . .[1] ہے خلق میں وہ صورت یزید

۱۔ دو لفظ جو واضح نہیں۔ (مرتب)

کاٹیں سر اس کا تاکہ زمانے کو ہووے عید
تنخواہ داروں کو یہ دیا ہے غم شدید
ٹھپا لگایا ہے زر بے نور کی طرح
کل دار پر چڑھے گا وہ منصور کی طرح

---

۶۵۳ - شرر ، مرزا ابراهیم[1]

مرد سخنور ، مرزا ابراہیم تخلص شرر - یہ[2] اس سے یادگار :

تمام عالم سے وہ پری رو اگر کبھی ہم کلام ہووے
کلام سنتے ہی اس کے منہ سے تمام عالم تمام ہووے

سامعیں کا نہ فقط سننے سے دم رکتا ہے
سرگزشت اپنی جو لکھیے تو قلم رکتا ہے

اسیروں کی زبانی اے صبا اس سے یہ کہنی ہے
مگر گردن کا ڈورا کم ہے جو زنجیر پہنی ہے

---

۶۵۴ - شرف ، میر محمدی

میر محمدی تخلص شرف، محسوب[3] شعرائے سلف - یہ اس سے یادگار :

۱- رک : شاعر ۱۶۱ ، جلد اول ، ص ، ۲۳۷ - مصنف نے شرر کا ذکر یہاں دوبارہ لکھا ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ'' - (مرتب)

۲- من کلامہ -

۳- محبوب -

صاف دل کا مرتبہ ہے عرش و کرسی سے بلند
جلوہ گر ہے آسماں زیرِ زمینِ آئنہ[1] میں

٦۵۵ - شور ، خواجہ عاصم خاں

صدر مجلس سخنوران ، خواجہ عاصم خاں تخلص شرر[2] - یہ شعر[3] اُس سے برقرار :

آہ و فریاد ترے خوف سے کم کرتے ہیں
پر یہاں دل ہی سمجھتا ہے جو ہم کرتے ہیں

---

٦۵٦ - شائق ، رائے امر سنگھ

شاعر دور سابق ، رائے امر سنگھ تخلص شائق - یہ[4] شعر اُس سے مشہور :

ایک دل تھا مرے اسباب جہاں میں باقی
سو بھی وہ سوختہ[5] آتشِ ہجراں نکلا

---

٦۵۷ - شائق ، شیخ امین الدین

فکر اُس کی واثق ، شیخ[5] امین الدین تخلص شائق - منکلامہ :

۱- ناصر نے یہ مصرع یوں لکھا ہے :
جلوہ گر ہے آسماں زیر زمیں آئینے میں
لیکن یہ درست نہیں - متن میں تصیح ریاض الفصحا اور عمدۂ منتخبہ کے مطابق کی گئی ہے - عمدہ منتخبہ میں اس غزل کے تین شعر درج ہیں جن میں ''زمین آئینہ' قافیہ و ردیف ہیں - (مرتب)

۲- خواجہ عاصم خاں کا تخلص ''شور'' ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ''- (مرتب)

۳- من کلامہ -

۴- من اشعارہ -

۵- نسخۂ انجمن میں شائق کو شیخ نہیں لکھا گیا - (مرتب)

مت زخم دل کو میرے کوئی التیام دو
قاتل کو بلکہ زخم جگر[1] کا پیام دو

---

۶۵۸ - شائق ، نظیرالدین

آگاہ حقائق، نظیرالدین تخلص شائق، ساکن بریلی ، من اشعارہ[2] :

اگر اس طرح سے ہمیشہ کو مری غم سے چشم تری رہی
تو مزارعوں کو یہ مژدہ دو کہ تمھاری کھیتی ہری رہی

---

۶۵۹ ـ شاکر ، شیخ شاکر علی

خوش ظاہر[3]، شیخ شاکر علی تخلص شاکر ۔ یہ بیت اُس کی پسند خواطر :

اُس کی آنکھوں نے نہ اک خلق کو بیمار کیا
زلف نے بھی دلِ عالم کو گرفتار کیا

---

۶۶۰ - شاکر ، شیخ محمد شاکر

دیگر ۔ شیخ[4] محمد شاکر ، طبیعت اُس کی حاضر، یہ قطعہ اس سے یادگار:

۱۔ زخم دگر ۔
۲۔ یہ اس سے یادگار
۳۔ شاکر علی تخلص شاکر ، یہ بیت اُس کی پسند خاطر ۔
۴۔ محمد شاکر ، طبیعت اُس کی حاضر ۔ منہ ۔

کیا پوچھیے حال بلبلوں کا　　جو آن پہ گزرنی تھی گزر لی
گلچیں تجھے کیا تری بلا سے　　گل توڑ کے تو نے گود بھر لی

---

٦٦١ - شور ، مرزا محمود بیگ

مرد نیک (مرزا) محمود بیگ تخلص شور - یہ اس سے برقرار[1] :

جہاں میں بیٹھا غرور سے جو اسی نے جور و ستم اٹھائے
مسافران جہان فانی چلے چلو تم قدم اٹھائے

---

٦٦٢ - شمس ، شمس الدین

شمس الدین تخلص شمس، مردم[2] دہلی - یہ بیت اُس کی :

سن کے رونے کی مری آواز کہتا ہے وہ شوخ[3]
یہ وہی کم بخت یاں شاید پس دیوار ہے

---

٦٦٣ - شاداں ، شیخ قطب علی

شیریں زباں، شیخ قطب علی تخلص شاداں - یہ[4] دو شعر اس کے مشہور و یادگار :

میں جو اک عاشق بیمار ہوں کن کا ، آن کا
کشتہ ابروے خم دار ہوں کن کا ، آن کا

۱- مرزا محمود بیگ ، مرد نیک ، تخلص شور ، یہ اس سے مشہور -
۲- ساکن -
۳- سن کے میرے رونے کی آواز کہتا ہے وہ شوخ
یہ وہی کم بخت ہے جو یاں پس دیوار ہے
۴ - من کلامہ -

جمع عشاق ہیں شاداں کی طرف کرکے نگاہ
بول اٹھا یار کہ میں یار ہوں کن کا ، ان کا

---

٦٦۴ - شاداں ، رائے چندو لال

صاحب جود و نوال ، رائے چندو لال[1] تخلص شاداں ، نائب والیٔ دکن ، کاسب ہنر و فن ، علم موسیقی پر قادر ، سخنوری سے ماہر ، شاگرد شیخ حفیظ الدین ساکن رائے بریلی - *بہ سبب عدم دستیاب ہونے اشعار شیخ موصوف کے ، ذکر اُن کا اس فصل میں ہوا اور چند غزل واسطے اصلاح کے شیخ ناسخ کی خدمت میں بھی آئی تھیں - یہ مقطع برسبیل ذکر انشا کیا گیا :

جو قسمت ہو تو شاداں موتیوں سے لاد دیتا ہے
دوشالہ چیز کیا ہے مال کیا کم خواب کا جوڑا

---

٦٦۵ - شوق ، تصدق حسین خاں عرف حکیم نواب مرزا[2]

ارسطو زماں ، فلاطون دوراں ، تصدق حسین خاں عرف حکیم نواب مرزا خلف حکیم آقا علی خاں برادر حکیم الملوک

۱- . . . لال ، نائب والی دکن . . . قادر ، شعر و سخن سے خوب ماہر، صاحب دیوان تخلص شاداں، شاگرد . . . بر سبیل مذکور انشا کیا گیا -

۲- ترجمۂ شوق نسخۂ انجمن میں نہیں - نسخۂ پٹنہ کے حواشی پر مصنف نے بعد میں اضافہ کیا ہے - مصنف نے شاعر کا تخلص نہیں لکھا ، یہ اضافۂ مرتب ہے - (مرتب)

حکیم مرزا علی خاں مرحوم ۔ گو فن شاعری میں بہرہ نہیں مگر پانچویں سواروں میں نام ملایا ہے ۔ پیش طبیب منجم و پیش منجم طبیب کا آپ ہی میں مزا پایا ہے ۔ بے استاد ، تلمذ شعرا سے انکار ہے ۔ خود استادی معلم الملکوت کا اقرار ہے ۔ چنانچہ چند غزلیں اور چار مثنوی مسمی زہر عشق و لذتِ عشق و فریبِ عشق ، بہارِ عشق ، صاحب مسدس و خمسہ ۔ تخلص ندارد ، مقیم لکھنؤ ۔ یہ چند اشعار ان سے لکھے جاتے ہیں ۔ شعر :

غیر کے گھر میں رہو گو کوئی واں ہو کہ نہ ہو
تمھیں بتلاؤ برا دل میں گماں ہو کہ نہ ہو

نزع کا وقت ہے وہ آئے ہیں دل کچھ کہہ لے
پھر خدا جانے کہ قابو میں زباں ہو کہ نہ ہو

باغ کی سیر کو اغیار اکیلا لے جائیں
تمھیں منصف ہو یہ سن کر خفقاں ہو کہ نہ ہو

دیگر مثنویات کہ بزبان ریختہ جو کہی ہیں ، یہ زبان محلات کی عورات کی نہیں ہے ۔ ہاں اگر زبان حکیم زادیوں کی ہو تو عجب نہیں ۔ یہ چند اشعار مثنوی "زہرِ عشق" کے تحریر ہوتے ہیں ۔ شعر مثنوی :

آئی نوچندی اتنے میں ناگاہ — اس بہانے سے آئی وہ درگاہ
بسکہ مرتے تھے نام پر میرے — چھپ کے آئی وہاں سے گھر میرے
تھی جو فرصت نہ اشکباری سے — اتری روتی ہوئی سواری سے
پھر لپٹ کر مرے گلے اک بار — حال کرنے لگی وہ یوں اظہار
اقربا میرے ہو گئے آگاہ — تم سے ملنے کی اب کوئی نہیں راہ
مشورے یہ ہوئے ہیں آپس میں — بھیجتے ہیں مجھے بنارس میں

حرف الصاد

٦٦٦ ـ صواب ، شیخ محمد اشرف

شیخ محمد اشرف تخلص صواب ۔ یہ[1] بیت اُس کی انتخاب :

کب کدورت مرے دل کی کوئی کھو دیتا ہے
جس سے کہتا ہوں میں احوال وہ رو دیتا ہے

---

٦٦٧ ـ صابر ، میر حسن

بزرگ اور اکابر، میرحسین[2] تخلص صابر ۔ یہ[3] بیت اُس سے یادگار :

شروع عشق ہے اور چشم تر ابھی سے ہے
طپیدنِ دل و سوزِ جگر ابھی سے ہے

---

٦٦٨ - صدق

صدق ، ساکن حیدر آباد ۔ یہ[4] دو تین شعر اُس سے یاد :

کیا سرمے کو آنکھوں میں نظر بند
رکھا مرغ حنا ہاتھوں میں پر بند

جگر کے داغ پہ تب ٹھیرے مرہم کافور
بسانِ پنبہ اگر مغزِ استخواں نکلے

۱۔ یہ بیت التخاب ۔
۲۔ ریاض الفصحا میں نام ''میر حسن'' لکھا ہے اور یہی درست ہے ۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ''۔ (مرتب)
۳۔ یہ اُس سے یادگار ۔
۴۔یہ اُس سے یاد ۔

تمھاری مانگ میں تابندہ دیکھ سلک گہر
فلک پہ شب کو نہ خجلت سے کہکشاں نکلے

---

٦٦٩ صفدری[1] ، میر عبداللہ

رستم میدانِ سخن وری ، میر عبداللہ تخلص صفدری ، شاعر قدیم ۔ من کلامہ :

خاتم دست سلیماں ہے پری رو کا دہن
لعلِ لب کا جس پہ یاقوتی نگینہ دیکھو ہے

---

٦٧٠ ۔ صفا

صفا[2]، نام و نشان سے اُس کے ہر محرر نا آشنا ۔ یہ اُس سے یادگار :

محتسب جھوٹ ہے مے کس نے بھری شیشے میں
رہ گئی ہے کہیں آنسو کی تری شیشے میں

۱۔ ترجمۂ صفدری نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ صفا ، نام و نشان سے ہر محرر نا آشنا ۔ منہ ۔

حرف الضاد

٦٧١ - ضاحک ، میر غلام حسین

راہ ناہموار کا سالک ، ہجو مردم پر راغب ، میر غلام حسین تخلص ضاحک ۔ اس کی شوخی اور بیباکی کا تھوڑا سا[1] احوال سودا کے احوال میں لکھا گیا ہے ۔ مشہور ہے کہ میر حسن نے[2] کلام اپنے والد کا دھو ڈالا ۔ خدا جانے یہ شعر کیوں کر باقی رہ گیا (ہے) :

در پیش اگر روز اجل آہ نہ ہوتا
قصہ تھا محبت کا کہ کوتاہ نہ ہوتا

۱- ... سا حال مرزا رفیع السودا . . . ۔

۲- ... نے اپنے والد کا کلام دھو ڈالا ۔

حرف الطا

٦٧٢ ـ طبیب ، حکیم سید شاہ

شوق شاعری سے مثل بیمار نا شکیب ، حکیم سید شاہ تخلص طبیب ۔ من کلامہ :

نہ پوچھ اُس کے لبوں سے قصہ خموش رہ دل ، ستا نہ ہرگز
برنگ غنچہ لہو بھرے ہیں چھلک پڑیں گے ہلا نہ ہرگز

---

٦٧٣ ـ طالع ، میر شمس الدین

میر شمس الدین تخلص طالع[1] ، ساکن شاہجہان آباد ، یہ اس سے یاد :

جفائے یار کو ہم التفات یار کہتے ہیں
شفا و عافیت کو اپنی ہم آزار کہتے ہیں

---

۱ ۔ ۔ ۔ طالع ، یہ بیت اُس سے یادگار ۔

حرف الظا

۶۷۴ - ظاہر[1]، محمد خان

مردم خوب ، نیک شاعر ، محمد خان تخلص ظاہر - یہ بیت اس سے یادگار[2] :

اے آہ اس قدر تو کر بے اثر نہ ہوتی
ممکن نہ تھا کہ اس کو دل کی خبر نہ ہوتی

---

۶۷۵ - ظہور ، حافظ ظہور اللہ بیگ

شاعر غیور ، حافظ ظہوراللہ بیگ تخلص ظہور ، یہ[3] اس سے مشہور :

تیغ نگاہ و تیرِ مژہ خنجرِ ادا
اتنے سلاح اس تنِ تنہا کے واسطے

اے عشق کام تیری کشش کا ہے واژگوں
یوسف کو کھینچ لائی زلیخا کے واسطے[4]

(کیا کیجیے کہ بس نہیں ، دل لے گیا صنم
مجھ کو خدا رسول کے دلوا کے واسطے)

۱- ناصر نے "ظاہر" کو "طاہر" سمجھ کر "ط" کی ردیف میں درج کیا تھا۔ یہاں تصحیح کی گئی ہے - محمد خاں کا تخلص "ظاہر" ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ" - (مرتب)

۲ - نیکو شاعر...... ظاہر - من اشعارہ -

۳ - یہ اُس سے یادگار -

۴ - یوسف کو لائی کھینچ زلیخا کے واسطے

٦٧٦ - ظہور ، شیو سنگھ

ظہور دیگر ، شیو سنگھ نام ، ساکن دہلی ، یہ اس کا کلام[1] :

چمن میں باندھنے مجھ کو نہ آشیاں دیتا
گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا

---

٦٧٧ - ظہور ، مرزا ظہور علی

روشنیٔ طبع سے طور ، مرزا ظہور علی تخلص ظہور ۔ یہ اس سے یادگار[2] :

فغان و آہ و نالہ سے نہیں آرام ٹک جی کو
یہ دل ہے یا جرس ہے یا کوئی بیمار پہلو میں

مکان سیر ہے پیارے نہ یاں سے رم کیجے
یہ گھر فقیر کا ہے بیٹھیے کرم کیجے

---

٦٧٨ - ظہور ، شیخ ظہور اللہ

ملک[3] معنی پر دائر و سائر، شیخ ظہور اللہ تخلص ظاہر[4] ۔ یہ اس سے برقرار :

چشم گریاں حسن سے معمور ہے
چاندنی برسات کی مشہور ہے

---

۱ - دیگر ، شیو سنگھ تخلص ظہور ، یہ شعر اس کا مشہور ۔

۲ - من کلامہ ۔

۳ - خوش شاعر ، شیخ . . . ظاہر ۔ منہ ۔

۴ - نسخۂ علی گڑھ میں اس شاعر کا تخلص ''ظہور'' ہے اور یہی صحیح ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تحقیق نامہ'' ۔(مرتب)

حرف العین

۶۷۹ - عاشق ، مہدی علی خاں

مہدی علی خان تخلص عاشق ، [از] ابناء علی مردان خان ، یہ اس کا قول صادق :

دن تو جوں توں ہے کٹتا رات پھر آئی سر پر
آفتِ تازہ جدائی تری لائی سر پر

کشتۂ عشق کی کچھ سب سے ہے تعزیر جدا
سر جدا پاؤں جدا ہاتھ کی زنجیر جدا

چمن میں کل جو وہ رعنا جواں دوچار ہوا
کہا جو گل اُسے میں نے گلے کا ہار ہوا

گو آہ میں اپنی نہیں تاثیر سرِ دست
پر ہے یہ بساط اپنی میں اک تیر سرِ دست

کارِ بستہ کو نہیں چاہیے زر کی کنجی
قفل مطلب کو ہے بس آہِ سحر کی کنجی

---

۶۸۰ - عارف ، محمد عارف

کلام[1] اُس کا مشہور اور متعارف ، محمد عارف ، رفوگری میں

---

۱ - کلام اُس کا متعارف ۔۔۔۔

استاد ، یہ اس سے یاد :

اس ابر میں بے ساقی و مے جی بہ بنی ہے
ہر بوند کا کھانا مجھے ہیرے کی کنی ہے

نگاہ یوں دلِ عارف سے پار گزرے ہے
کہ جس طرح سے کہ صابن میں تار گزرے ہے

دختر رز سے جا کہو کہ ملے ورنہ عارف افیم کھاتا ہے

---

٦٨١ - عاشق ، اعظم خان

خوش بیان ، عاشق تخلص نام اعظم خان ، خیل سور ، یہ اس سے مشہور[1] :

کوئی بیدرد ظالم ہم کو اس دم یاد کرتا ہے
کلیجہ ہچکیاں لیتا ہے دل فریاد کرتا ہے

---

٦٨٢ - عاشق ، سید ہدایت علی خان

سید ہدایت علی خان[2] تخلص عاشق ، کلام میں اُس کے تجلی صبح صادق - منہ :

بیمار عشق کو ترے ہرگز شفا نہیں
ہو جس کو یہ مرض کبھی اس کی دوا نہیں

---

۱ - خوش بیان ، اعظم خان تخلص عاشق ، یہ اُس کا بیان -

۲- نسخۂ انجمن میں ''خان'' جزو اسم نہیں - (مرتب)

۶۸۳ ـ عاشق ، سید غیاث الدین

تخلص[1] عاشق نام سید غیاث الدین ، یہ اس کا کلام متین :

جگر میں زخم نگہ کے لگے جو کاری رات
کٹی تڑپتے ہی بسمل کی طرح ساری رات

---

۶۸۴ - عشق ، میر زین الدین

میر زین الدین تخلص عشق[2] ، ساکن شاہجہان آباد ، یہ اس سے یاد :

منظور گر خرابیٔ دل ہے تو ایک بار
ایسا خراب کر کہ نہ تعمیر کر سکیں

---

۶۸۵ ـ عشقی مرادآبادی

عشقی مراد آبادی ، یہ بیت اس کی :

کوئی تو ہے گل چہرہ کوئی سرو رواں ہے
دیکھا تو یہاں ایک سے اِک آفت جاں ہے

---

۶۸۶ ـ عشقی ، قاسم علی

قاسم علی تخلص عشقی (ساکن فرخ آباد) ـ منشی رسالہ دہم انگریزی :

فراقِ ساقی میں دیدے کب آب روتے ہیں
جگر کے ٹکڑے برنگِ کباب روتے ہیں

---

۱ ـ سید غیاث الدین ، تخلص عاشق ، یہ ...... ـ
۲ ـ ......عشق ، یہ اس سے یادگار ـ

(یہ جوشِ خوں ہے کہ جب پھوٹے آبلے دل کے
تو پھوٹ پھوٹ کے جامِ شراب روتے ہیں
ہم ایسے مست ہیں عشقِ بتِ شرابی میں
کہ بدلے آب کے ہردم شراب روتے ہیں
فراقِ ساقی میں لیتے ہیں ہچکیاں شیشے
صراحی ٹوٹی ہے جامِ شراب روتے ہیں
بدن میں ہے عرقِ گل بدن کے یہ تاثیر
کہ میرے دیدۂ گریاں گلاب روتے ہیں)

(جو ہیں دشت جنوں میں راہ بھولے
دلیل راہ ہیں اُن کی بگولے)
میں وہ سرگشتۂ دشتِ جنوں ہوں
کہ قرباں ہوتے ہیں مجھ پر بگولے
(وہ پایہ رکھتا ہے تیرا ہوادار
کجا تختِ پری جو اُس کو چھو لے
اگر سینا ہے میرا زخمِ سینہ
سرِ مژگاں سے تو کارِ رفو لے)

---

۶۸۷ ـ عازم

عازم[۱] قوم کائستھ[۲] ، ساکن فیض آباد ، مولف اس سے آگاہی رکھتا ہے ۔ کتاب 'بہار دانش" کو اس نے ہندی میں نظم کیا تھا (اور) ان شعروں پرکہ حاکم کی حکایت میں ہیں ، ناز کرتا تھا :

۱- نسخۂ پٹنہ میں 'عاظم' لکھا ہے ۔ (مرتب)

۲ - ... کائستھ ، رہنے والا فیض آباد کا ، محرر اوراق کا آشنا ۔ کتاب ... شعروں پر اُسے ناز تھا کہ حاکم کی حکایت میں ہیں ۔

کسی نے جو یہ بات اس سے کہی
تری شمع رو رات کو جل گئی
پٹکنے لگا سر کو پروانہ وار[1]
ہوا مثلِ شعلہ بہت بے قرار

کر قتل مجھ کو بول اٹھا یوں[2] پکار کے
کیا خوش ہوا ہے دل مرا عازم کو مار کے

---

٦٨٨ - عاقل، عاقل شاہ

صاحب دستگاہ، عاقل شاہ تخلص عاقل، یہ دو بیتیں اُس سے حاصل[3]:

قید بھی یاں کچھ نہیں اور چھوٹ بھی سکتے نہیں
واہ واہ اس دام کو اور آفریں صیاد کو
دیکھیں سب کچھ اور نہ دیکھیں کیا نظر بندی ہے یہ[4]
دیکھیے اس کام کو اور کام کے استاد کو

---

٦٨٩ - عاصمی، خواجہ برہان الدین[5]

خواجہ برہان الدین تخلص عاصمی، متوطن دہلی۔ یہ اُس سے یادگار:

۱۔ نسخۂ انجمن میں اس شعر کے مصرعوں کی ترتیب موجودہ ترتیب کے برعکس ہے۔ (مرتب)
۲۔ وہ۔
۳۔ صاحب ... شاہ۔ یہ اُس سے یادگار۔
۴۔ دیکھیں سب اور کچھ نہ دیکھیں ...
۵۔ دونوں نسخوں میں تخلص ''عاصی'' لکھا ہے، صحیح ''عاصمی'' ہے۔ ملاحظہ ہو: تحقیق نامہ۔ (مرتب)

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
کہے تھا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

---

۶۹۰ - عطا[1]

تخلص عطا یہ آن سے یادگار:

ایک سی وضع پہ یہ چرخِ ستمگر نہ رہا
اس میں مادام کوئی صاحب افسر نہ رہا
اے عطا رہنے کے قابل یہ بد اختر نہ رہا
کوئی رہنے کا نہیں جب کہ پیمبر نہ رہا

۱۔ ترجمۂ عطا نسخۂ پٹنہ میں نہیں ہے ۔ نسخۂ انجمن میں بھی صفحہ ۶۰۵ کے حاشیے پر بعد میں اضافہ کیا گیا ہے ۔ (مرتب)

حرف الغین

٦٩١ - غازی الدین حیدر

حضرت[1] خلد مکان بادشاہ غازی الدین حیدر ، محامد ذات قدسی صفات آس (شہریار کے) بیان[2] سے باہر ۔ کبھی کبھی بہ سبب موزونی طبع[3] کے کوئی مصرع (یا بیت) زبان (معجز بیان) پر آ جاتا تھا ، چنانچہ (یہ دو مصرعے لکھے جاتے ہیں) م :

عشق کا اک تیر ہے دو دل کے پار

دیگر م :

شمع خاموش ہوئی مرغ سحر بول اٹھے

---

٦٩٢ - غالب ، مکرم الدولہ بہادر بیگ خان

(مکرم الدولہ بہادربیگ خان طالب جنگ تخلص) غالب[4] ، فرزند نیاز بیگ خان تورانی ، یہ اس کی غزل خوانی :

مت ہو خفا بغل میں گر تجھ کو یار کھینچا
مجبور تھا نشے میں بے اختیار کھینچا

قصۂ درد و غم اپنا جو سنایا ہم نے
یاں تلک روئے کہ اس کو بھی رلایا ہم نے

---

۱ - خلد مکان ، شاہ زمن ، غازی . . .
۲ - زباں ۔
۳ - ... طبع کوئی ...
۴ - غالب ... یہ اس کا رنگ ڈھنگ .

۶۹۳ - غلامی ، شاہ غلام محمد

(شاہ) غلام محمد تخلص غلامی (اپنے وقت میں نامی) ہم عصر[۱] شاہ حاتم ۔ یہ اس کی خوش کلامی :

کل جس کی نظر تیر سی گزری مرے دل سے
پھر آج وہی دور سے قاتل نظر آیا[۲]

---

۶۹۴ - غنی[۱] شیخ محمد

صاحب[۳] ہنر و فن ، شیخ محمد غنی پسر خواجہ محمد حسن ۔ یہ بیت اس سے یادگار :

مسی سے یوں درِ دندانِ مہ پیکر چمکتے ہیں[۴]
شبِ تاریک میں جس طرح سے اختر چمکتے ہیں

---

۶۹۵ - غنی ، عبدالغنی

(عبدالغنی) غنی دیگر ۔ ساکن سہارن پور ۔ یہ (بیت) اس سے مشہور :

پڑتی ہے نظر جس پہ دم چشم پریدن
یاں ہم نے پرِ کاہ بھی بے کار نہ پایا

---

۱ - ہم عصر حاتم ، یہ بیت اُس سے قائم ۔
۲ ۔ نسخۂ انجمن میں یہ شعر شیخ محمد غنی کے نام سے ہے ۔ (مرتب)
۳ ۔ شیخ محمد غنی ، صاحب ہنر و فن ، خلف خواجہ ۔ ۔ ۔ یہ اُس سے یادگار ۔
۴ ۔ نسخۂ انجمن میں یہ شعر شاہ غلام محمد غلامی کے نام سے ہے ۔ (مرتب)

٦٩٦ - غریب ، شیخ نصیرالدین احمد

(شاعر فارسی) شیخ نصیرالدین احمد دہلوی تخلص غریب ۔ اس[1] فارسی گو سے یہ اشعار ہندی :

جس جا کہ قدم رکھتے ہی سر تن سے جدا ہو
جاتے ہیں اسی کوچے میں ہم دیکھیے کیا ہو

مت چھیڑیو اس زلفِ سیہ کو دلِ نادان
دیکھا نہیں کاٹا کوئی کالے کا جیا ہو

حالِ دلِ شوریدہ کہوں کس سے غریب[2] آہ
وہ درد نہیں جس کی طبیبوں سے دوا ہو

---

۱ - یہ بیتیں اس کی ۔
۲ - نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے طبیب ۔ (مرتب)

حرف الفا[1]

٦٩٧ - فراقی ، پریم کشور

پریم کشور تخلص فراق ، ساکن[2] دہلی ، یہ اس سے باق ۔ منہ :

ہوئی آنکھیں گلابی روتے روتے
گلابی کی نہ دیکھی شکل افسوس

٦٩٨- فراق ، مرزا تقی علی خان

منتہی اور مشاق ، مرزا تقی علی خان تخلص فراق[3] ، ساکن شاہجہان آباد ، یہ اس سے یاد :

اسیروں کی قسم تجھ کو صبا سچ کہہ کہ گلشن میں
کوئی رونے میں بھی ان میں سے ہم کو یاد کرتا ہے

---

٦٩٩ - فرحت ، شیخ فرحت اللہ

شیخ فرحت اللہ تخلص فرحت[4] ، ساکن قصبہ سنپت [سونی پت] - یہ بیت اس سے یادگار :

تری گلی میں جسے گرد باد کہتے ہیں
کبھی کبھی وہ ہمارا غبار گزرے ہے[5]

---

۱ ۔ نسخہ انجمن میں حرف الفا کے شعرا کی ترتیب یہ ہے : فراق ، فرحت ، فراق ، فارغ ، فدا ۔ (مرتب)

۲ ۔ ساکن شاہ جہاں آباد ، یہ بیت اس سے یاد ۔

۳ - ... فراق ، من کلامہ ۔

۴ - ... فرحت ، متوطن دہلی ، یہ اس کی شہرت ۔

۵ ۔ نسخہ انجمن میں فرحت کے نام سے یہ شعر نہیں بلکہ وہ شعر ہے جو آگے فرصت کے نام سے آئے گا ۔ (مرتب)

۷۰۰ - فرصت ، مرزا ہاتف بیگ[1]

مرزا ہاتف بیگ تخلص فرصت ، متوطن دہلی ۔ یہ اس سے برقرار :

جوں اشک گرا ہوں میں گو یار کی آنکھوں سے
لیکن مجھے دیکھے ہے وہ پیار کی آنکھوں سے

---

۷۰۱ - فارغ

فارغ[2] شاعر فارسی گو ، صاحب دیوان ، زبان ہندی میں یہ اُس کا بیان :

اشک آنکھوں سے جو نکلا سو وہ گوہر نکلا
بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا

---

۷۰۲ - فدا ، میر امام الدین

میر امام الدین تخلص فدا ، رہنے والا دلی کا ، یہ[3] اس سے بقا :

تو بات بات میں ہوتا ہے مجھ سے آزردہ
یہی تو کچھ نہیں اے بے وفا تری باتیں

۱۔ ترجمۂ فرصت نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ فارغ ، فارسی خوان ، صاحب دیوان ، زبان ہندی میں بھی سخن ران تھا ۔ من کلامہ ۔
۳۔ یہ اُس سے یاد ۔

حرف القاف

۷۰۳ - قربان ، میر قربان علی

میر قربان علی تخلص قربان ، ساکن عظیم آباد ، یہ[1] اس سے یاد :

نکالوں کیوں کہ دل سے اس کماں ابرو کے پیکاں کو
کہ آزردہ نہیں کرتا ہے کوئی اپنے مہماں کو

---

۷۰۴ - قربان ، میر محمدی

دیگر ، میر محمدی تخلص قربان پسر میر کلو حقیر[2] ، ساکن دہلی - یہ اس کا بیان :

ہم بھی اپنے دور میں سرکش بہت تھے دوستو
کاسہ سر کو نہ ٹھکراؤ خدا کے واسطے

---

۷۰۵ - قدر [محمد قدر]

قدر ، اور اس[3] کا احوال نا ظاہر - یہ بیت اس سے یادگار :

اگر آئے ہو تو رہ جاؤ یہاں رات کی رات
لیلۃ القدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات

۱- یہ اس کا بیان -

۲- . . . حقیر ، یہ اس کی تقریر -

۳ - . . . اس کا کچھ احوال معلوم نہیں ، یہ بیت یادگار -

۷۰۶ - قلندر [غلام قلندر خاں]

قلندر ، اس کا سلسلہ نامعلوم ۔ یہ[1] دو شعر اس سے یادگار :

جی کو سرِ زندگی نہیں ہے
کیا جی کے کروں کہ جی نہیں ہے
تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

---

۱ ۔ یہ دو شعر یادگار ۔

حرف الکاف

۷۰۷ - کامل ، مرزا کامل بیگ

(مرزا) کامل بیگ تخلص کامل ، دور قدما کا شامل :

مژگاں سے گر بچے دل ، ابرو کرے ہے ٹکڑے[1]
یہ بات میں نے کہہ کر جب اس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

---

۷۰۸ - کیفی ، میر هدایت علی

میر[2] ہدایت علی تخلص کیفی ، فارسی گو ، سادات بارہہ ، شعر ہندی اس سے یادگار :

اے دل جو ضعف سے تجھے آزار ہو گیا
کس کی نظر لگی کہ تو بیمار ہو گیا

دل جا پھنسا جو زلف میں اس کی تو کیا کروں
دامِ بلا میں آپ گرفتار ہو گیا

دوراں میں اس قدر ہے جو آشوب ان دنوں
کیا فتنہ اس کی چشم کا بیدار ہو گیا

---

۱ - نسخۂ انجمن میں ''ٹکڑے'' کی املا ''ٹوکرے'' ہے ۔ (مرتب)
۲- شاعر فارسی ، میر ہدایت علی تخلص کیفی ۔ یہ شعر...

۷۰۹ - گہر ، مرزا امداد علی

خوش سخنور ، مرزا امداد علی تخلص گہر[1] - یہ اس سے یادگار[2] :

خار ہوں میں گرچہ باغِ انتظارِ یار کا
ہے ہر اک برگِ خزاں نرگس مرے گلزار کا

مثل تصویر نہالی[3] غش میں رہتا ہے مدام
یہ ہوا ہے حال تیرے ہجر کے بیمار کا

کوئی دل ایسا نہیں جو لا سکے تابِ وصال
چشم کو کس کی ہے یارا یار کے دیدار کا

آفتابِ حشر تیرا کیا کرے گا اے گہر
ہے تجھے کافی وسیلہ حیدرِ کرار کا

۱- گوہر ۔
۲- برقرار ۔
۳- اصل میں ''تصویر مثالی'' ۔ یہاں ریاض الفصحا کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)

حرف اللام

۷۱۰ - لطیف ، میر شمس الدین

میر شمس الدین تخلص لطیف ، متوطن سورت ، قوم سادات[1] ، یہ اس کی واردات :

مژدۂ وصل اگر کوئی سناتا ہے مجھے
میں یہ سمجھوں ہوں کہ جی دان دلاتا ہے مجھے
ایسی الفت کو لگے آگ پڑے چولھے میں
جو ہے دل سوز مرا ، وہ ہی جلاتا ہے مجھے
گھر میں جا بیٹھ رہا اس سے خفا ہو تو لطیف
کیا ہی غصہ تری اس بات پہ آتا ہے مجھے

۱- ... سادات ، من واردات ۔

حرف المیم

۷۱۱ - مرزا، حکیم فضل اللہ عرف مرزا نینا[1]

مرزا ثنا تخلص مخلص، اولاد سے مرزا عبدالقادر خان بیدل[2] کی - یہ اس سے یادگار :

جس جا پہ غرور دلربائی دیکھا
واں مظہر کامل خدائی دیکھا
اعجاز میں جو ہو ید بیضا سے دوچند[3]
دیکھا تو وہ پنجۂ حنائی دیکھا

---

۷۱۲ - مقصود

مقصود سقا، ساکن فیض آباد[4]، امیٔ محض - یہ شعر اس سے یاد :

عشق کیا جانے[5] کدھر تھا مجھے معلوم نہ تھا
عشق کا دل ہی میں گھر تھا مجھے معلوم نہ تھا

۱- ناصر نے اس شاعر کا نام مرزا ثنا اور تخلص مخلص لکھا ہے - اس نام اور تخلص کا کوئی شاعر نہیں گزرا - جس شاعر کا یہ حال اور کلام ہے، اُس کا نام حکیم فضل اللہ، عرفیت مرزا نینا اور تخلص مرزا ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ"- (مرتب)
۲- ...... بیدل کی تھا - زبان اُس کی ان شعروں سے آشنا - رباعی -
۳- ......سے بلند -
۴- . . . آباد، یہ اُس امیٔ سے یاد -
۵- جانوں -

بوسہ لینے سے خفا ہوتے ہو کیوں مشفقِ من
بوسہ وہ چیز ہے دونوں کو مزا دیتا ہے

---

۷۱۳ - محب : شیخ ولی اللہ

شیخ ولی اللہ تخلص محب ، ساکن شاہجہان آباد ، متبع مرزا رفیع۔ یہ اس سے یاد :

جس طرف تشنۂ دیدار ترے جا نکلے
آدھر آنکھوں سے بہاتے ہوئے دریا نکلے[1]
قافلہ پہلی ہی منزل میں دیا ہم نے چھوڑ
سفرِ ملکِ عدم کو تنِ تنہا نکلے

رکھتے ہیں عین وصل سے باہم قریں مجھے[2]
عینک تصور اس کے کی ہے دوربیں مجھے
گلزار حسن پھولتی ہے اس میں چار فصل
آئینے کی خوش آئی سراسر زمیں مجھے

۱- اصل میں یہ مصرع یوں ہے : ''ادھر آنکھوں سے نہاں ہوتے ہی دریا نکلے'' یہاں تذکرۂ ہندی اور عمدۂ منتخبہ کے طابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

۲- اصل میں یہ شعر اس صورت میں ہے :

رکھتے ہیں عین فصل میں باہم قریں مجھے
عینک تصور اس کے سے ہے دور بیں مجھے
(مصرع اول ، نسخۂ انجمن میں ''فصل سے'')

یہاں تذکرۂ ہندی اور عمدۂ منتخبہ کے مطابق تصحیح کی گئی ہے - (مرتب)

جائے تشہد اپنی یہ خواہش ہے اے محب
بھولے نہ فکر دوست دم واپسیں مجھے

خانۂ دل کہ نہ ہو حسن کا آئیں جس میں
ہے وہ قرآں کہ نہ ہو سورۂ یٰسیں جس میں[1]

باغ میں جب وہ گل تازہ بہار آتا ہے
بوئے گل پھر تو ہوا ہی پہ دھری رہتی ہے

غلط ہم کو کہتا ہے، ہو بے مروت
تو ہی بے مروت ہے او بے مروت
نہ دو بوسہ اور مفت دل لو ہمارا
پھر اس میں ہمیں کو کہو بے مروت

شب فرقت میں جو اٹھیں مرے دل سے آہیں
یک جہاں مجھ کو نظر آئے گا[2] عالم ہو کا
ہاتھ تب عشق کے میں سنگ گراں پر ڈالا
زور فرہاد کے جب تول لیا بازو کا

۱- ہے وہ قرآں کہ نہیں سورہ . ...
۲- ہے .

دل تو پہلے لے چکے اب کیا ہے مطلب آپ کا
بے تکلف وہ بھی کہہ دیجے کہ ہے سب آپ کا

کی چشم کی سیاہی سفید انتظار نے
تس پر بھی آہ خط نہ لکھا مجھ کو یار نے
دھونی لگا رکھی ہے ترے در پہ آہ کی
اے شعلہ خو مرے دلِ امیدوار نے

جو خواہشِ دل تھی سو وہ ہیہات نہ نکلی
گالی کے سوا منہ سے ترے بات نہ نکلی

---

۷۱۴ - مائل ، مرزا ہدایت علی

شاعری میں کامل ، مرزا ہدایت علی تخلص مائل ، یہ اس سے یادگار :

آتا ہے دمبدم یہی رونا یہاں مجھے
پھینکا فلک نے آہ کہاں سے کہاں مجھے

---

۷۱۵ - مہدی ، نواب مہدی علی خان

نواب مہدی علی خان تخلص مہدی، رئیس بنارس (متوسل قاسم علی خان صوبہ دار بنگالہ) یہ بیت اس کی :

قطرۂ اشک جونھی تا سرِ مژگاں آیا
مردمِ دیدہ[1] لگے کہنے کہ طوفاں آیا

۱۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت ہے ''دید''۔ (مرتب)

۷۱۶ - مجروح ، کشن چند[1]

شعر میں اُس کے فتوح روح ، منشی کھیم چند تخلص مجروح - یہ اُس سے یادگار :

نہ سیرِ باغ نہ گلگشتِ لالہ زار کروں
یہ آرزو ہے تماشائے روئے یار کروں

---

۷۱۷ - مرزا ، [محمد حسین خان عرف] نواب مرزا

شاعر خوش ادا ، احترام الدولہ نواب مرزا [نبیرہ خان دوران[2]] یہ[3] بیت اس سے بقا :

درد دل کس سے کہوں قابلِ اظہار نہیں
آہ ہے اپنی زباں محرمِ اسرار نہیں

---

۷۱۸ - مستان ، مرزا احسن

سرخوش بادۂ عرفان ، مرزا احسن تخلص مستان ، یہ اس کا بیان :

اپنی ہم بندگی پہ بھولے تھے[4] ہر جو دیکھا[5] وہاں خدائی ہے

---

۷۱۹ - مشتاق ، مرزا ابراہیم بیگ

مرزا ابراہیم بیگ تخلص مشتاق ، یہ اس سے مشہور آفاق :

۱- ناصر نے مجروح کا نام کھیم چند لکھا ہے جو درست نہیں - صحیح کشن چند ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ"- (مرتب)
۲- اضافہ بر حاشیہ نسخۂ پٹنہ - (مرتب)
۳- من کلامہ -
۴- ہیں -
۵- دیکھو -

موے دام محبت میں ہم اپنی داد کو پہنچے
نہ کر افسوس اے صیاد ہم فریاد کو پہنچے

---

٧٢٠ - منعم ، قاضی نورالحق

قاضی نورالحق تخلص منعم ، نام اُس کا اس بیت[1] سے قائم :

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل میں گڑی ہے
ایسی ہی کھٹکتی ہے کہ بس جی کی پڑی ہے

---

٧٢١ - مزمل ، شاہ مزمل

شاہ[2] مزمل ، مزمل تخلص ، شاعر قدیم ، ساکن اکبر آباد ، یہ اس سے یاد :

من ہرن میرا مزمل رم گیا   دشمنوں کے من کی چیتی ہو گئی

---

٧٢٢ - منتظر ، خواجہ بخش

خواجہ بخش تخلص منتظر ، دور[3] سابقین سے ہے - خود غائب اور کلام اس کا حاضر :

تیرے ہیں میاں خواہ برے خواہ بھلے ہم
لے یار تو خوش رہ کہ ترے در سے چلے ہم

١- شعر -
٢- شاہ مزمل ، شاعر ...
٣- دور سابق سے ہے ، خود غائب یہ بیتیں حاضر -

بے خود اتنا ہے نہ کچھ ایما نہ کچھ تقریر ہے
منتظر کے ہاتھ میں شاید تری تصویر ہے

---

۷۲۳ - مقبول ، مقبول نبی

مقبول نبی تخلص مقبول ، یہ اُس کے شعر کا اصول :

پھیرے خدا رقیبوں سے جی میرے یار کا
اتنا ہی مدعا ہے دلِ بے قرار کا

---

۷۲۴ - مجرم ، باقر علی خان

فضیلت شعر کے عالم[1] ، باقر علی خان ، داماد سبحان علی خان ، تخلص مجرم - مرثیہ اور سلام میں ماہر ، رنگ اُن کی طبیعت کا دونوں میں ظاہر ، ہر کوئی اُن کی مشہور ، شہرت ان کی لزدیک و دور - شہر آشوب کہ واقعے میں نصیر الدین حیدر بادشاہ کے کہا ہے کمبوہیت سے معمور ، سچ تو یہ ہے کہ اُن کی تفضیل کی دلیل ہے - دو چار شعر غزل کے لکھے جاتے ہیں :

بے وجہ کا غصہ یہ عجب بات نکالی
دل لینے کو اُس بت نے نئی گھات نکالی

بوسہ جو طلب میں نے کیا منہ کو بنایا
کیا خوب فقیروں کی مدارات نکالی

لیتا میں کبھی بوسہ پا ہائے نگاریں[2]
چال ایسی نہ اے کافر بد ذات نکالی

۱- ...عالم ، داماد ...مجرم ، اور مرثیہ و سلام ... مشہور ، شہر آشوب ...

۲- لیتا کبھی میں بوسہ......

دیکھو تو زبردستیاں دامن سے شبِ وصل
برہم جو ہوئے مارنے کو لات نکالی

ہر سٹھنی یہ دشنام تو ہر بات یہ لڑنا
یہ دان نکالا ہے یہ خیرات نکالی

برہم ہوا مجرم سے وہ بت پیادوں کی صورت
شطرنج میں کیا بازیٔ بے مات نکالی

---

۷۲۵ - مسیح ، حکیم محمد علی

طبیب حاذق ، شاعر فصیح ، حکیم محمد علی تخلص مسیح ، برادر حکیم محمد بخش - یہ (اشعار) اُس سے یادگار :

قتل کرتا ہے نگہ کی تیغ سے ابروئے دوست
سامری سے کم نہیں ہے نرگس جادوئے دوست

صدقے میں تیرے ناز کے او[1] نازنیں بخیر
جان آ رہی ہے لب پہ دم واپسیں بخیر

مثل آئینہ ہے دل درد سے حیران میرا
زلف میں الجھا ہے جب سے وہ پریشان میرا

(جان مسیح آتی لوٹے قالب بے جان میں وہیں
پانی جو منہ میں چواتا مرے جاناں میرا)

۱- اے -

حرف النون

۷۲۶ - نقی ، نقی علی خان

نقی علی خان تخلص نقی ، یہ بیت اُس کی :

جوں ہی بہار گل کی قفس تک خبر گئی
سنتے ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی

---

۷۲۷ - نالاں ، شیخ محمد وارث[1]

شیریں زباں ، (شیخ) محمد وارث تخلص نالاں ۔ منہ[2] :

اے چشم ! با از عشق تو افشا نہ کیجیو
ناحق کسی غریب کو رسوا نہ کیجیو

---

۷۲۸ - نظام ، نواب عمادالملک غازی الدین خان[3]

شیریں کلام ، ممدوح خاص و عام ، نواب عمادالملک غازی الدین خان تخلص نظام ۔ من کلامہ :

نے رونق گلشن ہیں نہ زینت کسو سر کے
مثل گل بازی نہ ادھر کے نہ اُدھر کے

دل تڑپے ہے اور دیدہ تکے راہ کسو کی
یا رب نہ کسی دل کو لگے چاہ کسو کی

۱- ترجمہ نالاں نسخہ انجمن میں ناصر کے بعد اور ولی سے پہلے ہے ۔ (مرتب)
۲- شیریں بیاں ... نالاں ، من کلامہ ۔
۳- ترجمہ نظام ، نسخہ انجمن میں نقی کے بعد اور ناصر سے پہلے ہے ۔ (مرتب)

زلف کا کھولنا بہانا تھا مدعا ہم سے منہ چھپانا تھا

دل گرمیٔ نگاہ سے بیتاب ہو گیا
جب تک آسے میں تھاسوں جگر آب ہو گیا

میں نے بدلا نہیں دل شرطِ وفا سے ہرگز
نگہِ یار تو کیوں رنگ بداتی ہے دیکھ

بے مہر سے چاہ پوچھنا کیا گمراہ سے راہ پوچھنا کیا

---

۷۲۹ - ناصر علی خان ، سید

سید ناصر علی خان ، ڈپٹی کلکٹر ، متوطن جونپور (لیک خیال ، خوش تفکر) بہ سبب نامعیّن تخلص کے حرف نون میں لکھا گیا :

ساقی نہیں ہے درد یہ جامِ شراب میں
ذرے چمکتے ہیں قدحِ آفتاب میں

عکس رخِ صنم جو ہے جامِ شراب میں
آتا ہے ماہتاب نظر آفتاب میں

اس روئے تابناک کے آیا جو سامنے
چھالے پڑیں گے آئنۂ آفتاب میں

جب سے پڑا ہے روئے مخطط کا تیرے عکس
زنگ آ گیا ہے آئنۂ ماہتاب میں

ہو جائے گی شراب نمک کے اثر سے پاک
کھاتے ہیں ہم کباب بھگو کر شراب میں

دریا میں خال روئے صنم کا پڑا جو عکس
پتلی دکھائی دی ہمیں چشمِ حباب میں

---

۷۳۰ - نیاز [شاہ نیاز احمد]

نیاز[1] ، قاضی زادۂ بلند شہر، یہ[2] شعر اُس کا مایۂ ناز :

مانگ اُس کی ایک سیدھی راہ ہے ظلمات کی
ہے شب تاریک اے دل خضر کو آگاہ کر

---

۱ - نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے تخلص درج ہونے سے رہ گیا ہے - (مرتب)
۲- یہ شعر مایۂ ناز -

حرف الواؤ

۷۳۱- ولی ، میاں

میاں ولی ، بنیاد ریختہ کی ڈالی ہوئی اس کی ، چنانچہ مصحفی فرماتے ہیں[1] :

ریختہ گوئی کی بنیاد ولی نے ڈالی
بعد ازاں خلق کو مرزا سے ہے اور میر سے فیض
گرچہ یہ زمرے میں ان کے نہیں، پر لیتے ہیں
کتنے مشتاق سخن مصحفیؔ پیر سے فیض

ولی :

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی ہو کیا مجازی کا
آج تیری بھواں نے مسجد میں[2]
ہوش کھویا ہر اک نمازی کا

کشور دل کو ترے ناز نے تسخیر کیا
فوج مجنوں کو تری زلف نے زنجیر کیا
کیونکہ ذرات جہاں تیری پرستش نہ کریں
حق نے تجھ حسن کو خورشید جہانگیر کیا

۱- میاں ولی ، بنیاد ریختے کی اُس سے قائم و استوار اور قدامت اُس کی میاں مصحفی کے کلام سے اظہار۔

۲- ناصر نے یہ شعر اس طرح لکھا تھا :

آج تیری نگہ نے مسجد میں
عشق کھویا ہر اک نمازی کا

یہاں ''کلیات ولی'' (مرتبہ نورالحسن ہاشمی انجمن ترقی اردو دہلی، ۱۹۰۵ء) کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)

اے ولی شوخ کی زلفوں کی سیاہی لے کر
قصۂ حال پریشان کو تحریر کیا

---

۷۳۲ - ولی

ولی دیگر ، یہ اُس کے نام پر مقرر[1]:

نشہ بخش عاشقاں وہ ساقیٔ گلفام ہے
جس کی آنکھوں کا تصور بے خودی کا جام ہے

---

۷۳۳ - ولی ، مرزا محمد علی

ایضاً مرزا محمد علی تخلص ولی ، یہ[2] بیت اس کی :

خوش آئے کب گلوں کا تبسم[3] ہزار کو
دیکھے جو مسکرانے میں وہ لعل یار کو

---

۷۳۴ - وجیہ ، نواب وجیہ الدین خان

نواب وجیہ الدین خان[4] ، مبارز جنگ ، تخلص وجیہ ۔ یہ اس کی طبیعت کا آہنگ :

ہے عکس حقیقت رخ نیکوئے محبت
محراب طریقت خمِ ابروئے محبت

گو قتل سے میرے ، ترے کچھ ہاتھ نہ آیا
سرخ آگے وفا کے تو ہوا روئے محبت

۱۔ دیگر۔ ولی ، یہ اس کی شاعری ۔
۲۔ یہ اُس سے یادگار ۔
۳۔ اصل میں ''تصور''۔ یہاں ریاض الفصحا کے مطابق تصحیح کی گئی ہے ۔ (مرتب)
۴۔ ...خان بہادر تخلص وجیہ ، مبارز جنگ ، یہ اس کی......

آ دیکھ بہار چمن دیدۂ و دل کو
کیا ہی یہ کھلے ہیں گل خود روئے محبت

---

۷۳۵ - وحید ، حکیم محمد وحید اللہ خاں[1]

حکیم محمد وحید اللہ خاں ابن حکیم محمد سعد اللہ خاں تخلص وحید ، ساکن بدایوں ۔ یہ اس کی گفت و شنید :

جما ہے خون میرا اس بتِ کافر کے خنجر پر
نیا گل کھل گیا دیکھو چمن بندی کے جوہر پر

دعا الٹی جو پڑتی ہے تو ہوں میں ہجر کا خواہاں
کہ شاید منعکس ہووے کبھی وصلِ ستمگر پر

---

۷۳۶ - والہ ، مرحمت خان

ماہ عذار خوباں کا ہالہ[2] مرحمت خاں تخلص والہ (ہندی میں) اور فارسی میں ثاقب ۔ یہ[3] اس سے یادگار :

ہے کس متاع کی یا رب دکاں زمیں کے تلے
چلا ہے جس لیے یہ کارواں زمیں کے تلے

ہے عیاں جلوہ ترا انسان کی تصویر سے
صورتِ معنی ہو ظاہر لفظ کی تحریر سے

۱۔ ترجمۂ وحید نسخۂ پٹنہ میں نہیں ۔ (مرتب)
۲۔ نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''حالا'' ۔ (مرتب)
۳۔ من کلامہ ۔

چشم سے کچھ جو مدعا ہے مجھے
عض تیرا ہی دیکھنا ہے مجھے

---

۲۳۷ - وارث ، شیخ محمد وارث

شیخ محمد وارث ، یہ اشعار اس سے یادگار :

کہتا ہوں اسے جان تو کہتا ہے وہ قاتل
چل جان تری کون ہے میں دشمنِ جاں ہوں

مردم ترے جمال پہ یہ چشم وا کریں
آنکھیں اٹھا کے پنجۂ مژگاں دعا کریں

آرام و صبر و طاقت و ہوش و تواں چلے
اے وائے بے کسی کہ مرے ہم رہاں چلے

حرف الہا

۷۳۸ - ہادی ، میر محمد جواد[1]

(میر) محمد ہادی (تخلص ہادی) شاہجہان آبادی ہے، یہ[2] اس سے یادگار :

اے دل اب دیتا نہیں وہ داد یہ کیا ہو گیا
آج کچھ سنتا نہیں فریاد ، یہ کیا ہو گیا

مت پوچھ تری زلف فریبندہ ہے یا خط
اک آفتِ نو زلف ہے اک تازہ بلا خط

قاصد آتا ہے واں سے گریاں
نامے کا ہوا جواب معلوم

۱- ناصر نے اس شاعر کا نام "میر محمد ہادی" لکھا ہے جو درست نہیں - صحیح "میر محمد جواد" ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ" - (مرتب)

۲- من کلامہ -

حرف الیا

۷۳۹ - یکرو ، [عبدالوهاب]

تخلص یکرو ، نام و نشان عنقا - یہ[1] بیت اس سے یادگار :

لے گئے بے رحم بے کس کر گئے
ایک تھا عاشق کے غم‌خواروں میں دل

---

۷۴۰ - یار ، میر احمد

میر احمد تخلص یار ، یہ اس سے یادگار :

آفریں اے دست ِ گستاخ ِ محبت آفریں
یہ گریباں ایک مدت سے گلے کا ہار تھا

۱- یہ اس سے یادگار -

تذکرۂ شاعرات

۷۲۱ - شمع

شاہجہان آباد میں کسی محل کی مسماۃ شمع محل دار تھی ، چونکہ یہ طائفہ چست و چالاک ہوتا ہے ، کسی موزون الطبع نے اس کی خدمت[1] میں یہ کہا :

سر سے پاؤں تک سفیدی آگئی اس پر یہ حال
شمع سا معشوق دنیا میں نہیں دیکھا چھنال

اس[2] شوخ دیدہ نے یہ جواب دیا :

پردۂ فانوس میں جلتی ہے عصمت کو سنبھال
کاٹیے ان[3] کی زبان جو شمع کو بولیں[4] چھنال

---

۷۲۲ - زوجہ منعم

میاں منعم شاعر معروف و مشہور ، ندیم[5] حضور نواب آصف الدولہ بہادر کے تھے - زوجہ ان کی خوش طبع اور نیکو شاعرہ تھی - بعد انتظار بسیار اس نے شوہر کو یہ تحریر کیا :

۱- منت -

۲- اس شوخ چشم نے اسے یہ جواب دیا -

۳- اس -

۴- بولے-

۵- ندیم نواب ......

ملنے وزیر سے گئے تم میرے بادشاہ
گھر کا وزیر بھی تو کچھ آصف سے کم نہیں
لکھتی ہوں مختصر میں پریشانیوں کا حال
رکھتی ہوں اک دوات کہ جس میں قلم نہیں

---

۷۴۳ - دلہن بیگم

دلہن بیگم صاحبہ، یہ دو شعر اس صاحبۂ عصمت[1] و حـ
سے یادگار:

جہاں کے باغ میں ہم بھی بہار رکھتے ہیں
مثالِ لالہ دلِ داغ دار رکھتے ہیں

بہا ہے پھوٹ کے آنکھوں سے آبلہ دل کا
تری کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا

---

۷۴۴ - جانی، بیگم جان

عذرا[2] ثانی، بیگم جان تخلص جانی، دختر خجستہ اختر نواب قمرالدین خاں۔ بہ سبب تپ نہانی بیمار رہا کرتی تھی۔ ہمدم خواجہ سرا نے جو استفسار حال کا کیا (اس مایۂ نزاکت نے) یہ جواب دیا:

کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسمِ ناتواں کی
رگ رگ میں نیش[3] غم ہے کہیے کہاں کہاں کی

۱- عفت۔
۲- بیگم جان تخلص جانی، عذرا ثانی، دختر......
۳- نسخۂ انجمن میں سہو کتابت سے ''ریش''۔ (مرتب)

دل جس سے لگایا وہ ہوا دشمن جانی
اس دل کا لگانا ہمیں کچھ راس نہیں ہے

---

۷۴۵ - جینا بیگم

جینا بیگم صاحبہ :

یہ کس کی آتشِ پنہانی نے جلایا ہے
کہ تا فلک مرے شعلے نے سر اٹھایا ہے

---

۷۴۶ - گنا بیگم

گنا بیگم صاحبہ ، زوجۂ عمادالملک نواب غازی الدین خان[1] بہادر - یہ اس سے یادگار :

حنا خوں ہوتی ہے ان پاؤں کی جب بات چلتی ہے
رگڑتی ہے سر اپنا سنگ پر اور ہاتھ ملتی ہے
مرے مہ[2] کی تجلی دیکھ کر کے روز حسرت سے
زمیں پر لوٹتی ہے چاندنی اور ہاتھ ملتی ہے

اس کا پیغام مجھے کیوں کہ زبانی آوے
نام سنتے ہی مرا جس کو گرانی آوے

شمع کو چہرۂ دل دار سے کیا نسبت ہے[3]
کیونکہ ہے یہ رخِ خنداں وہ ہے روتی صورت

۱- اس کے بعد کے الفاظ نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۲- مہ -
۳- ...... سے کیا ہے نسبت

۷۴۷ - زینت، نازک

مسماۃ نازک تخلص زینت، شعر[1] میں اس کے فی الجملہ نزاکت - من کلامہ :

(سسکے ہے کوئی اور کوئی در پہ مرے ہے
انصاف بھی کچھ ہے تو یہ کیا ظلم کرے ہے)
موجود ہے ہر آن جو نزدیک ہمارے
وہ وہم و گماں سے بھی حقیقت میں پرے ہے

---

۷۴۸ - موتی

موتی طوائف کہ[2] اس کے شعر میں آب و تاب گوہر کی پائی جاتی ہے - منہ :

گلابی روبرو ہے اور ہم ہیں
بس اب جام و سبو ہے اور ہم ہیں
بلا سے گو نہ ہووے دل کو واشد
ہجومِ یاس تو ہے اور ہم ہیں

---

۷۴۹ - دلبر، چھوٹی بیگم

حسن و[3] جمال میں بہتر، چھوٹی بیگم صاحبہ تخلص دلبر[4]- یہ اس سے یادگار :

۱- یہ اشعار کہ فی الجملہ نزاکت رکھتے ہیں، اُس سے یادگار -
۲- یہاں سے 'منہ' تک کے الفاظ نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)
۳- اور -
۴- 'دلبر' کے بعد کے الفاظ نسخۂ انجمن میں نہیں - (مرتب)

ہے چوکھٹ آپ کی اور سر ہمارا
قیامت تک یہیں[1] ٹکرائیں گے ہم

ہر روز جو تم روٹھ کے تیور ہو بدلتے
بے جا تو ہمیں ناز اٹھانا نہیں آتا

---

۷۵۰ - صاحب ، امۃ الفاطمہ بیگم[2]

فاطمہ بیگم تخلص صاحب، شوخ مزاج ، گرم[3] زبان ، شاگرد مومن خان دہلوی ۔ من کلامہ :

گنہ کیا صنم کے نظارے میں زاہد
یہ جلوہ خدا نے دکھایا تو دیکھا

کھولے ہیں اس نے پیرہن یوسفی کے بند
تہ کر رکھے نسیم سے کہہ دو قبائے گل

---

۷۵۱ - نزاکت ، رمجو

صاحب جمال ، نیک سیرت ، مجو[4] طوائف تخلص نزاکت ، ساکن کول ، (وارد شاہجہان آباد) یہ اس سے یاد :

۱- یہی ۔
۲- ناصر نے صاحب کا نام 'فاطمہ بیگم' لکھا ہے ، صحیح 'امۃ الفاطمہ بیگم' ہے ۔ ملاحظہ ہو 'تحقیق نامہ' ۔ (مرتب) ۔
۳ ... گرم بیان ، معشوقہ مومن خاں دہلوی ، یہ تقریر اُس کی ۔
۴- نزاکت کا نام ''مجو'' نہیں ''رمجو'' ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو 'تحقیق نامہ' ۔ (مرتب)

کیا کیا عذاب اٹھائے ہیں اندوہِ عشق کے
جز نام اب تو کچھ بھی نزاکت نہیں رہی

---

۷۵۲ - شیریں ، بیگا

بیگا طوائف تخلص شیریں - میر مہدی سپہر نے مدت میں اسے سخن آشنا کیا ، میاں بحر نے باتوں باتوں میں اسے حلقہ[1] بیعت میں کھینچا ، یہ قصہ بعینہ قصہ پرویز و فرہاد ہے کہ ادھر واہ واہ اور آدھر داد و بیداد ہے - (ایک دن میر وزیر صبا مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ یہ ذکر شیریں کے مشاعرے میں تھا ، افسوس کہ شیخ ناسخ کے اولاد نہیں کہ نام ان کا روشن رہتا - میاں بحر نے کہا تلامیذ بھی بمنزلہ خلف کے ہیں ، نام ان کا ہم سے قائم رہے گا - اور شیریں سے کہا تم بھی بہ نسبت میرے ان کی پوتی ہو) قصہ کوتاہ یہ شعر شیریں کے لکھے[2] جاتے ہیں :

عاشقوں سے کج ادائی ہو چکی
مسکرا دیجے رکھائی ہو چکی

ہے کدورت گر یونہی ہر بات میں
آپ سے ہم سے صفائی ہو چکی

میں غزل پڑھ کر جو اس کی انجمن میں رہ گیا
بولا وہ گل ، بول کر بلبل چمن میں رہ گیا

فاتحہ پڑھ کر چلا جس دم وہ میری قبر سے
کیا کہوں کیا کیا تڑپ کر میں کفن میں رہ گئی

۱- نسخہ انجمن میں سہو کتابت سے 'حلقی' - (مرتب)
۲- ''لکھے جاتے ہیں'' کے الفاظ نسخہ انجمن میں نہیں - (مرتب)

کیا خوب بندش اور نشست قوافی کی ہے کہ ''رہ گیا'' اور ''رہ گئی'' میں کچھ فرق نہیں ۔ منہ[1] :

کب سنہری کرن ہے آنچل میں
جوت سورج کی ہے یہ بادل میں

جان جاں عطردان کے بدلے
دل مرا ہو تمھاری ہیکل میں

مانعِ وصل تھا سنگار ان کا
کٹ گئی رات مسی کاجل میں

رکھ کے بیٹھے نہیں وہ ٹھوڑی پہ ہاتھ
سیب آیا ہے شاخ صندل میں

(اب زیادہ ہوس نہیں ساقی
چھک گئے ہم تو ایک بوتل میں)

جتنا کہتے ہیں شعر اے شیریں
کہہ دیں لاکھ آدمی کے دنگل میں

۱۔ نسخۂ انجمن میں یہ لفظ نہیں ہے ۔ (مرتب)

خاتمہ

الحمد للہ و المنۃ کہ انجام اس کا حسبِ دل خواہ اور ہر طرف سے شورِ واہ واہ ہوا ۔ خاطرِ احباب اس گلدستے سے باغ اور سینۂ حساد (آتش رشک سے) داغ ۔ بخدائے لایزال کہ ضبط اس کا بحسبِ ضابطہ اور ربط اس کا موافق[1] رابطہ کے ہے ۔ دوست سے سازش اور دشمن سے کاوش نہیں :

راستی اس کا ہو تو ہو باعث
مجھ سے احباب کو جو ہے اکراہ

بیت سعدی کی کرتا ہوں تضمین
تا وہ اس واردات پر ہو گواہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

کذب و[2] افترا سے یہ تذکرہ پاک اور نور صداقت سے تابناک ، کہیں کہیں بطور معما افشائے راز ، جس سے جفتے شان میں پڑیں وہ قلم انداز ۔ رباعی[3] (مولفہ) :

افسوس نہیں کسی کو محنت پہ نگاہ
محنت برباد اور لازم ہے گناہ
عزت[4] کے عبث ہوئے ہیں حاسد در پے
لاحول و لا قوۃ الا باللہ

۱- موافق رابطہ ہے ۔ دوست ......
۲- اور ۔
۳- لفظ 'رباعی' نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب)
۴ ۔ ذلت ۔

کہیں کہیں جو لطافت اور ظرافت اس میں ہے ، وہ بھی لطف سے خالی نہیں ۔ (قطعہ) :

نشانِ مومنیت ہے ظرافت
شعارِ انبیا و اولیا[1] ہے
قدِ معشوق کو کہیے اگر تاڑ
تعلی ہے ، اہانت اس میں کیا ہے

چند مدت اس کے انتظام کے واسطے محنت شاقہ کھینچی اور کیا کیا پریشانی میں بسر کی ، چار تذکرے فراہم کیے ، دو میاں مصحفی کے تیسرا تذکرہ مسمیٰ بہ چار باغ تصنیف کیا ہوا[2] مصطفیٰ خان شیفتہ کا ، چوتھا تذکرہ مسمیٰ بباغ و بہار کہ مولف اس کا اعظم الدولہ سرور ہے ۔ ان میں سے تحقیق انساب کیا[3] (اور شعر نایاب لکھے) اور کلام دور دستوں[4] کا معرفت میر محمود علی اور میر محسن علی صاحب کے کانپور سے ڈاک کی طرح آیا کیا ، دو برس کے عرصے میں خاتمہ بالخیر ہوا :

جان کندہ ایم تا شدہ حاصل وصال دوست
بیدرد در خیال کہ آسان برآمدہ

اب تاریخیں اس کی کہ تصنیف کی ہوئی احباب کی ہیں ، لکھی جاتی ہیں ۔ میر محمد (صاحب تخلص) شائق کہ تاریخ گوئی میں استاد ہیں ، یہ کہتے ہیں :

۱۔ اوصیا ۔

۲۔ ... ہوا اعظم الدولہ سرورکا - چوتھا...مولف اس کا مصطفیٰ خان شیفتہ ہے ۔

۳۔ یہ لفظ نسخۂ انجمن میں نہیں ۔ (مرتب) ۔

۴۔ دوستوں ۔

قطعہ[1]

یہ تذکرہ کیا خوب لکھا ناصر نے
جس سے رہا نام شعرائے ہندی
شاگرد بواسطہ ہیں یہ سودا کے
سودا تھا امامِ شعرائے ہندی
اور منتظم نظمِ محباں یہ ہیں
ان سے رہا نام شعرائے ہندی
کہتی ہے فلک سے ان کی ہر بیت بلند
ارفع ہے مقام شعرائے ہندی
شائق نے یہ تذکرے کی تاریخ کہی[2]
تالیف کلام شعرائے ہندی

۱۲۶۲

میر علی اوسط (صاحب) تخلص رشک (گویا تاریخ کا جامہ آن پر قطع ہوا ہے، وہ) یہ فرماتے ہیں :

ایں تذکرہ کہ ناصرش جمع نمود
دارندۂ نام شاعرانِ ہند است
گفتم بے تاریخ سنینش اے رشک
چیدہ ز کلام شاعران ہند است[3]

دوسری تاریخ میر موصوف کی انشا کی ہوئی شروع سال تذکرہ

۱۔ تاریخ ۔
۲۔ لکھی ۔
۳۔ ۱۲۶۲ (مرتب)

کی کہ وہ ۱۲۶۱ھ تھی اور تمام ۱۲۶۲ھ میں ہوا، نام اس کا خوش معرکہ تھا، سیر صاحب نے لفظ 'زیبا' سے اسے زینت بخشی۔ نام کا نام اور تاریخ کی تاریخ ہوئی:

یہ تذکرہ اچھا ہے طور اس کا نرالا ہے
نام اس کا مصنف نے 'خوش معرکہ' ٹھہرایا
اے رشک پسند آئی اس نسخے کی زیبائی
تاریخ یہی پائی، خوش معرکہ[1] زیبا!

تاریخ تصنیف کی ہوئی بندۂ ہیچمدان پریشان خاطر سعادت[2] خان متخلص بہ ناصر، مؤلفِ تذکرہ:

(تاریخ)

واہ کیا خوب تذکرہ ہے یہ — دل کا مرغوب تذکرہ ہے یہ
طرز اور طور میں نرالا ہے — جب تو عالم میں اس کا شہرا ہے
باتیں تحقیق کرکے لکھی ہیں — بیتیں تصدیق کرکے لکھی ہیں
ایک دامن پہ دو نہیں ہیں بات — فکر یکتا کی اپنی ہے کیا بات
ذکرِ حسب و نسب بعینہ ہے — حال جو ہے وہ سب بعینہ ہے
حاسدوں کو اگر پسند نہیں — دل مرا اس سے دردمند نہیں
اس کی تاریخ ہے وہ سحر حلال — جس کے قائل ہیں اہل فضل و کمال
میرا خامہ ہے یہ دُرر افشاں — یادگارِ سخن ورانِ جہاں

۱۲۶۲

دیگر از مولف

در تاب و تب حسرت بگداختہ شد دشمن
کم وزن نشد لیکن نقد سرہ[3] ناصر

۱۔ خوش معرکۂ زیبا = ۱۲۶۱ (مرتب)
۲۔ سعادت خان ناصر . . . .

از تذکرۂ ناصر چوں دشمنی بیروں شد
تاریخِ سنینِ او شد "تذکرہ ناصر"[1]

تاریخ تصنیف کی ہوئی مشفقی محبی میر مظفر علی اسیر کی :

کیا جب ناصر خوش فکر نے جمع
سخن سب شاعرانِ خوش بیاں کا
اسیر اس کی کہی ہم نے یہ تاریخ[2]
کلامِ انتخاب اہلِ زباں کا[3]

دیگر از اسیر[4] :

عجائب تذکرہ بنوشت ناصر
کہ در توصیفِ او[5] گویا خموشیست
رقم زد عندلیب کلک تاریخ
بگل بیزی دکان گل فروشیست[6]

دیگر اسیر[7] :

عجائب تذکرہ ناصر رقم زد
کلام نو ز ہر دیوان ہندیست

۱- (تذکرہ ناصر =) ۱۶۶۶ —(دشمنی =) ۴۰۴ = ۱۲۶۲ (مرتب)
۲- اسیر اس کی کہی ہے ہم نے تاریخ
۳- ۱۲۶۲ (مرتب)
۴- ایضاً اسیر -
۵- آں -
۶- ۱۲۶۲ - (مرتب)
۷- آں -

چو تاریخش طلب کردم خرد گفت
بگو ، اشعار موزونان ہندیست[1]

فن تاریخ میں نامور ، شیخ کرامت علی تخلص اظہر، یہ فرماتے ہیں :

چو تالیف سعادت خان ناصر
پسند طبع ہست و نور خاطر

برد گو از معاصر وقت تقریر
بے حجت ید بیضا ست تحریر

سخن فہم و سخن سنج و سخن داں
فروغ محفل دانش پسنداں

چو گردد طبع پاکش نکتہ پرداز
ز شوخی نکتہ بر معنی کند ناز

فصاحت را ز نظمش آب در جو
بلاغت را ز طبعش رنگ بر رو

بے تاریخ ایں تالیف مرغوب
گہر سفتہ کہ نیساں گشتہ[2] محجوب

چو شائق دید آن گوہر فشانی
بعالم داد داد خوش بیانی

علی اوسط کہ رشک شاعرانست
بمدح او بسے شیریں زبانست

بتاریخش چناں سلک گہر سفت
کہ ہر فرد بشر صد آفریں گفت

۱- ۱۲۶۱ (مرتب)
۲- گشت -

اسیر خوش بیان ہم مثل نیسان
بتاریخش بسے شد گوہر افشان

پس ایں اظہر کہ دیریں بندۂ اوست
بجان و دل مرید خوئے نیکو ست

چو شد مامور بہر سال تاریخ
بسے جست[1] از طبیعت فال تاریخ

ازاں جائے کہ مامور است معذور
اعانت خواستہ از طبع رنجور

غرض الہام از ہاتف ہمینست
زبان شاعران ہند اینست

۱۲۶۳

(دوستِ مولفِ ہیچمدان) اصغر علی خان (تخلص) نسیم[2] فرماتے ہیں :

ہے شاعر بے نظیر ناصر میں اس کا وہ میرا آشنا ہے
بے مثل ہے شاعری کے فن میں[3] جو کچھ کہیے اُسے بجا ہے
لکھا ہےجو تذکرہ خوش اسلوب گویا اک بوستاں کھلا ہے

۱۲۶۲

۱- بست ۔
۲- ... نسیم ، یہ ارشاد کرتے ہیں ۔
۳ - بے مثل ہے فن شاعری میں

کر فکر برائے سال اتمام اس طرح نسیم نے کہا ہے
ناصر نے ز فیض طبع رنگیں تازہ چمن سخن کیا ہے
۱۲۶۲

تمت بالخیر[۱]

بتاریخ بست و دویم جمادی‌الثانی ۱۲۶۳ ہجری
بہ‌عجلت تمام تحریر۔ شد کاتب کالکا پرشاد

۱۔ نسخۂ انجمن میں ترقیمے کی عبارت کو چھیل کر مٹایا گیا ہے۔ صرف یہ الفاظ پڑھنے میں آتے ہیں: "تمام شد تذکرہ ۔۔ تذکرۂ شعرا ...
تمام شد ۔۔۔ سنہ ہجری ۔۔۔ اتمام پذیرفت۔"
ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ‌گارم
(مرتب)

ضمیمہ

خوش معرکہ زیبا کے نسخہ علی گڑھ میں ایک شاعر (محمد اشرف خان حکیم) کا ترجمہ اور نسخہ لکھنؤ میں اکہتر شعرا کے تراجم ایسے ہیں جو اس تذکرے کے دوسرے نسخوں میں نہیں ہیں ۔ ذیل میں یہ تراجم درج کیے جا رہے ہیں ۔ شعرا کا سلسلہ شمار اصل تذکرے سے منسلک ہے ۔

۷۵۳ - نالاں ، میر احمد علی

میر احمد علی تخلص نالاں ، شاگرد حضرت سودا ۔ یہ اس کا بیان :

کہاں مجال کہ تم سے کہیں یہاں رہیے
مزاج خوش ہو جہاں آپ کا وہاں رہیے

---

۷۵۴ - شاداب ، خوش وقت رائے

فکر اس کی انتخاب ، خوش وقت رائے تخلص شاداب ۔ شاگرد قائم :

جب تلک ہو کام مژگاں سے تو ابرو مت چڑھا
تیر کے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہے تلوار کو

---

۷۵۵ - حافظ ، کریم الدین خان

دفتر اشعار کا محافظ ، کریم الدین خاں تخلص حافظ ، ساکن قصبۂ بچھراؤں ، شاگرد قائم ۔ من کلامہ :

ہے صحبتِ ناکس سے زیاں اہل صفا کو
موتی کا سدا رشتے سے سوراخ جگر ہے

---

۷۵۶ - فارغ [مکند سنگھ]

فارغ ، ساکن بریلی ، شاگرد حاتم - یہ بیت اُس کی :

دور سے دیکھ کے وہ چیں بہ جبیں ہوتا ہے
تا میں کچھ کہہ نہ سکوں بل بے رکھائی تیری

---

۷۵۷ - نعیم ، نعیم اللہ [خاں]

رشک کلیم ، نعیم اللہ تخلص نعیم - شاگرد حاتم :

خیال کر کے ترے مو ، کمر کو روتا ہوں
وہ کیوں نہ رونے پڑے جس کے بال آنکھوں میں

---

۷۵۸ - فرہاد ، میر ببر علی

میر ببر علی تخلص فرہاد ، شاگرد میر حسن - یہ اُس سے یاد :

مہر ہو اُس سے یا جفا ، قسمت
دیکھیے یا نصیب یا قسمت

---

۷۵۹ - شوق ، مرزا حسن علی

مرزا حسن علی تخلص شوق ، شاگرد فرہاد - یہ اُس کا ارشاد :

دل لے چلا نگہ میں وہ عیار دیکھنا
آنکھوں میں گھر کرے ہے ستم گار دیکھنا

---

۷۶۰ - رنگین ، راجہ ہلاس رائے

خوش آئین ، راجہ ہلاس رائے تخلص رنگین ، شاگرد شوق[1] - منہ :

۱- حسن خاں شوق شاگرد خانِ آرزو - (مرتب)

سن کر ترے جمال کو پھرتا ہے ڈھونڈتا
لے کر سحر سے شام تلک گھر گھر آفتاب

---

۷٦۱ - راجه ، راجه بلاس رائے

راجه بلاس رائے ، برادر ہلاس رائے ، تخلص راجه ـ شاگرد شوق[1] :

غیروں کے پاس جانا ، ہم سے کبھی نہ ملنا
افسوس ہے تو یہ ہے ارمان ہے تو یہ ہے

---

۷٦۲ - مضمون ، شرف الدین

میاں شرف الدین تخلص مضمون ، اولاد سے فرید شکر گنج کی تھے اور شاگرد خان آرزو کے ـ بزرگی اُس کے نسب کی سب پر ظاہر :

کروں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید
کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

مے کدے میں گر سراسر فعل نا معقول ہے
مدرسے میں بھی تو اک فاعل ہے اک مفعول ہے

مضمون شکر کر کہ ترا اسم سن رقیب
غصے سے بھوت ہو گیا لیکن جلا تو ہے

میر تقی میر صاحب اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ اسم کی جا نام تھا ، خان آرزو نے اسم بنایا ـ کیا خوب اصلاح ہے ، کس واسطے اہل دعوت اسم پڑھتے ہیں ، نہ نام ـ

---

۱ ـ حسن خان شوق شاگرد خان آرزو ـ (مرتب)

۷۶۳ - فارغ ، میر احمد خان

فارغ تخلص ، میر احمد خان ، مہین پور اور تربیت یافتہ اعظم الدولہ سرور - یہ اس کا بیان :

اپنے دیوانے کا تو شوقِ گرفتاری تو دیکھ
پاؤں مر کر بھی نہ نکلے حلقۂ زنجیر سے

---

۷۶۴ - آفاق ، میر فرید الدین

میر فرید الدین تخلص آفاق ، شاگرد ثناء اللہ خان فراق :

ہاتھ کا اُس کے خط لکھا آیا
تیرے قاصد میں ہاتھ کے صدقے

---

۷۶۵ - عاشق ، شیخ نبی بخش

خوش تقریر، شیخ نبی بخش تخلص عاشق، شاگرد نظیر[اکبر آبادی] یہ اُس سے یادگار :

دام میں لے کر ہمیں صیاد پچھتایا بہت
استخواں آئے نظر جب بال اور پر کے تلے

---

۷۶۶ - جولاں ، میاں رمضانی

سخنور شیریں بیاں ، میاں رمضانی تخلص جولاں ، پہلے شاگرد سودا کا تھا ، پھر جرأت سے بہرہ ور ہوا - چشم اُس کی نور سے بیکار ، گویا استاد کا خاص الخاص اور یادگار تھا :

کیا مصیبت زدوں کا جینا ہے
سیکڑوں داغ ایک سینا ہے

---

۷٦۷ - احمدی ، خواجہ احمد علی

خواجہ احمد علی ، تخلص احمدی ، شاگرد جرأت :

دم جو آنکھوں میں آ رہا ہے اب
منتظر ہوں کسی کے آنے کا
احمدی ہم نہ کہتے تھے دیکھا
کچھ مزا تو نے دل لگانے کا

---

۷٦۸ - راسخ ، ظفر یاب خان

شیرین بیان ، راسخ تخاص ، ظفر یاب خاں ، شاگرد منصور خاں ۔ مہر من کلامہ :

کہتا ہے مجھ مریض کو عیسیٰ لگا کے ہاتھ
عزت ہے اس علاج میں اپنی خدا کے ہاتھ

زخم تیغ یار کا کب ہے نشاں بالائے سر
خط پیشانی کا ہے یہ ترجہاں بالائے سر
آنے دو وحشت میں سنگ کودکاں بالائے سر
اے خوشا طالع جو بیٹھے میہماں بالائے سر
ہے طلسم زندگی اس بحر میں مثل حباب
کون اٹھا کر لے گیا اپنا مکاں بالائے سر
مجھ کو اس لیلیٰ منش کے عشق نے مجنوں کیا
طائروں نے یاں بنائے آشیاں بالائے سر
عالم اسباب سے حاصل نہیں ہے جز کفن
خاک لے جائیں گے یہ اہل جہاں بالائے سر

عشق کے آغاز میں گر جانتا انجام کار
پاؤں رکھ کر بھاگتا میں ناتواں بالائے سر

پاؤں رکھنا اس زمینِ سخت میں دشوار ہے
ہم نے اے راسخ اٹھایا آسماں بالائے سر

۷۶۹ - جوش ، احمد حسن خان عرف اچھے صاحب

صاحب جاہ و قدر ، اچھے صاحب تخلص بدر[1] ۔ شاگرد راسخ [ظفر یاب خاں] :

رو برو مہر کے ہو سکتی نہیں دور سے آنکھ
غیر ممکن ہے لڑے اس بت مغرور سے آنکھ

۷۷۰ - سوزاں ، سید حسن علی عرف حسن مرزا

شاعر خوش بیاں ، سید حسن علی تخلص سوزاں عرف حسن مرزا ، اولاد اکبر سید اکبر علی برچھیت کہ فن نیزہ بازی میں ممتاز اور بہرام گور کو بھی اس کی شاگردی پر فخر و ناز تھا ۔ رؤسائے لکھنؤ اس سے بہرور اور نیزہ باز ، دور دست محض...[2] فضل و ہنر ۔ سلسلہ نسب کا امام پنجم[3] تک دائر سایر ۔ میر موصوف ہمشیرہ زادہ نواب سیف الدولہ مرحوم ، فن سپہ گری اور نیزہ بازی معلوم ، نوکر پیش قرار ، مثل پدر نمودار ۔ عالم جوانی میں طبع نثر گوئی پر مائل اور استفادہ میر انشاء اللہ خاں سے حاصل ۔ لطائف اور ظرائف میں مہارت

۱۔ ناصر نے تخلص بدر غلط لکھا ہے ۔ راسخ کا کوئی شاگرد بدر تخلص کا نہیں تھا ، عرفیت اچھے صاحب جوش کی ہے اور شعر بھی اسی کا ہے جو سراپا سخن میں ہے ۔ (مرتب)

۲۔ ایک لفظ جو واضح نہیں ۔ (مرتب)

تمام ، تاریخ اور چیستاں بلکہ قصاید وغیرہ میں بھی خامہ رواں ۔ بعد انتضائے شباب اس سے تائب اور طرف مرثیہ کے راغب ہوئے اور میر مظفر حسین [ضمیر] کی طرف رجوع لائے ۔ چونکہ یہ تذکرہ اشعار عاشقانہ سے مرتب ہوا ، اس واسطے ذکر ان کا استاد اول کے ذیل میں ہوا ۔ من اشعارہ :

سبز جوڑا مت پہن آفت نہ لا شمشاد پر
ظلم کرنا کب روا ہے بندۂ آزاد پر

ہر گھڑی اس شوخ کا دامن جھٹکنا ناز سے
آفت نو ہے چراغ عمر بے بنیاد پر

کرتے ہیں افشائے راز عشق یہ طفل سرشک
زور مردم کچھ نہیں چلتا بری اولاد پر

صبح کو رنگ چمن کچھ ہے تو کچھ ہے شام کو
خندہ زن گل ہے بہار گلشن ایجاد پر

رات دن لکھتا ہوں اے سوزاں جو وصف روئے یار
خندہ زن گل ہے بہار گلشن ایجاد پر

---

۷۷۱ - انس ، میر مہر علی

میر مہر علی تخلص انس خلف اور شاگرد میر خلیق ، طبیعت اس کی مضمون یاب ، غزل چیدہ ، مرثیہ انتخاب ۔ یہ شعر یادگار :

بہار آئی ضعیفی کی ، گیا موسم جوانی کا
چراغ اب جھلملایا ہے ہماری زندگانی کا

---

٧٧٢ - مجروح ، لالہ لالتا پرشاد

نوجوان صورت دار ، حریف اور عیار ، نزاکت اور لطافت میں ہمہ تن روح ، لالہ لالتا پرشاد تخلص مجروح ، شاعر خوش کسب ، باریک خیال ، علم فارسی و عربی و انگریزی علیٰ قدر حالہ ، شاگرد لالہ موجی رام ، قرابت میں برادر خال زاد ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

وداع یار ہے یا ترک زندگانی ہے
غمِ فراق ہے یا مرگ ناگہانی ہے

نظر فریب چمن کیوں نہ کھائے رخ پہ ترے
بہار حسن ہے اور عالم جوانی ہے

مریض عشق کی آئی ہے جان ہونٹوں پر
دکھاؤ جلد جو صورت ہمیں دکھانی ہے

غبار کیوں نہ ہو عاشق کو خاکِ مجنوں سے
کہ دشت نجد کی بھی اس نے خاک چھانی ہے

قدم جو اُس کا نزاکت سے اٹھ نہیں سکتا
مریض عشق کو بھی عذر ناتوانی ہے

ہوا صنم جو ہم آغوش آپ سے مجروح
خدا کی بندے پہ کچھ اپنے مہربانی ہے

---

٧٧٣ - شباب ، لالہ رام دیال

عقل رسا ، ذہن اُس کا تیز ، اہالی سرکار انگریز ، لالہ رام دیال تخلص شباب ، شاگرد لالہ موجی رام ۔ یہ اشعار اُس کے دیوان سے انتخاب :

لا مکاں سے کم نہیں ویرانہ محو یار کا
کام کیا ہے خانۂ دل میں در و دیوار کا

کی خطا میں نے چھوا جو گیسوئے مشکین یار
سیکھ لینا تھا مناسب پہلے افسوں مار کا

زلف خوباں میں دل صد لخت اُن کا پھنس گیا
شیخ کی تسبیح میں رشتہ پڑا زنار کا

کر ترحم اے شکر لب اشکباری پر مری
تشنہ لب کب تک رہوں میں شربت دیدار کا

درد دل یاں تک چھپایا میں نے ، سودا ہو گیا
ضبط کرتے کرتے سب پر راز انشا ہو گیا

میری وحشت نے نہ رکھا راہ میں پست و بلند
پاؤں کے نیچے برابر کوہ و صحرا ہو گیا

---

۷۷۴ - رفیق ، لالہ لچھمن پرشاد

خوش سواد ، لالہ لچھمن پرشاد ، تخلص رفیق - قوم کایتھ ، شری واستو ، موجی رام اُن کے استاد شفیق - یہ اس سے یادگار :

نہ راحت وصل سے پائی نہ غم دیکھا جدائی میں
غم و راحت نہیں پیدا جہاں کی آشنائی میں

رفیق اُس کے لب شیریں کے بوسے بھیک لیتا ہے
مزا ملتا ہے اُس کو بادشاہی کا گدائی میں

برق چمکی ہے اسی کی خرمن دل پر مرے
ذرہ ہے خورشید جس کے روئے آتش ناک کا

نہ دیکھے خواب میں دشمن بھی اپنے دوست کی دوری
غضب ہے عاشق و معشوق میں ہونا جدائی کا

۷۷۵ ۔ گریاں ، سید محمد حسین

شاعر شیریں بیاں ، سید محمد حسین تخلص گریاں ، خلف سید حسن علی عرف حسن مرزا ابن میر اکبر علی نیزہ باز ۔ میر ضمیر کے تلامیذ میں ممتاز ۔ مرثیہ اور سلام کہتا ہے ۔ بہ سبب تقاضائے جوانی کبھی کبھی غزل خوانی بھی کرتا ہے ۔ یہ اشعار اُس سے یادگار :

کمانِ ابروے جاناں کو کچھ زوال نہیں
کمی ہلال فلک کو ہے یہ ملال نہیں

دکھاؤ خواب میں صورت تو کچھ محال نہیں
ہزار حیف کہ تم کو مرا خیال نہیں

مری امید نظارہ نہ قطع کر قاتل
جگر نکال لے ، آنکھیں مری نکال نہیں

ستم نہ اس پہ کرو ہے یہ نرگس بیمار
ملو نہ پاؤں سے تم دیدۂ غزال نہیں

لگا کے ٹھوکریں کبک دری کو کہتے ہیں
نصیب یہ تو تری چال کو بھی چال نہیں

اڑوں ہزار نہ بام قفس تلک پہنچوں
کوئی جہان میں مجھ سا شکستہ حال نہیں

ترا دامن ہے کیوں نم کیا کسی نے اشک پونچھے ہیں
بتا دے جلد میرا دم نکلتا ہے توہم سے

ترے کوچے میں پائی ہے جگہ مر مر کے اے ظالم
غبار خاکساری مت اڑا رہوار کے سم سے

---

۷۷٦ - شیدا ، محمد حسن خان

محمد حسن خاں شیدا ، پسر رمضان علی خاں بہادر ، شاگرد آتش ۔ یہ کلام اُس کی یادگار :

اچھے ہوے کے نہیں ایسے ہیں اس بار پڑے
دیکھتے کیا ہو ، برے ان کے ہیں بیمار پڑے

دولت حسن ہر اک چاہتا ہے میں لوٹوں
لوٹ میں ایسے ہیں یوسف کہ خریدار پڑے

عاشق موے جاتے ہیں مداوا نہیں کرتے
تم کیسے مسیحا ہو کہ اچھا نہیں کرتے

---

۷۷۷ ۔ ماہ ، مرزا عنایت علی (بیگ)

علم و ہنر سے ماہر اور آگاہ ، مرزا عنایت علی تخلص ماہ ، مصاحب راجہ بلوان سنگھ بہادر ابن چیت سنگھ ، والیٔ بنارس ، شاگرد آتش ۔ من کلامہ :

واللہ ان بتوں کی جو آتی نظر کمر
مضموں کمر کا باندھتے ہم باندھ کر کمر

خودرفتہ ہوکے وصل کی شب شوقِ دید سے
ڈھونڈا کیا ہوں یار کی میں بیشتر کمر

ابرو و چشم ، بینی و دنداں ، لب و دہن
سب کچھ ہے ان بتوں کے نہیں ہے مگر کمر

للہ ہم پہ کھول دو یہ عقدہ اے بتو
بولو دہن کہاں ہے تمہارا ، کدھر کمر
شاید جواب صاف دیا یار نے آسے
پکڑے ہے دونوں ہاتھوں سے جو نامہ بر کمر
ہر ماہ اس تلاش میں غائب ہوا کیا
اب تک نہ پائی ماہ نے اس کی مگر کمر

---

۷۷۸ ـ ناطق ، شیخ احمد شاہ

عارف حقائق ،شیخ احمد شاہ تخلص ناطق ، خلف محمد شاہ ، ساکن سکندر پور توابع عظیم آباد ۔ شاگرد مرزا عنایت علی ماہ ۔ یہ اشعار اس سے یادگار :

زلف کا مضموں کیا تحریر اپنے ہاتھ سے
ہم نے ڈالی پاؤں میں زنجیر اپنے ہاتھ سے
شمع کی گردن کٹانے پر یہ گل پھولا نیا
لو اٹھایا یار نے گل گیر اپنے ہاتھ سے
بعد مردن بھی نہ ہو احسان کسی کا ، اس لیے
کر رہا ہوں قبر کی تعمیر اپنے ہاتھ سے
دیدۂ نرگس ابھی بینا ہو اے سرو رواں
تو جو کھینچے سرمے کی تحریر اپنے ہاتھ سے
ایک دن تو خوں لگا رہتا مرا مثلِ حنا
قتل کرتا گر بت بے پیر اپنے ہاتھ سے
یہ دعا ناطق کی ساقیؔ ازل سے ہے مدام
جام کوثر دیں مجھے شبیر اپنے ہاتھ سے

---

۷۷۹ - مہر ، مرزا حاتم علی بیگ

مرزا حاتم علی بیگ تخلص مہر ، شاگرد ناسخ ، کلام اُن کا مضبوط اور راسخ :

شعلۂ طور ہے نے برق تجلّی ہے وہ رخ
مہر اللہ کی قدرت کا تماشا ہے وہ رخ

تن بے روح میں روح آتی ہے دیکھے سے اُسے
منہ پہ عیسیٰ کے یہ کہتا ہوں مسیحا ہے وہ رخ

شمع کیوں کر نہ جلے کیوں نہ قبا گل پھاڑے
رشک ہے حور کو بھی تو نے یہ پایا ہے وہ رخ

مہر معشوق ہے اور صبح امید عاشق
حیرت یوسف و تسکین زلیخا ہے وہ رخ

شمع کو شعلے کو مشعل کو مہ و مہر کو ہے
یہ فروغ اُس کے ہی پرتو سے ہے ، ایسا ہے وہ رخ

---

۷۸۰ - خفی ، مرزا محمد

اسرار خفی اُس پر جلی ، مرزا محمد تخلص خفی ؛ شاگرد شیخ ناسخ - یہ اشعار اُس سے یادگار :

قتل عشاق پہ کھینچے ہیں جو تلوار ابرو
بے گناہوں کو سمجھتے ہیں گنہ گار ابرو

چشم و ابرو سے تمھارے خفگی ظاہر ہے
پھیری ہیں آنکھیں ، کشیدہ ہیں جو اے یار ابرو

ترک چشم و صف مژگاں و نگاہ خوں ریز
اب ہیں اس لشکر خوں خوار کے سردار ابرو

ہے جو بوسے کی اجازت میں تقرب مجھ کو
قاب قوسین کے دکھلاتے ہیں آثار ابرو

---

۷۸۱ - قاصر، مرزا ببر علی بیگ

مرزا ببر علی بیگ تخلص قاصر، شیخ امام بخش [ناسخ] اس کے کلام کے ناظر:

ہو جو سرگرم فغاں فریاد تیرے ہاتھ سے
کیوں نہ ہو ناشاد جان داد تیرے ہاتھ سے

نیم بسمل لوٹتا ہوں ہائے ظالم وقتِ ذبح
چھٹ گیا کیوں خنجر فولاد تیرے ہاتھ سے

جرم خسرو کا نہ تقصیر اس میں کچھ شیریں کی ہے
موت لکھی ہے تری فرہاد تیرے ہاتھ سے

---

۷۸۲ - نامی، سید علی محمد خان

سعید الدولہ، شریف الملک، سید علی محمد خان بہادر انتظام جنگ ابنِ سیف الدولہ ذوالفقار الملک سید بندہ علی خان شمشیرِ جنگ۔ سید حسینی موسوی، وطن اس کے بزرگوں کا اول خوارزم، بعد اس کے سمرقند اور سمرقند سے بخارا اور بخارا سے شہر سبز وار اور شہر سبزوار سے ماوراءالنہر اور ماوراءالنہر سے دہلی اور دہلی سے لکھنؤ۔ سید موصوف علم و ہنر سے ممتاز اور جدِ مآب عہدے سے سرفراز۔ نثر اور نظم میں وحیدِ آفاق، تخلص نامی، شیخ ناسخ کے شاگرد گرامی۔ یہ اشعار یادگار:

سر دینے میں کب عاشق بے دل نے کمی کی
رک رک کے چلا، خنجر قاتل نے کمی کی

کب اشک کے گھٹنے سے غمِ دل نے کمی کی
کب بحر کے کم ہونے سے ساحل نے کمی کی

رکتا ہے کہیں موج کی زنجیر سے دریا
گو قید میں میری نہ سلاسل نے کمی کی

ہے روشنیٔ شمع تلک بزم کی رونق
ساقی جو اٹھا جلوۂ محفل نے کمی کی

کیوں یار سے طالب نہ رہوں نقد وفا کا
کس دن طلب مال میں سائل نے کمی کی

ہے آئنۂ مرحمت حیدرِ کرار
دکھلائی نہ صورت کسی مشکل نے کمی کی

نامی . . .۱ قاتل کا تغافل ہے وگرنہ
سر دینے میں کب عاشقِ بے دل نے کمی کی

ہے اس کی خاکِ پا سرتاج میری
سر ان قدموں پہ ہے معراج میری
لکھوں مضمونِ عالی اس کے قد کا
یہی ہے نظم میں معراج میری

صنم سے گفتگو ہم چاہتے ہیں
خدا سے اسمِ اعظم چاہتے ہیں
تنزل درد کا ہے سب کو منظور
ترقی درد کی ہم چاہتے ہیں
کہاں ہے مرہم کافور مہتاب
کہ اپنے زخم مرہم چاہتے ہیں

---

۱ - ایک لفظ جو واضح نہیں - (مرتب)

۷۸۳ - حسام ، چودھری حسام الدین

حسام ، مروت تمام ، خلق اس کا عام ، چودھری حسام الدین ، قصبہ سلیم پور توابع پرگنہ امیٹھی ، شاگرد کرامت اللہ فرخ ۔ یہ اشعار اس سے یادگار :

بلبل آسا لب پہ جو شور و فغاں پیدا ہوا
دل میں کیا عشق جمالِ گل رخاں پیدا ہوا

گوہر دنداں سے دیکھی اس میں موتی کی لڑی
حقۂ لعلِ یمن تیرا دہاں پیدا ہوا

کیوں نہ اس نورِ بصر افزا کا گھر آنکھوں میں ہو
اس مکیں کے واسطے تھا یہ مکاں پیدا ہوا

نہالِ عشق سے زخمِ دل و داغِ جگر پایا
یہ گل باغِ جہاں میں ہم نے پایا ، یہ ثمر پایا

جب آئے ہم رقیبوں سے تجھے شیر و شکر پایا
ہمیشہ زہر غم سے کام جاں کو تلخ تر پایا

کیا آخر روانہ اس کو ہم نے کوئے جاناں میں
نہ بہتر طائر جاں سے جو مرغِ نامہ بر پایا

حسام اس آرزو میں کٹ گئی عمرِ عزیز اپنی
نہ مطلب سے مگر نخلِ تمنا بارور پایا

عکس اس گلشنِ رخسار کا اس پر جو پڑا
آئنے میں ہوا عالم سبدِ گل چیں کا

کس طرح مجھ کو آئے نہ عالم نظر سیاہ
آنکھوں میں یار بن ہے جہاں سر بسر سیاہ

رکھتا وہ ماہ منزلِ عشاق میں قدم
ہوتا نہ ان کا کوکب طالع اگر سیاہ

---

۷۸۴ - کیوان ، شیخ بدلی

شیخ بدلی ، تخلص کیوان ، شاگرد میر کلب حسین نادر - منہ :

کیوں مقید نہ اسی میں ہو ہماری گردن
زلفِ پیچاں میں لپٹتی ہے تمھاری گردن

---

۷۸۵ ، اخگر ، (شیخ محمد عسکری عرف) حیدری

سخن ور معتبر ، میاں حیدری[1] تخلص اخگر ، ساکن اٹاوہ ، شاگرد نادر[2] - یہ اس سے یادگار :

لپٹائے جو غیروں کو وہ بے پیر گلے میں
کیوں پہنوں نہ میں طوقِ گلوگیر گلے میں
جز خاک در یار شفا تو بھی نہ ہووے
داخل ہو دم نزع جو شمشیر گلے میں
زاہد کی بغل میں جو نظر آگیا قرآں
کی ہم نے حمائل تری تصویر گلے میں
اخگر کہو کس کافر بدکیش کی ہے یاد
اٹکا ہے جو یوں نعرۂ تکبیر گلے میں

---

۷۸۶ - عزیز ، راجہ سید یوسف علی خان

صاحب دانش و تمیز ، اعتماد الدولہ راجہ سید یوسف علی خان

۱- ان کا نام "شیخ محمد عسکری" اور عرفیت "حیدری" ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تحقیق نامہ - (مرتب)

۲ - میر کلب حسین نادر (مرتب)

بہادر تخلص عزیز ، پرگنہ مرہا توابع دارالخلافہ لکھنؤ۔ رانی وہاں کی بہ سبب سرتابی مغضوب بادشاہ ہوئی ۔ یہ عزیز بہ سبب حمایت سعید الدولہ بہادر کہ ماموں راجہ موصوف کے ہیں ، اس پرگنے کے راجہ ہوئے۔ یہ اشعار اس کے مولوی شہید کی اصلاح سے مزین ہوئے ہیں ، لکھے جاتے ہیں :

نازک ہے یار شوق ہوا ہے شراب کا
ہو مے کشی کے واسطے پیالہ حباب کا
مارا ہے نازکی نے کسی بحرِ حسن کی
زیبا مری لحد کو ہے گنبد حباب کا

ہرگز خیالِ زلفِ پریشاں نہ چھوڑیے
مدفن بھی دشت میں ہو ، بیاباں نہ چھوڑیے
کچھ بس نہ چل سکا دلِ وحشی کے ہاتھ سے
چاہا بہت کہ کوچۂ جاناں نہ چھوڑیے

دلِ صد چاک میں وہ مہ جبیں ہے
کہ چلمن میں کوئی پردہ نشیں ہے
دم اب ہونٹوں پہ ہے صورت دکھاؤ
کسے یاں زندگانی کا یقیں ہے
مری آنکھوں میں کیا آہو سمائیں
خیالِ چشمِ مست و شرمگیں ہے
عزیز افسوس وہ اتنا تو کہتے
ترا دل کس لیے اندوہگیں ہے

کیا لکھوں حال دیدۂ تر کا
جوش آنکھوں میں ہے سمندر کا

کمر یار جس کو کہتے ہیں
سایہ ہے میرے جسمِ لاغر کا
سنتے سنتے تمہارے سخت سخن
دل مرا ہوگیا ہے پتھر کا
اس قدر ہے عزیز کو تو عزیز
رہا درباں سدا ترے در کا

پار ہو جائے گا بیڑا ، دور غم ہو جائے گا
مجھ سے عاصی پر اگر تیرا کرم ہو جائے گا
گر کریں گے آپ پلکوں کے اشارے غیر سے
برچھیاں پڑ جائیں گی مجھ پر ستم ہو جائے گا

مہر کو یار کا ٹوٹا ہوا ساغر سمجھا
مہ کو میں جامِ سفالی کے برابر سمجھا
عشق ابرو میں ترے حال یہ پہنچا میرا
کہ ہر اک شاخ کو میں باغ میں خنجر سمجھا

---

۷۸۷ ۔ عادل ، بہاری لعل

بہاری لعل تخلص عادل ، تلمذ اسے شہید سے حاصل ۔ یہ اس سے یادگار :

عشقِ بتاں کا کوئی نہیں دل میں داغ ہے
افسوس ہے کہ خانۂ دل بے چراغ ہے
سوزاں ہمارے سینے میں الفت کا داغ ہے
اپنے سیاہ خانے میں روشن چراغ ہے

خوشبو پسند آئے مجھے کیا گلاب کی
اس رشکِ گل کی بو سے معطر دماغ ہے

دل خوب داغ ہائے محبت سے ہے بھرا
سرسبز آج کل تو مرا خانہ باغ ہے

پھولوں کے سونگھنے سے ہوا دردِ سر آسے
وہ رشکِ گل کہاں ہی نازک دماغ ہے

الفت کا رنج باغِ جہاں میں کسے نہیں
لالے کے بھی جگر میں محبت کا داغ ہے

روزِ فراق بھی شبِ تیرہ نظر پڑا
سمجھا میں آفتاب کو روشن چراغ ہے

---

٧٨٨ ـ کاظم ، مرزا کاظم علی

خوش سخنور ، مرزا کاظم علی ، مشہور بہ کربلائی ، تخلص کاظم ، شاگرد کوثر[1]۔ منہ :

قتل کی اپنے یقیں ہوگئی تدبیر مجھے
خط جو سرخی سے کیا یار نے تحریر مجھے

ہوگیا جوشِ جنوں تاب نہ آئی مجھ کو
اپنی منت کی جو دی یار نے تحریر مجھے

خنجر سے اپنے کاٹ لیا اس نے سر مرا
شکرِ خدا کہ قصہ ہوا مختصر مرا

باغِ ارم کی سیر کی پھر ہو نہ آرزو
کاظم جو اس کے کوچے میں ہووے گزر مرا

۱۔ مرزا مہدی کوثر ۔ (مرتب)

٧٨٩ - ظہور ، آغا حسن

طالب علم مستعد ، مرد با شعور ، آغا حسن تخلص ظہور ، ولد مرزائی صاحب ، شاگرد مرزا مہدی قبول - یہ اس سے یادگار :

جب بام پر نمود وہ رشکِ قمر ہوا
ہرگز نہ چاند شرم سے پھر جلوہ گر ہوا

مشتاقِ وصل گرچہ مرا عضو عضو تھا
اے قاتل اس لیے یہ جدا تن سے سر ہوا

فرہاد سر کو پھوڑ کے تیشے سے مر گیا
شیریں سے کہہ دو دور ترا دردِ سر ہوا

اب مجھ کو وصل کی ہوئی امید یار سے
خلعت سے سرفراز مرا نامہ بر ہوا

میں ڈھونڈ لیتا حشر کے دن اس نشان سے
میرے لہو سے دامنِ قاتل نہ تر ہوا

دود جگر ہمارا نہ برباد جائے گا
کاجل ہمارے یار کو مدِ نظر ہوا

تاریک میری آنکھ میں اس سے زمانہ ہے
پنہاں مری نظر سے وہ رشکِ قمر ہوا

جب سے دہانِ یار کی الفت ہوئی مجھے
ایسا ہوا میں زار کہ موئے کمر ہوا

کچھ خوفِ حشر میرے نہیں دل میں اے ظہور
حامیٔ روز حشر شہ بحر و بر ہوا

---

٧٩٠ - قابل ، میر رضا علی

طبع اس کی محاورے پر مائل ، میر رضا علی تخلص قابل ، شاگرد

مرزا مہدی قبول ۔ یہ اس سے یادگار :

عقدہ کسی عاجز کا جو وا کر تو بھلا ہے
مشہور ہے دنیا میں بھلا کر تو بھلا ہے

---

۷۹۱ - رشید ، سید تہور حسین

سید تہور حسین تخلص رشید ، ابن سعد اللہ واسطی ، شاگرد مرزا مہدی قبول ۔ یہ اس سے یادگار :

حال یہ وحشت سے اب ہمارا ہوا ہے
صبر کا جامہ بھی پارا پارا ہوا ہے
دیکھیے تنہائی میں گزرتی ہے کیوں کر
قیس کو بھی مجھ سے اب کنارا ہوا ہے

---

۷۹۲ - راجہ ، راجہ بلوان سنگھ

صاحب کوس و لوا ، راجہ بلوان سنگھ تخلص راجہ ، والیٔ بنارس ، شاگرد [حاتم علی بیگ] مہر ۔ من کلامہ :

رنگ مہندی کا نہیں شام و سحر ہاتھ میں ہے
پنجۂ مہر ترے رشکِ قمر ہاتھ میں ہے
ذبح کر ، چھوڑ دے ، یا کنج قفس میں کر بند
اب تو صیاد ترے مرغِ سحر ہاتھ میں ہے

---

۷۹۳ - تنہا ، کفایت علی

شاعر بے مثل و یکتا ، منشی کفایت علی تخلص تنہا ، شاگرد حاتم علی مہر ۔ من اشعارہ :

کب تک دکھائے گا مجھے تیغِ جفا کے ہاتھ
قصہ تمام کر کہیں قاتل لگا کے ہاتھ

ہے جی میں لکھ کے برگِ گل تر پہ حالِ دل
اُس نازنیں کو بھیجیے پیکِ صبا کے ہاتھ

کرتے ہیں وہ مصافحہ غیروں سے یا نصیب
بزمِ طرب میں بیٹھ کے، ہم سے اٹھا کے ہاتھ

خواہانِ آفریں ہیں وہ افسوس غیر سے
گردن پہ میری تیغِ جفا کے لگا کے ہاتھ

گم ہو گیا ہے باتوں ہی باتوں میں دل مرا
دیکھو خدا کے واسطے دزد حنا کے ہاتھ

رکھ تو دیا ہے سر بتِ قاتل کے پاؤں پر
ہے آبرو مگر مری تنہا خدا کے ہاتھ

---

۷۹۴ - تاثیر، لالہ کنہیا لال

لالہ کنہیا لال تخلص تاثیر، باشندۂ فرخ آباد، شاگرد [میر اسمٰعیل] منیر، یہ اس کی تصویر :

تیرے گلے میں پڑ نہ سکے اے نگار ہاتھ
شاخِ خزاں رسیدہ ہیں اے گل عذار ہاتھ

خنجر سے دل کے سیکڑوں ٹکڑے جو کر دیے
میرا کلیجہ بڑھ گیا اے بت ہزار ہاتھ

کھجلائے اُس کی پیٹھ مرے سامنے رقیب!
اللہ خشک ہو صفت پشت خار ہاتھ

---

٧٩٥ - رضوان ، واجد علی خان

صاحب شوکت و شان ، نواب واجد علی خان تخلص رضوان ، نواسہ نواب مظفر جنگ ، مسند آرائے فرخ آباد ، شاگرد منیر - یہ اس سے یادگار :

تیرا جلوہ ہے جو اے مہر لقا آنکھوں میں
چشمِ خورشید سے افزوں ہے ضیا آنکھوں میں

اس شہ کشور خوبی کو جو دیکھا میں نے
بن گیا طائر نظارہ ، ہما آنکھوں میں

سامنے رہتا ہے اس حور کا کوچہ رضوان
باغِ جنت کی سمائی ہے فضا آنکھوں میں

---

٧٩٦ - محو ، شیخ فیض اللہ

شیخ فیض اللہ، شاگردِ منیر ، تخلص محو ، قدم بہ قدم استاد بلکہ یک دو گام زیاد - موقع و محل سمجھ کر یہ نثر گلستان کی لکھی جاتی ہے - "بنیاد ظلم اول اندک بود ، ہر کہ آمد برآں مزید کرد بدیں غایت رسید"[1] - قصہ مختصر یہ اشعار اس کے :

آبلہ پائی میں یاد آئی جبیں اس حور کی
بیل آئینے کی ٹٹی پر چڑھی انگور کی

ہر طرف دکھلائی دیتی ہے تجلی نور کی
تیرے جسمِ پاک میں چربی ہے شمع طور کی

دیکھیو محفل میں وہ کیا کیا قیامت لائیں گے
شمع بنواتے ہیں صبحِ حشر کے کافور کی

۱- گلستاں کی اصل عبارت یہ ہے - "بنیاد ظلم اندر جہان اول اندک بودہ است و ہر کس کہ آمدہ بران مزید کردہ تا بدین غایت رسید" - (مرتب)

دل میں آتا ہے کہ اک موسیٰ سے بازی کھیلیے
گوٹ بھی چوپڑ میں ہو دامانِ کوہِ طور کی

سنگِ موسیٰ پر جو مضموں اشک باری کا کھدے
پھر ہری ہو جلد ہر اک شاخ نخلِ طور کی

---

۷۹۷ - سفیر، خواجہ بادشاہ

خواجہ بادشاہ تخلص صفیر[۱]، پسر اور شاگرد خواجہ وزیر۔ یہ اشعار اُس سے یادگار:

کس قدر نرم ہے تمھارا پیٹ
مثل مخمل ہے صاف سارا پیٹ

چھو لیا ہم نے جو تمھارا پیٹ
رشک سے دشمنوں نے مارا پیٹ

اے فلک غم کہاں تلک کھائیں
بھر گیا بھر گیا ہمارا پیٹ

اختر خال جو ہوا پیدا
ہو گیا تیرا چاند تارا پیٹ

دیکھتا ہے صفیر منہ اپنا
صاف آئینہ ہے تمھارا پیٹ

---

۷۹۸ - عیش، میر علی حسین

خوش تقریر، میر علی حسین خلف میر محمد علی، تخلص عیش، شاگرد اور خویش خواجہ وزیر، یہ اُس کی تقریر:

لی ہے جو اُس کی زلف گرہ گیر ہاتھ میں
اس جرم پر پنھائی ہے زنجیر ہاتھ میں

۱- صحیح تخلص 'سفیر' ہے۔ ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ"۔ (مرتب)

تو خاک بھی جو لے تو ہو اکسیر ہاتھ میں
اے بت خدا نے دی ہے یہ تاثیر ہاتھ میں

فرہاد و قیس ، شیریں و لیلیٰ کو بھول جائیں
دے دوں اگر میں یار کی تصویر ہاتھ میں

رہتا ہے لیس وہ بت سفاک قتل پر
گر دوش پر کماں ہے تو تیر ہاتھ میں

تیغ نگاہ ناز سے کیجے مجھے شہید
کیوں لی ہے جان آپ نے شمشیر ہاتھ میں

رنگ حنا سے سونے کی چڑیا ہر ایک ہو
صیاد میرا لے جو عصافیر ہاتھ میں

اے عیش تم عبث کفِ افسوس ملتے ہو
کب ہاتھ دے گا وہ بت بے پیر ہاتھ میں

---

۷۹۹ - جوہر ، جواہر سنگھ

آداب مجلس سے بے خبر ، جواہر سنگھ تخلص جوہر - یہ روداد عجیب اور افسانۂ غریب ہے - خواجہ حیدر علی آتش کی اس غزل کا :

مضمون حسن و عشق نہیں کس غزل میں ہے
سنیے اگر تو لطف ہماری زٹل میں ہے

تتبع کیا اور سراج الدولہ کے مشاعرے میں کہ مدار المہام وہاں کے خواجہ صاحب ہیں ، غزل کو پڑھا - چونکہ صحبت گزشتہ سے تلامیذ خواجہ صاحب کے خواجہ وزیر کی لاف و گزاف سے دل کو پر آبلہ رکھتے تھے ، اُس کی غزل پر ریشخند کیا اور اپنے پھپھولوں کو پھوڑا - جب اُس نے خلاف قاعدہ حرکت ان کی

مشاہدہ کی ، تند و تیز ہو کر کہا "کیا چیں چیں کرتے ہو ، معلوم ہوتا ہے کہ جہلا جمع ہوئے ہیں" - ہر چند اُس کے طعن اُنھیں دو چار پر تھے ، اس بات سے رنجش عام ہوئی - مرزا حیدر صاحب فیض آبادی نے زجر و توبیخ فرمایا اور اشارے سے کہا کہ اُٹھ جاؤ - وہ نادان نہ سمجھا اور بعد تمام کرنے غزل کے جو وہ اٹھا ، چند شاگرد آتش کے کسی بہانے سے اُس تلک پہنچے اور آبرو ریز ہوئے - خواجہ وزیر صاحب کی خاطر اس واقعے سے نہایت پریشان ہوئی اور اس کے تدارک سے حیران ہوئے - غزل جوہر :

مضمون غزال چشم کا ہر اک غزل میں ہے
وحشی ہیں عین لطف ہماری زٹل میں ہے

مستی بھری ہوئی یہ ہماری زٹل میں ہے
مینائے مے ہے بیت جو اپنی غزل میں ہے

جو بت وہاں ہے رشک بتانِ فرنگ ہے
کیا لطف کوچہائے فرنگی محل میں ہے

رتبہ ہمارا آج سلیماں سے کم نہیں
وہ غیرت پری جو ہماری بغل میں ہے

دیکھا جو قصر یار تو خوش ہو کے ہنس دیا
دیوار قہقہہ کا اثر کیا محل میں ہے

اے جان تیرے اس لب شریں کے روبرو
کچھ قند میں مزا نہ حلاوت عسل میں ہے

ہیں بادشاہ ملک سخن حضرت وزیر
جوہر زمین شعر اُنھیں کے عمل میں ہے

---

۸۰۰ - اشک ، میر ہادی علی

معاصرین کو اُس پر رشک ، میر ہادی علی تخلص اشک ،

شاگرد برق - من اشعارہ :

یہ نہیں ہے اُس کی زلف عنبریں بالائے سر
یار نے پالا ہے مار آستیں بالائے سر

سایۂ دست جنوں سے ہجر میں آرام ہے
چتر و افسر کی ہمیں حاجت نہیں بالائے سر

داغ سر پر طوق گردن میں اسیر عشق ہوں
حلقۂ خاتم گلے میں ہے نگیں بالائے سر

میرے نالوں نے تہ و بالا کیا سارا جہاں
آسماں پاؤں کے نیچے ہے زمیں بالائے سر

اشک ہے داغ جنوں سے طبع اپنی داغ داغ
ہم لیے پھرتے ہیں فردوس بریں بالائے سر

---

۸۰۱ - اسعد ، مرزا اسعد بخت

صاحب مسند ، مرزا اسعد بخت تخلص اسعد ، نبیرۂ حضرت شاہ عالم - من کلامہ :

تو اسعد غضب ہے کہ ہاتھوں سے تیرے
نہ تسبیح ٹھہرے نہ زنار ٹھہرے

---

۸۰۲ - اسفان

اشفاق[۱] ، قوم نصاریٰ ، یہ اُس سے مشہور آفاق :

خط کا یہ جواب آیا کہ لکھا کبھی پھر خط
کر ڈالوں گا اک دم میں ترے آن کے ٹکڑے

۱- صحیح تخلص "اسفان" - ہے ملاحظہ ہو "تحقیق نامہ"- (مرتب)

۸۰۳ - آزاد

صاحب ارشاد ، تخلص آزاد ، یہ اس سے یاد :

ہو نہ دامن گیر کوئی تجھ کو قاتل جان کر
تو بھی روتا چل جنازے کو ہمارے دیکھ کر (کذا)

---

۸۰۴ - آشنا

تخلص آشنا ، اور احوال سے آشنائی نہیں :

پیری میں کروں سیر جہاں کا تو بجا ہے
دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشا گذری کا

---

۸۰۵ - بلیغ ، قدرت اللہ

خوش دست گاہ ، بلیغ تخلص ، نام قدرت اللہ :

جب دست ستم گار میں خنجر نظر آیا
دعوے کو لبوں پر مرا لخت جگر آیا

---

۸۰٦ - بیزار ، حسین بخش

حسین بخش تخلص بیزار ، مردم اکبر آباد - یہ شعر اس کا مایۂ ناز :

کہوں ہوں جس سے میں ان کو بلا لا وہ یہ کہتا ہے
مجھے ناحق ہیں دوڑاتے نہ آئیں گے نہ جائیں گے

---

۸۰۷ - بینی بہادر ، راجہ

راجہ بینی بہادر :

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی
ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

---

۸۰۸ - تجلی حیدر آبادی ، شاہ

شاہ تجلی حیدر آبادی :

دامن کا کس کے عکس پڑا ہے کہ چرخ تک
پھیلا رہا ہے سرو لب جوئبار ہاتھ

---

۸۰۹ - جراح ، غلام ناصر

سودا زدوں کو اُس سے اصلاح ، غلام ناصر تخلص جراح ، پیشے کی رعایت سے یہ تخلص کرتا تھا ۔ یہ اُس سے یادگار :

جراح ٹانکے دینے میں مت کر درنگ تو
اس واسطے کہ زخم مرے یار گرم ہیں

---

۸۱۰ - جولاں ، میر حسین علی

کاشف راز خفی و جلی، میر حسین علی تخلص جولاں، ساکن دکن ۔ یہ اُس کا بیان :

اب ایسے جام میں ساقی شراب ارغوانی بھر
کہ جس کو دیکھ کر زاہد کے منہ میں آئے پانی بھر

---

۸۱۱ - حالی ، میر محب علی

فکر اُس کی عالی ، میر محب علی تخلص حالی ، مردم مرشدآباد ۔ یہ اُس سے یاد :

عوض میں بوسے کے دینا گالی سوال دیگر جواب دیگر
یہ طرز تو نے نئی نکالی ، سوال دیگر جواب دیگر

۸۱۲ ۔ حسن ، ابوالحسن

مولوی ابوالحسن حسن ، یہ اُس کا نقد سخن :

جواب لائیو قاصد شتاب نامے کا
جواب نامہ نہ ہووے جواب نامے کا

۸۱۳ ۔ خود غرض

خود غرض تخلص ، یہ اُس سے یادگار :

بند قبا کو کھول کے گلشن میں تو نہ جا
ہووے نہ گل گلے کا ترے ہار دیکھنا

۸۱۴ ۔ خرد ، فخر الدین خان

فکر شعر میں اُسے کوشش و کد ، نواب فخرالدین خان تخلص خرد :

ہماری ان کی صحبت آہ ، ابر و برق کی سی ہے
ہم ان کو دیکھ کر روتے ہیں اور وہ ہم پہ ہنستے ہیں

۸۱۵ ۔ راغب ، سبحان قلی بیگ

زشتی کا کاسب ، بدی کا طالب ، سبحان قلی بیگ تخلص راغب ، توران نژاد ۔ یارِ غار سعادت یار خان رنگین ۔ میر انشاء اللہ خان میں اور اس میں نوبت ہجو کی پہنچی ۔ طرفہ تر یہ کہ اصلاحِ سخن

اسے میر موصوف سے تھی ۔ مشہور ہے کہ میر انشاء اللہ خان نے اپنی ہجو کا ایک بند پسند فرمایا ، گڑگڑی لقرئی بیچ کر پچیس روپے اس کے صلے میں بھیج دیے ۔ قصہ کوتاہ یہ دو شعر اس کے :

رشکِ چمن جو اٹھ گیا آج ہمارے پاس سے
اپنے برنگ گل یہاں اڑ گئے کچھ حواس سے

منہ دوپٹے میں چھپایا اس نے
ہم کو در پردہ لبھایا اس نے

---

۸۱٦ ۔ شعلہ ، پنڈت امر ناتھ

پنڈت امر ناتھ تخلص شعلہ ، منشی سبحان علی خان صاحب کا (کذا) ۔ یہ اس کا بیان :

جان دی شعلہ نے خط سبز سے پرہیز کر
حق میں اس بیمار کے پرہیزکرنا سم ہوا

---

۸۱۷ ۔ طرہ ، طرہ باز خاں

طرہ باز خان تخلص طرہ :

مصور کھینچے گر اس شوخ کی تصویر کاغذ پر
مری صورت بھی ہو زیر قدم تحریر کاغذ پر

---

۸۱۸ ۔ طفل ، مرزا عبد المقتدر

مرزا عبدالمقتدر عرف مرزا طفل ، تخلص طفل ، یہ اس کی گفتارِ بلاغت آثار :

رات دن وحشتِ جاں مونس تنہائی ہے
دل ہے میرا کہ کوئی وحشیِ صحرائی ہے

---

۸۱۹ - عالی جاہ

خلف نظام الملک والیٔ دکن، تخلص عالی جاہ ، طبع کا خوش آگاہ - یہ شعر اس کا :

رات دن اشکوں سے آنکھوں میں تری رہتی ہے
شاخِ نرگس اسی پانی سے ہری رہتی ہے

---

۸۲۰ - محزوں ، عالم شاہ

جویائے مضموں ، عالم شاہ تخلص محزوں ، میاں مصحفی نے اس کو باشندہ امروہے کا لکھا ہے - نواب مصطفیٰ خان شیفتہ اپنے تذکرے میں مشائخ زادہ گڈھمکتیشر کا قرار دیتے ہیں اور مصحفی پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ درین جا از وادیٔ تحقیق بر کراں افتادہ - فقیر نے جو ان کے تذکرے کی سیر کی، بہت سا خلاف اس میں دیکھا- چنانچہ مرزا حاجی قمر کو مرزا تقی کا [بیٹا] لکھا ہے ، وہ فرزندِ ارجمند مرزا جعفر صاحب کے ہیں اور طالب علی خان عیشی کو شاگرد میاں مصحفی کا قرار دیا ہے ، ان کو میر انشاء اللہ خان سے تلمذ تھا - کرامت اللہ[۱] شہیدی کو رہنے والا لکھنؤ کا لکھتے ہیں ، وہ بانس بریلی کا متوطن ہے - دور دستوں کی روداد میں ہر شخص معذور ہے - قصہ مختصر یہ شعر محزوں کا ہے :

تم نہ فریاد کسی کی نہ فغاں سنتے ہو
اپنے مطلب ہی کی سنتے ہو جہاں سنتے ہو

۱- شہیدی کا نام ''کرامت علی خان'' ہے - (مرتب)

٨٢١ - وزیر ، وزیر علی خان

صاحبِ حکومت و ریاست ، نواب وزیر علی خان بہادر وزیر ، متبنیٰ نواب آصف الدولہ بہادر ، وقت قید فرنگ یہ مطلع اس نے ارشاد کیا :

اٹھ گئے محفل سے سارے یار اور ہلچل پڑی
اے خلل انداز گردوں اب تو تجھ کو کل پڑی

---

٨٢٢ - سیرت ، نورجہاں بیگم

مایۂ لطافت و نزاکت ، نور جہاں بیگم تخلص سیرت ، یہ اس کی شہرت :

ہمارے پاس کب تو آپؐ سے اے جان آتا ہے
زبردستی تجھے یہ جذبۂ دل کھینچ لاتا ہے

---

٨٢٣ - شوخ ، گنا بیگم

گنا بیگم تخلص شوخ - صبیہ علی قلی خاں ، شش انگشتی ، نہایت نازک مزاج اور پاکیزہ طبع تھی - ہمراہ شوہر لشکر میں رہتی تھی - محمل میں سوار جاتی تھی ، پانی مانگا ، اس وقت آبدار خانے میں بہ حسب پانی نہ تھا - آب تازہ چاہ سے کھینچ کر اسے دیا - آب اس چاہ کا شور تھا ، منہ سے جام لگاتے ہی وہ شیریں دہن قلق بےمزگی سے جان بحق ہوئی - یہ اشعار اس سے یادگار :

آ کر ہماری خاک پہ کیا یار کر چلے
خوابِ عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے

نامہ لکھا سبھوں کو مرا نام بھی نہیں
اوروں کو تو دعا مجھے دشنام بھی نہیں

اشک امڈا ہوا پھر ضبط سے کم رکتا ہے
ناصحا اٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے

---

۸۲۴ - حکیم ، محمد اشرف خان

شاعر دورِ قدیم ، محمد اشرف خاں تخلص حکیم - یہ دو قطعے اس سے یادگار :

سن کے گھڑیال کو نالاں یہ کیا اس سے سوال
سینہ کوباں ہے توکیوں ، کس لیے ہے شور انگیز
چشم پر آب ہو بولا ، کہے کیا خاک حکیم
کاسۂ عمر ہوا جاتا ہے جس کا لبریز

حکیم یک بیک آیا جو زندگی کا خیال
تو اپنی نظروں میں سارا جہاں ہوا تاریک
کہ مثلِ شیشۂ ساعت کٹے ہے ہر دم عمر
ہر اک نفس ، نفسِ واپسیں سے ہے نزدیک

اشاریہ

اشخاص

الف

آباد ، مہدی حسن خان : ۲۳۱ ، ۲۳۳ -
آتش ، خواجہ حیدر علی : ۱ ، ۳ ، ۵ تا ۷ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۷ ، ۱۹ تا ۲۱ ، ۲۵ ، ۲۹ ، ۳۱ ، ۳۳ ، ۴۲ ، ۴۴ ، ۴۷ ، ۵۵ تا ۵۷ ، ۶۳ ، ۶۴ ، ۶۷ ، ۷۱ ، ۷۲ ، ۷۵ ، ۷۷ ، ۷۹ ، ۹۸ ، ۹۹ ، ۱۰۲ ، ۱۰۴ ، ۱۰۸ ، ۱۱۰ ، ۱۱۱ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴ ، ۱۱۶ ، ۶۰۵ ، ۶۲۰ ، ۶۲۱ -
آدم (علیہ السلام) : ۱۱۹ -
آرزو ، مرزا علی محمد : ۳۲۴ ، ۳۲۵ -
آزاد ، (اسلم ندارد) : ۶۲۳ -
آزاد ، سید علی حسین : ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۳۶۶ -
آزاد ، شاہ مرزا : ۷۷ تا ۷۹ -
آشنا : ۶۲۳ -
آشنا ، سید محمد : ۳۰۰ ، ۳۰۱ -
آشنا ، میر محمد : ۳۰۲ -
آصف (الدولہ) : ۲۹۶ -
آغا ، نصر اللہ خان : ۲۴۰ -
آفاق ، میر فرید الدین : ۵۹۸ -
آفتاب ، شاہ عالم : ۳۸۶ -
الکی ، خواجہ مرزا خان : ۲۵۳ -
اثر ، نواب حسین علی خان : ۲۱۸ تا ۲۲۰ -
اثیم ، میر محمد علی : ۳۸۹ -
اچھے صاحب : ۷۱ -
احمد علی خان ، میر : ۳۵۴ -
احمدی ، خواجہ احمد علی : ۵۹۹ -
اختر ، مرزا محمد تقی خان : ۳۸۹ ، ۳۹۰ ، ۳۹۲ -
اختر ، مرزا واجد علی شاہ بادشاہ : ۱۵۵ ، ۲۷۸ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷ ، ۳۹۰ ، ۵۲۷ ، ۵۲۸ -
اخگر ، شیخ محمد عسکری عرف حیدری : ۶۱۱ -
ازل ، آغا حسن : ۹۶ -
اسحاق ، مرزا اسحاق : ۲۲۰ تا ۲۲۵ -

یہ اشاریہ جناب گوہر نوشاہی نے مرتّب کیا ہے ، جس کے لیے اُن کا شکر گزار ہوں ۔ (مرتّب)

اسد ، اسد خاں : ۲۶۵ ، ۲۶۶ -
اسرار ، مرزا بندو : ۱۹۹ ، ۲۰۰ -
اسعد ، میرزا اسعد بخت : ۶۲۲ -
اسفان : ۶۲۲ -
اسیر ، (بلتراز) : ۱۵۱ -
اسیر ، میر مظفر علی : ۱۱۰ -
اشرف ، اشرف علی : ۱۸۹ -
اشک ، میر ہادی علی : ۶۲۱ ، ۶۲۲ -
اصغر ، علی اصغر خاں : ۱۱۳ ، ۱۱۴ -
اظہر ، شیخ کرامت علی : ۱۵۰ ، ۱۵۴ ، ۱۵۵ ، ۱۵۷ ، ۵۸۹ -
اعتماد علی خاں عرف خوش نظر ، خواجہ سرا : ۱۵۵ -
اعجاز ، اصغر علی خاں : ۱۲۳ ، ۱۲۴ -
اعظم ، اعظم خاں : ۱۵۲ -
اعظم ، میر اعظم شاہ : ۱۰۴ ، ۱۰۶ ، ۱۰۷ -
اعلیٰ ، مولوی اعلیٰ : ۴۸۹ -
افضل ، حسن یار خاں : ۱۷ ، ۱۸ -
افضل ، شاہ غلام اعظم : ۳۷۰ ، ۳۷۱ -
اقبال ، اقبال الدولہ : ۲۶۳ ، ۲۶۴ -
اکبر ، اکبر خاں : ۱۲۸ ، ۱۲۹ -
اکبر علی ، مرزا : ۳۶۳ -
الم ، آغا مہدی : ۱۲۸ تا ۱۳۰ -
الم ، محمد علی : ۱۶۸ -
امانت علی مرحوم ، مولوی : ۱۵۴ -
امداد ، امداد علی خاں : ۴۸۸ -
امی ، روشن بیگ : ۱۵۲ -
امید ، قزلباش خاں : ۴۸۸ -
امیر ، امیر مرزا : ۴۰ ، ۴۱ -
امیر ، شیخ امیر اللہ : ۱۵۲ -
امیر ، لالہ شادی لال : ۵۴ ، ۵۵ -
انس ، محمد مرزا : ۲۳۶ تا ۲۳۸ ، ۲۴۰ -
انس ، میر مہر علی : ۶۰۱ -
انسب ، میر ابو طالب : ۴۱۶ ، ۴۱۷ -
انور ، علی مرزا : ۳۶۱ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴ ، ۳۷۳ -
اوج ، مرزا علی حسین : ۶۷ ، ۶۸ -
اوج ، میر محمود خاں : ۳۳۵ ، ۳۳۶ -
ایجاد ، شیخ بہادر علی : ۳۸۹ ، ۳۹۰ -
ایمان ، شیر محمد خاں : ۴۸۸ -

ب

بادشاہ ،دیکھیے ”نصیرالدین حیدر“
باسط ، خواجہ : ۹ ، ۲۹ ، ۳۱ -
بحر ، شیخ امداد علی : ۳۹۹ ، ۳۶۱ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۷۰ تا ۳۷۳ ، ۳۷۵ ، ۳۷۹ ، ۳۸۹ -
برہا ، کنور سنگھ : ۱۲۹ ، ۱۳۰ -
برق ، مرزا محمد رضا : ۹۹ ، ۲۱۸ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ ، ۳۱۳ ، ۳۲۲ تا ۳۲۴ ، ۳۲۶ ، ۳۲۸ ، ۳۳۰ ، ۳۳۳ ، ۳۳۷ ، ۳۳۹ ، ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، ۳۴۶ ، ۳۴۹ ، ۳۵۰ ، ۳۵۲ ، ۳۵۴ ، ۳۵۵ ، ۳۶۳ ، ۶۲۲ -
برکت ، برکت علی خاں : ۳۹۴ -
بسمل : ۳۹۶ -
بسمل ، مرزا عنایت علی : ۲۰ ، ۲۱ ، ۲۳ -
بلیغ ، قدرت اللہ : ۶۲۳ -
بہار ، مرزا علی : ۳۴۷ -
بیتاب ، سنتوکھ رائے : ۳۹۵ -
بیتاب ، شاہ علیم اللہ : ۳۹۵ -
بیتاب ، عباس علی خاں : ۱۸۲ -
بیخود ، میر ہادی علی : ۳۸۷ تا ۳۸۹ -
بیدل ، مرزا عبدالقادر : ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۵۵۷ -
بیزار ، حسین بخش : ۶۲۳ -
بینی بہادر ، راجہ ۶۲۳ -

پ

پاکباز ، میر صلاح الدین : ۳۹۷ -

ت

تاثیر ، لالہ کنہیا لال : ۶۱۷ -
تجلی حیدر آبادی ، شاہ : ۶۲۴ -
تجلی ، میر محمد حسین : ۲۴۷ -
تحیر ، مرزا محمد بیگ : ۳۷۹ ، تا ۳۸۲ -
تراب ، تراب شاہ : ۳۹۸ -
تسکین ، میر حسین : ۱۸۴ تا ۱۸۶ -
تمکین ، میر صلاح الدین : ۳۹۹ -
تمنا ، خواجہ محمد علی : ۳۹۸ -
تمنا ، محمد اسحاق : ۳۹۹ -
تنویر ، سید کاظم حسین : ۳۲۷ ، ۳۲۸ -
تنہا ، کفایت علی : ۶۱۶ ، ۶۱۷ -
تنہا ، محمد عیسیٰ : ۲۰۱ -

ث

ثابت ، اصالت خاں : ۵۰۰ -
ثابت ، امانت علی : ۵۰۰ -
ثابت ، شجاعت علی خاں : ۵۰۰ -

ثاقب ، مرزا مہدی : ۲۲۷ تا ۲۲۹ -
ثبات مرزا محمد محسن : ۳۰۰ -
ثمر ، سید ابو تراب : ۳٦۱، ۳٦۲، ۳٦۷ -

ج

جان صاحب ، میر یار علی : ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۷ -
جانی ، بیگم جان : ۵۷۸ ، ۵۷۹ -
جرأت : ۱٦۸ ، ۳٦۷ ، ۵۹۹ -
جرأت ، میر شیر علی : ۵۰۱ -
جراح ، غلام ناصر : ٦۲۳ -
جری ، مرزا سرفراز علی : ۳۳۲ تا ۳۳۵ -
جزا ، میر مہدی حسن : ۸۸ ، ۸۹ -
جلا ، مرزا واحد علی خاں : ۱۲۵ -
جلیل (ہدایت) ، میر ہدایت علی : ۳۳ ، ۳٦ -
جنون ، میر مہدی : ۳٦۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ -
جوان ، مرزا کاظم علی : ۵۰۲ -
جوش ، میر وارث علی : ۲٦۸ ، ۲٦۹ -
جوشش ، محمد روشن : ۵۰۱ -
جولاں ، میاں رمضانی : ۵۹۸ -
جولاں ، میر حسین علی : ٦۲۳ -
جوہر ، جواہر سنگھ : ٦۲۰ -
جہاندار شاہ : ۵۰۲ ، ۵۰۳ -
جینا بیگم : ۵۷۹ -

چ

چرکین ، شیخ باقر علی : ۱۳۱ ، ۱۹٦ -

ح

حاتم : ۵۹٦ -
حافظ : ۳۰۸ -
حافظ شیرازی : ۹۸ -
حافظ ، کریم الدین خاں : ۵۹۵ -
حافظ ، وارث علی : ۳۰۰ -
حالی ، میر محب علی : ٦۲۳ -
حبیب ، میر نواب : ۲٦۳ ، ۲٦۳ -
حدت ، نواب علی ابراہیم خاں : ۵۰۵ -
حزین ، محمد باقر : ۵۰۵ -
حسام ، چوہدری حسام الدین : ٦۱۰ -
حسام ، محمد تقی خاں : ۳۵۵ ، ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳٦۲ -
حسن علیہ السلام ، حضرت امام : ۳۰۱ ، ۳۷۳ -
حسن ، ابو الحسن : ٦٦۵ -

حسن علی ، منشی : ۲٦۸، ۲٦۹ -
حسین علیہ السلام ،حضرت (امام) :
۱۵۵ ، ۱۵٦ ، ۳۰۱ ، ۳۳٦ ،
۳٦۹ ، ۳۷۳ ، ۳۰۱ -
حسین ، سید غلام حسین : ۵۰۳ -
حشم ، میر امیر علی : ۳۰۷ ،
۳۰۸ -
حشمت ، محمد علی خاں : ۵۰۵ -
حکیم، محمد اشرف خاں: ۵۹۴، ٦۲۹ -
حیدر بیگ خاں : ۲۳۳ -
حیدر بیگ خاں ، امیر الدولہ :
۲۱۸ -
حیدر مرزا : ۱۰۸ -
حیدر ، مرزا حیدر خاں،دلیر الدولہ:
۳۲۸ تا ۳۳۰ -
حیرتی ، میر مراد علی : ۵۰۵ ،
۵۰٦ -

خ

خادم ، خادم علی خاں : ۵۰۸ -
خاکسار ، میر محمد یار : ۵۰۷ -
خدا بخش ، شیخ : ۲۰۱ ، ۲۵۳ -
خرد ، فخر الدین خاں : ٦۲۵ -
خستہ ، عبداللہ خاں : ۵۰۷ -
خضر علیہ السلام ، حضرت :
۲۱٦ -
خضر، مرزا بندہ علی بیگ : ۲۷۳ -
خطا ، نظر علی بیگ : ۳۹۸ -
خطا ، ملا محمد : ۳۹۹ -
خفی ، مرزا محمد : ٦۰۷ -
خلیق ، میر مستحسن : ۲۹۵ ،
۳۰۹ ، ٦۰۱ -
خلیل اللہ ، حضرت ابراہیم علیہ
السلام : ۱٦۵ -
خلیل ، میر دوست علی : ۳۷ ،
۳۸ ، ۵۰ ، ۵۲ ، ۵۳ ،
۵۵ -
خواجہ ، محمد حسن : ۵۳۸ -
خود غرض : ٦۲۵ -
خورشید ، خوش وقت علی خاں :
۳۵۰ تا ۳۵۳ ، ۳۵۵ -
خیال ، میر غلام حسین : ۵۰۸ -

د

دارا ، مرزا دارا بخت : ۱٦۷ -
دانا ، روشن لال : ۱۳۷ ، ۱۳۸ -
دانا ، شیخ فضل علی : ۵۱۰ -
داؤد علیہ السلام ، حضرت :
۱۱۹ -
درد ، خواجہ میر : ۱۳۲ ، ۵۱۹ -
دریا ، رتن ناتھ : ۳۳۳ ، ۳۳۳ -
دریغ ، سید زین العابدین : ۱۳۸ -
دل ، محمد عابد : ۵۱۰ -
دلیر ، چھوٹی بیگم : ۵۸۰ -
دلسوز ، خیراتی خاں : ۱۵۸ ،

- ۱۵۹

دلہن بیگم : ۵۷۸ -

دوست ، شیخ غلام احمد : ۵۱۰ -

ذ

ذرہ ، شنکر لال : ۳۶۸ ، ۳۶۹ -

ذرہ ، لالہ چنی داس : ۵۱۱ -

ذکا ، خوب چند : ۱۵ -

ذوق ، آسا رام : ۵۱۲ -

ذوق ، شیخ محمد ابراہیم ، ملک الشعراء ، خاقانیٔ ہند : ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۲ تا ۱۶۴ ، ۱۶۶ تا ۱۶۸ -

ذوق ، شاہ ذوق : ۵۱۱ -

ر

راجہ ، بلاس رائے راجہ : ۵۹۷ -

راجہ ، بلوان سنگھ راجہ : ۶۱۶ -

راجہ ، جیا لال : ۵۵ -

راحم ، میر محمد علی : ۵۱۵ -

راسخ ، ظفر یاب خاں : ۵۹۹ ، ۶۰۰ -

راسخ ، غلام علی خاں : ۵۱۶ ، ۵۱۷ -

راغب ، جعفر خاں : ۵۱۶ -

راغب ، سبحان قلی بیگ : ۶۲۵ -

رام دیال ، منشی : ۲۷۸ -

راوی ، خواجہ مصاحب علی : ۲۹۳ -

رسا ، میر علی احمد : ۳۲۶ -

رستم : ۱۵۳ -

رسوا ، آفتاب رائے : ۵۱۳ ، ۵۱۴ -

رشک ، میر علی اوسط : ۷۹ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۳۰۹ تا ۳۱۲ ، ۳۱۴ تا ۳۲۰ ، ۳۲۲ ، ۳۲۴ ، ۳۲۶ تا ۳۲۸ ، ۳۳۲ تا ۳۳۶ ، ۳۳۹ ، ۳۴۲ تا ۳۴۸ ، ۳۵۲ ، ۳۵۵ ، ۳۵۷ ، ۳۵۹ ، ۳۶۱ ، ۳۶۳ ، ۳۶۵ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۷۰ تا ۳۷۳ ، ۴۵۱ ، ۴۵۲ ، ۵۸۶ ، ۵۸۷ -

رشید ، سید تہوّر حسین : ۶۱۶ -

رضوان ، واجد علی خاں : ۶۱۸ -

رضی ، سید رضی خاں : ۵۱۳ -

رفیق ، لالہ لچھمن پرشاد : ۶۰۳ -

رفیق الدولہ بہادر : ۳۰۲ -

رمضان علی خاں بہادر : ۶۰۵ -

رلد ، حمزہ علی : ۵۱۶ -

رند ، نواب سید محمد خاں : ۱۳ ، ۱۶ ، ۲۱۸ -

رنگین ، راجہ بلاس رائے : ۵۹۶ ، ۵۹۷ -

روا ، مرزا محمد تقی : ۵۱۵ -

رونق ، شیخ رونق علی : ۳۱ ، ۳۲ -

ز

زار ، میر مظہر علی : ۵۱۸ -
زکی ، جعفر علی خاں : ۵۱۸ -
زلیخا : ۱۱۵ ، ۵۳۹ ، ۶۰۷ -
زوجۂ منعم : ۵۷۷ -
زینت ، نازک : ۵۸۰ -

س

ساحر : ۳۳۶ ، ۳۳۷ -
ساحل ، سید اکبر علی : ۳۳۶ ، ۳۳۷ -
سالک ، میر مصطفیٰ بخش : ۱۳ ، ۲۹ -
سالم ، میر عسکری : ۳۷۳ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۸ -
سامی ، میرزا محمد جان : ۵۲۳ -
سبحان علی خاں : ۲۲۶ ، ۵۶۳ -
ستار ، عبدالستار : ۵۲۳ -
سپہر ، میر مہدی : ۳۹۰ تا ۳۹۳ ، ۳۹۶ ، ۳۹۹ ، ۵۸۲ -
سجاد ، سید علی سجاد : ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۷۰ -
سجاد ، میر سجاد : ۵۲۳ -
سحاب ، اللہ یار خاں : ۳۳۶ ، ۳۳۸ -
سحر ، اجودھیا پرشاد : ۳۰۶ ، ۳۰۷ -
سحر ، سید ناصر علی : ۲۳۳ تا ۲۳۶ ، ۳۸۷ -
سحر ، شیخ امان علی : ۳۵۵ تا ۳۵۸ ، ۳۶۱ ، ۳۶۳ -
سحر ، میر علی حسین : ۳۷ ، ۳۸ -
سخن ، لالہ رام دیال : ۹۹ ، ۱۰۱ -
سراج ، سراج الدین خاں : ۵۱۶ -
سرور ، ولایت حسین : ۹۸ ، ۹۹ -
سروش ، شیخ مراد علی : ۲۲۳ ، ۲۲۵ -
سعادت ، سعادت خاں : ۳۷۰ تا ۳۷۲ -
سعید ، آغا نجف : ۳۰۱ ، ۳۰۲ -
سفیر ، خواجہ بادشاہ : ۶۱۹ -
سلطان ، خواجہ سلطان خاں : ۵۱۹ -
سلطان مرزا : ۷۷ -
سلطان ، میرزا ایزد بخش : ۵۱۹ -
سلیمان علیہ السلام ، حضرت : ۱۱۵ ، ۱۱۹ -
سودا ، مرزا محمد رفیع : ۵۳۷ ، ۵۹۸ -
سوز ، محمد میر دہلوی : ۱۵۸ -

سوزاں ، سید حسن علی عرف حسن میرزا : ۶۰۰ ، ۶۰۱ -
سہراب ، سہراب بیگ : ۱۵۳ -
سیاح ، میر محمد رضا : ۸۷ ، ۸۸ -
سید ، سید علی خاں : ۳۲۲ ، ۳۲۳ -
سید ، میر عنایت حسین : ۳۹ ، ۳۰ -
سیرت ، نورجہاں بیگم : ۶۲۸ -
سیف ، میرزا مغل : ۵۲۳ -
سیفی ، میر وارث علی : ۲۶۵ -

ش

شاد ، فضل امام خاں : ۳۳۵ -
شاداب ، خوش وقت رائے : ۵۹۵ -
شاداں ، رائے چندو لال : ۵۳۳ -
شاداں ، شیخ قطب علی : ۵۳۲ ، ۵۳۳ -
شاذ ، میر عباس علی : ۳۸۲ ، ۳۸۳ -
شاکر ، شیخ شاکر علی : ۵۳۱ -
شاکر ، شیخ محمد شاکر : ۵۳۱ -
شاہ خاتم : ۵۳۸ -
شاہ کاظم : ۳۹۸ -
شاہ ، مرزا خاں : ۳۶۱ -
شاہ میر خاں : ۳۲ -
شائق ، رائے امر سنگھ : ۵۳۰ -
شائق ، شیخ امین الدین : ۵۳۰ -
شائق ، لالہ فتح چند : ۲۵۶ ، ۲۶۰ -
شائق ، لالہ سیوا رام : ۵۶ تا ۵۸، ۶۰ تا ۶۲ -
شائق ، میر محمد : ۲۰۵ ، ۲۶۱ تا ۲۶۳ ، ۵۸۵ ، ۵۸۶ -
شائق ، نظیر الدین : ۵۳۱ -
شباب ، لالہ رام دیال - ۶۰۲ -
شجاع الدولہ بہادر ، نواب : ۲۳ ، ۱۱۸ ، ۱۲۵ ، ۲۲۳ -
شجاعت ، بالکے بہاری : ۵۸ ، ۶۰ -
شجاعت ، شیخ بہادر علی : ۵۲۶ -
شرر ، مرزا آغا حسن : ۳۲ ، ۳۳، ۳۵ تا ۳۷ ، ۳۹ تا ۴۱ ، ۲۱۸ -
شرر ، مرزا ابراہیم : ۵۲۹ -
شرف ، سید باقر علی عرف حجو : ۷۳ تا ۷۷ -
شرف ، شیخ شرف الدین حسین : ۳۷۳ ، ۳۷۴ -
شرف ، میر مہدی : ۵۲۹ -
شرف الدولہ بہادر : ۱۳۸ -
شعلہ ، پنڈت امر ناتھ : ۶۲۶ -
شفا ، مرزا کریم بیگ : ۳۵۰ ، ۳۵۱ -

شفق ، مرزا علی جان : ۳٦۷ ، ۳۷۳ تا ۳۷۵ ، ۳۷۹ -
شگفتہ ، بدھ سنگھ : ۱۳۲ -
شگفتہ ، نواب سیف علی خاں : ۱۳۰ -
شمس ، شمس الدین : ۵۳۲ -
شمس ، نواب محمد علی خاں عرف ننھے نواب : ۵۲ تا ۵۳ -
شمع : ۵۷۷ -
شمیم ، امراؤ مرزا : ۹۱ ، ۹۲ -
شمم ، میر محمد حسین : ۱۸۹ -
شناور ، صاحب مرزا : ۲۳ ، ۲۵ -
شوخ ، گنا بیگم : ٦۲۸ -
شور ، خواجہ عاصم خاں : ۵۳۰ -
شور ، مرزا محمود بیگ : ۵۳۲ -
شورش ، غلام احمد : ۱۸۱ -
شوق ، تصدق حسین خاں عرف حکیم نواب مرزا : ۵۳۳ -
شوق ، شیخ غلام رسول : ۱۵۹ -
شوق (نامی) میر ضامن علی : ۳۱۷ ، ۳۲۰ -
شوق ، میرزا حسن علی : ۵۹٦ -
شہامت علی خاں بہادر : ۲۲ -
شہید ، مولوی محمد بخش : ۲۷۸ تا ۲۸۰ ، ۲۸۲ ، ۲۸۳ ، ۲۸۵ ، ۲۸۷ - ۲۸۸ -
شیخ ببر : ۳۸۹ -
شیخ مداری : ۵۲٦ -
شیدا ، محمد حسن خاں : ٦۰۵ -
شیریں ، بیگا : ۵۸۲ ، ۵۸۳ -
شیفتہ ، نواب مصطفیٰ خاں : ۱۳۲ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۵۸۵ ، ٦۲۷ -

ص

صابر ، میر حسن : ۵۳۵ -
صاحب ، آمنة الفاطمہ بیگم : ۵۸۱ -
صاحب ، مظفر الدولہ ، نواب ظفر یاب خاں : ۱۵۹ -
صاحبقران ، میر امام علی : ۱۹٦ تا ۱۹۹ -
صادق ، صادق حسین خاں : ۳۵۵ تا ۳۵۷ -
صبا ، میر وزیر : ۷۹ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۷ تا ۸۹ ، ۹۱ ، ۹۳ تا ۹۷ ، ۵۸۲ -
صبر ، میر اسد : ۲۵۵ ، ۲۵٦ -
صحبت ، بخشش علی خاں : ۲۳۳ -
صدر ، میر صدر الدین : ۹ ، ۱۲ -
صدر جہاں ، میر : ۱۳۲ -
صدق : ۵۳۵ -
صفیر ، مرزا مغل : ۳۳۱ -
صفا : ۵۳٦ -
صفدری ، میر عبداللہ : ۵۳٦ -
صواب ، شیخ محمد اشرف : ۵۳۵ -
صولت ، خواجہ محمد : ۱۱٦ ، ۱۱۸ -

ض

ضاحک ، میر غلام حسین : ۵۳۷ -
ضبط ، نوازش علی خاں : ۲۲۲ ، ۲۲۳ -
ضمیر ، گنگا داس : ۱۵۰ -
ضمیر ، میر مظفر حسین : ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۲۳۸ -
ضمیر ، میاں مداری : ۱۰۲ ، ۱۹۶ -

ط

طالب ، مہتاب رائے : ۱۶۸ -
طالع ، میر شمس الدین : ۵۳۸ -
طاہر ، مرزا بندہ حسین : ۱۲۷ -
طبیب ، حکیم سید شاہ : ۵۳۸ -
طرہ ، طرہ باز خاں : ۶۲۶ -
طفل ، مرزا عبدالمقتدر : ۶۲۶ -
طوبیٰ ، میر مسیتا : ۳۹۴ ، ۳۹۵ -
طور ، مرزا محمد رضا : ۴۳۷ تا ۴۳۹ -
طوفان ، میر علی حسین : ۴۳۹ ، ۴۴۰ -
طوفان ، میر نوازش علی : ۳۴۲ ، ۳۴۳ -
طوماس ، جان : ۱۵۱ -

ظ

ظاہر ، محمد خاں : ۵۳۹ -
ظفر الدولہ ، نواب : ۱۲۰ -
ظفر ، بہادر شاہ (بادشاہ دہلی) : ۱۵۴ ، ۱۵۷ ، ۱۶۰ ، ۱۶۴ تا ۱۶۶ -
ظفر ، شیخ ظفر علی : ۱۱۰ ، ۱۱۱ -
ظہور ، آغا حسن : ۶۱۵ -
ظہور ، جگل کشور : ۵۵ ، ۵۶ -
ظہور ، حافظ ظہور اللہ بیگ : ۵۳۹ -
ظہور ، شیخ ظہور اللہ : ۵۴۰ -
ظہور ، شیو سنگھ : ۵۴۰ -
ظہور ، مرزا ظہور علی : ۵۴۰ -

ع

عاجز ، شیخ عبداللہ : ۳۴۱ ، ۳۴۲ -
عادل ، بہاری لال : ۶۱۳ -
عارف ، محمد عارف : ۵۴۱ ، ۵۴۲ -
عارف ، میر جمال الدین : ۱۳ ، ۳۱ -
عازم : ۵۴۴ -
عاشق ، اعظم خاں : ۵۴۲ -
عاشق ، سید غیاث الدین : ۵۴۳ -
عاشق ، سید ہدایت علی خاں : ۵۴۲ -

عاشق ، شیخ نبی بخش : ۵۹۸ -
عاشق ، مہدی علی خاں : ۵۴۱ -
عاشق علی خاں : ۲۷۸ ، ۲۸۰ -
عاشور علی خاں ، نواب : ۱۱۸ ، ۱۲۰ ، ۱۲۵ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۱۳۰ تا ۱۳۳ ، ۱۳۷ تا ۱۳۹ ، ۱۴۱ -
عاصمی ، خواجہ برہان الدین : ۵۴۵ -
عاقل ، عاقل شاہ : ۵۴۵ -
عالی : ۱٦۷ -
عالی ، آغا علی رضا خاں : ۲۲ تا ۲۴ -
عالی جاہ : ٦۲۷ -
عالی ، خواجہ عبداللہ عرف ابوجی : ۱۱۴ ، ۱۱٦ -
عباس ، میر : ۳۹٦ ، ۳۹۷ -
عبدالشکور خواجہ : ۱۱۴ ، ۱۱٦ -
عدم ، واجد علی خاں : ۹۳ -
عرش (زار) ، میر حسن عسکری عرف میر کلو : ۹۸ ، ۴۰۵ ، ۴۰٦ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۳ ، ۴۱٦ ، ۴۱۹ -
عروج ، منشی احمد حسن خاں : ۳۳۹ ، ۳۴۱ ، ۳۴۲ -
عسکری ، مرزا : ٦۷ -
عشق ، آغا رضا : ٦۴ تا ٦٦ -
عشق ، سید حسین مرزا : ۲۳۸ -
عشق ، شاہ رکن الدین : ۱۴۲ ، ۱۹٦ -
عشق ، علی اشرف خاں : ۳۴۲ -
عشق ، میر زین الدین : ۵۴۳ -
عشقی ، شیخ الٰہی بخش : ۳۴۸ ، ۳۴۹ ، ۳۵۱ -
عشقی ، قاسم علی : ۵۴۳ -
عشقی مراد آبادی : ۵۴۳ -
عطا : ۵۴٦ -
عطاء اللہ خاں : ۴۴٦ -
عظمت ، میر عظمت اللہ خاں : ۱۸۴ -
علی ، حضرت علی رضی اللہ عنہ : ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۲۳۸ ، ۴۴٦ -
علی ، مرزا علی رضا : ۴۳۳ تا ۴۳٦ -
علی اکبر شیرازی ، ملا : ۹۹ -
علی بخش ، خواجہ : ۱ -
علی خاں ، مرزا : ۱۲۰ -
علی محمد ، آغا : ۲۲ -
علی نظر ، مرزا : ۵٦ -
علی نقی خاں ، منشی : ۲۲٦ -
عنایت ، عنایت علی خاں : ۱۸٦ -
عیسیٰ (علیہ السلام) حضرت : ۱۱۰ ، ۲۳۹ ، ٦۰۷ -
عیش ، ابو محمد : ۳۴۴ -
عیش ، میر علی حسین : ٦۱۹ ، ٦۲۰ -

غ

غازی الدین حیدر ، بادشاہ : ۵۹ ، ۵۳۵ -
غافل ، لالہ کنہیا لال : ۳۱۵ -
غافل ، منور خان : ۲۰۳ ، ۲۳۸ -
غالب ، اسد اللہ خان ، عرف مرزا نوشہ : ۱۶۳ ، ۱۹۰ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ -
غالب ، مکرم الدولہ بہادر بیگ خان : ۵۳۵ -
غریب ، شیخ نصیر الدین احمد : ۵۳۹ -
غلام حیدر ، شیخ : ۳۱۸ -
غلامی ، شاہ غلام محمد : ۵۳۸ -
غنی ، شیخ محمد : ۵۳۸ -
غنی ، عبدالغنی : ۵۳۸ -
غنی ، غنی محمد : ۳۳۲ -
غنی کاشمیری : ۲۰۳ -
غیور ، رحمت اللہ : ۱۳۸ ، ۱۳۹ -

ف

فارغ : ۵۵۱ -
فارغ ، مکند سنگھ : ۵۹۶ -
فارغ ، میر احمد خان : ۵۹۸ -
فتح چند ، لالہ : ۳۷۷ -
فخرالدین حیدر مرزا ، نواب : ۱۲۵ -
فدا ، شیخ فدا حسین : ۱۸۰ ، ۱۸۱ -
فدا ، میر امام الدین : ۵۵۱ -
فراق ، ثناء اللہ خان : ۱۳۲ ، ۵۹۸ -
فراق ، خواجہ بہادر حسین : ۲۰۳، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۲۸۳ -
فراق، مرزا تقی علی خان : ۵۵۰-
فراق ، پریم کشور : ۵۵۰ -
فرحت ، شیخ فرحت اللہ : ۵۵۰ -
فرحت اللہ خان ، میر : ۱۷۵ -
فرخ ، کراست اللہ خان : ۲۶۶ ، ۲۶۸ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، ۳۰۶ -
فرصت ، مرزا ہاتف بیگ : ۵۵۱ -
فرعون : ۵۶ ، ۱۱۹ -
فرہاد ، میر ببر علی : ۵۹۶ -
فریاد ، محمد باقر : ۳۳۴ ، ۳۳۵ -
فصیح ، مرزا جعفر علی : ۲۰۴ ، ۲۲۵ -
فقیر ، خواجہ : ۳۷۷ -
فقیر ، میر کمال الدین : ۱۲ ، ۱۳ -
فکر ، شیخ ذوالفقار علی : ۲۷۶ -
فگار ، میر حسین : ۱۹۴ -
فلک ، میر بہادر حسین : ۴۳۰ -
فوق ، میر بندہ حسن : ۸۹ تا ۹۱ -
فہیم ، پنڈت سندر لال : ۳۳۲ -

ق

قابل ، مرزا علی بخش (مرزا علی بخت) : ۱۶۶ -
قابل ، میر رضا علی : ۶۱۵ -
قاصر ، مرزا ببر علی بیگ : ۶۰۸ -
قارون : ۸۷ -
قاسم بیگ ، مرزا : ۲۸۷ -
قاسم علی خاں بہادر ، نواب : ۷۱ -
قائل ، سید علی خاں : ۳۳۷ ، ۳۳۹ -
قائم : ۴۹۵ ، ۵۹۵ -
قبول ، مرزا مہدی : ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۳۰۰ ، ۴۷۵ ، ۶۱۵ ، ۶۱۶ -
قدر ، محمد قدر : ۵۵۲ -
قدر ، میر نصیر الدین : ۹۷ -
قدرت اللہ ، مولوی : ۱۳۲ -
قدس ، مرزا محمد رضا عرف جھمن : ۲۴۰ ، ۲۴۱ -
قرار ، بندہ علی خاں : ۴۱۹ -
قربان ، میر قربان علی : ۵۵۲ -
قربان ، میر مہدی : ۵۵۲ -
قطبی صاحب ، مرزا : ۲۸۹ -
قلق ، خواجہ اسد : ۳۷۷ ، ۳۸۳ ، ۳۸۵ ، ۳۸۶ -
قلندر ، غلام قلندر خاں : ۵۵۳ -
قمر ، مرزا حاجی : ۵۷ ، ۵۹ ، ۲۶۶ ، ۶۲۷ -
قمرالدین خاں ، نواب : ۵۷۸ -
قیس ، شیخ کاظم علی قدوائی : ۳۳۶ ، ۳۳۷ -

ک

کاظم علی ، مرزا : ۴۲۲ -
کامل ، مرزا کامل بیگ : ۵۵۴ -
کرامت علی ، شیخ : ۱۱۰ -
کرم ، شیخ غلام ضامن : ۱۸۲ ، ۱۸۳ -
کریم اللہ ، شیخ : ۱۸۰ -
کلیم اللہ (دیکھیے موسیٰ علیہ السلام) :
کوثر، مرزا مہدی : ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۴ ، ۶۱۴ -
کیف ، شیخ فضل احمد : ۸۴ ، ۸۵ ، ۸۷ -
کیفی ، میر ہدایت علی : ۵۵۴ -
کیواں ، شیخ بدلی : ۶۱۱ -
کیواں ، مرزا علی حسین : ۳۷۷ ، ۴۰۲ ، ۴۰۳ -

گ

گرداب ، رام چرن: ۴۷۳، ۴۷۹ -
گریاں ، سید محمد حسین : ۶۰۴ -
گل، نواب امیر مرزا خاں : ۱۳۰ تا ۱۳۲ -

گلشن ، راجه جیا لال : ۴۲ -
گنا بیگم : ۵۷۹ -
گویا، فقیر محمد خاں : ۲۴۹،۲۴۸ -
گہر ، مرزا امداد علی : ۵۵۵ -

ل

لطیف ، میر شمس الدین : ۵۵۶ -
لقمان : ۱۶۰ -

م

ماہ ، مرزا عنایت علی بیگ : ۶۰۵ -
مائل ، مرزا ہدایت علی : ۵۶۰ -
متین ، میر بہادر علی : ۳۶۵ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ -
مجرم ، باقر علی‌خاں: ۵۶۳، ۵۶۴ -
مجرم ، قادر علی : ۳۹۷ ، ۳۹۸ -
مجروح ، غلام سعد : ۳۳۳ ، ۳۳۴ -
مجروح ، کشن چند : ۵۶۱ -
مجروح ، لالہ لالتا پرشاد : ۶۰۲ -
محب ، شیخ ولی اللہ : ۵۵۸ ، ۵۵۹ -
محبت ، پنڈت شیو پرشاد : ۳۶۵ ، ۳۶۶ -
محتشم ، مرزا محمد محتشم : ۲۹۳ ، ۴۸۲ -
محرور ، ہادی حسن : ۳۴۸ -
محزون ، عالم شاہ : ۶۲۷ -
محسن الدلہ وبہادر : ۵۹ -
محسن ، مرزا : ۵۷، ۲۰۴، ۲۱۴ ، ۲۳۲ -
محسن ، میر محسن علی : ۳۵۱ تا ۳۵۳ ، ۵۸۵ -
محمد (صلی اللہ علیه وسلم) حضرت : ۱۱۹ ، ۲۰۵ ، ۵۳۹ -
محمد امین : ۳۵۵ -
محمد بخش ، حکیم : ۵۶۴ -
محمد تقی خاں ، مرزا : ۳۰۹ -
محمد حسن ، خواجه : ۵۳۸ -
محمد سعد اللہ خاں : ۵۷۰ -
محمد علی خاں ، نواب : ۱۱۸ -
محمد یحییٰ خاں بہادر : ۱۱۳ -
محو ، شیخ فیض اللہ : ۶۱۸ -
محمود علی ، میر : ۵۸۵ -
مرزا ، حکیم فضل اللہ عرف مرزا نینا : ۵۵۷ -
مرزا ، محمد حسین خاں عرف نواب مرزا : ۵۶۱ -
مزمل ، شاہ سزمل : ۵۶۲ -
مستان ، مرزا احسن : ۵۶۱ -
مسکین ، عبدالواجد خاں : ۱۸۳ -

مسیح الدولہ : ۲۷۸ -
مسیح ، حکیم محمد علی : ۵۶۴ -
مسیحا ، محمد علی خاں : ۲۷۰ ،
۲۷۲ ، ۲۷۳ -
مشتاق ، شیخ نجم الدین : ۱۵۷ ،
۱۵۸ -
مشتاق ، مرزا ابراہیم بیگ :
۵۶۱ -
مشیر ، شیخ قطب الدین : ۱۵۳ -
مصحفی ، میاں غلام ہمدانی : ۱ ،
۵۶ ، ۲۴۷ ، ۳۹۶ ، ۵۰۷ ،
۵۶۸ ، ۵۸۵ ، ۶۲۷ -
مصطفیٰ خان : ۲۷۰ -
مضمون ، شرف الدین : ۵۹۷ -
معتمد الدولہ بہادر ، نواب : ۵۲ ،
۵۹ ، ۳۲۰ ، ۳۲۲ -
معجز ، مرزا محمد رضا : ۲۷۳ ،
۲۷۴ -
معروف ، الٰہی بخش : ۱۵۱ -
مقبول ، مقبول نبی : ۵۶۳ -
مقصود : ۵۵۷ -
مقصود علی خاں : ۲۲۲ -
مکرم علی خاں : ۲۷۷ تا ۲۷۹ -
ملال ، محمد رضا خاں : ۲۲۶ -
ممتاز ، کالکا دین : ۱۳۲ ، ۱۳۳ -
ممتاز ، مرزا حسین علی خاں :
۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۶۴ تا ۳۶۶ -

منتظر ، خواجہ بخش : ۵۶۲ -
منتہی ، مرزا مسیتا : ۷۲ ، ۷۳ -
منشی ، مول چند : ۱۴۹ -
منعم ، قاضی نورالحق : ۵۶۲ -
منعم ، موہن لال : ۱۵۳ -
منعم ، میاں : ۵۷۷ -
منیر، میراسماعیل حسین(شکوہ‌آبادی):
۳۲۸ ، ۳۳۰ تا ۳۳۲ -
منیر ، وجیہ الدین : ۱۳۸ -
موتی : ۵۸۰ -
موج ، میر کاظم حسین : ۳۶۶ ،
۳۶۷ ، ۳۷۳ -
موجی رام ، لالہ : ۵۴ ، ۹۹ ،
۲۰۵ ، ۶۰۲ ، ۶۰۳ -
موسیٰ (علیہ السلام) حضرت :
۵۶ ، ۸۷ ، ۱۶۵ ، ۲۰۵ ، ۲۷۳ ،
۳۶۷ ، ۴۰۴ ، ۶۱۹ -
مومن ، مومن خاں دہلوی : ۱۶۹ ،
۱۷۱ تا ۱۷۳ ، ۱۷۵ ، ۱۷۸ ،
۱۷۹ ، ۱۸۱ تا ۱۸۳ ، ۱۸۷ ،
۵۸۱ -
مہدی ، میر : ۳۹۰ -
مہدی ، نواب مہدی علی خاں :
۵۶۰ -
مہر ، سید آقا علی خاں : ۳۲۰ تا
۳۲۲ -
مہر ، مرزا حاتم علی بیگ :
۶۰۷ -

میر ، محمد تقی : ۲۰۱ ، ۲۳۷ ،
۳۰۵ ، ۳۰۶ ، ۵۰۷ ، ۵۹۷ -
میرزائی صاحب : ۵۷ تا ۵۹ ،
۲۰۶ ، ۲۷۹ ، ۶۱۵ -

ن

نادر، کلب حسین : ۲۶۹ ، ۶۱۱ -
نادر ، مرزا عسکری : ۳۰۸ -
نادم ، جبار دہلوی : ۱۸۶ -
ناسخ ، شیخ امام بخش : ۵۶ تا
۶۰ ، ۶۷ ، ۱۶۰ ، ۲۰۱ ،
۲۰۳ تا ۲۰۶ ، ۲۱۲ تا ۲۱۴ ،
۲۱۸ ، ۲۲۱ تا ۲۲۷ ، ۲۲۹ ،
۲۳۶ ، ۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۳۳ ،
۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۵۳ ، ۲۵۵ ،
۲۵۶ ، ۲۶۱ ، ۲۶۳ ، ۲۶۵ ،
۲۶۶ ، ۲۶۸ تا ۲۷۰ ، ۲۷۷ ،
۲۷۹ ، ۲۸۷ ، ۳۰۷ تا ۳۱۱ ،
۳۱۷ ، ۳۷۰ ، ۳۷۶ ، ۳۷۷ ،
۳۹۹ ، ۴۰۰ ، ۴۰۲ ، ۴۰۵ ،
۴۲۲ ، ۵۳۳ ، ۵۸۲ ، ۶۰۷ ،
۶۰۸ -
ناصر، سعادت خاں (مؤلف تذکرہ) :
۴۳ ، ۵۷ ، ۶۷ ، ۷۹ ، ۱۱۸ ،
۱۴۸ ، ۱۵۴ ، ۱۸۴ ، ۲۰۲ ،
۲۱۶ ، ۲۲۷ ، ۲۳۳ ، ۲۳۲ ،
۲۵۶ ، ۲۷۹ ، ۳۷۷ ، ۴۳۶ ،
۵۰۷ ، ۵۴۴ ، ۵۸۴ ، ۵۸۷ ،
۵۸۹ ، ۵۹۰ ، ۶۳۷ -
ناصر ، سید ابو محمد : ۴۱۱ ، ۴۱۲
ناصر ، مرزا میر : ۱۹ ، ۲۰ -
ناصر علی خاں ، سید : ۵۶۶ -
ناطق ، شیخ احمد شاہ : ۶۰۶ -
نالاں ، شیخ محمد وارث : ۵۶۵ -
نالاں ، میر احمد علی : ۵۹۵ -
نامی ، سید علی محمد خاں : ۶۰۸ ،
۶۰۹ -
نجابت علی خاں، نواب : ۲۲۳ -
نجف خاں بہادر ، نواب : ۱۳ -
نجف علی ، میر : ۳۲۶ -
ندیم ، میر محمد شفیع : ۳۰۲ ، ۳۰۳ ،
۳۰۵ ، ۳۰۶ -
نزاکت ، رمجو : ۵۸۱ ، ۵۸۲ -
نسیم ، دیا شنکر : ۱۶۳ -
نسیم، مرزا اصغر علی خاں : ۱۸۷ ،
۱۸۹ ، ۵۹۰ -
نصرت ، مرزا محمد جعفر : ۷۱ ،
۷۲ -
نصیر ، میاں نصیر الدین عرف کلو:
۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۶ تا ۱۵۴ ،
۱۵۷ تا ۱۵۹ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ -
نصیر الدین حیدر ، بادشاہ : ۵۹ ،
۲۶۲ ، ۴۹۳ ، ۵۶۳ -
نظام، نواب عماد الملک غازی الدین
خاں : ۵۶۵ -
نظر علی خاں : ۲۶۲ -

نظیر (اکبر آبادی) شیخ ولی محمد :
۱۹۵، ۱۹۶، ۵۹۸ -
نعیم ، نعیم اللہ خاں : ۵۹۶ -
نقی ، علی نقی خاں عرف پیارے
صاحب : ۴۴۸ تا ۴۵۰ -
نقی ، نقی علی خاں : ۵۶۵ -
نکہت ، نیاز علی بیگ : ۱۵۷ -
نمود ، مرزا آسمان قدر : ۳۷۶ ،
۳۷۷ ، ۴۰۲ -
نمود ، میر مہدی حسن : ۱۰۲ ،
۱۰۳ -
نور ، میر وزیر : ۴۴۱ ، ۴۴۲ -
نورالحسن نقوی : ۲۶۴ -
نورالحسن ہاشمی : ۵۶۸ -
نورالدین ، مرزا : ۱۰۷ -
نوروز علی خاں : ۲۴۴ -
نیاز ، شاہ نیاز احمد : ۵۶۷ -

و

واحد ، پنڈت سنگم لال : ۲۸۸ ،
۲۸۹ -
وارث ، شیخ محمد وارث : ۵۷۱ -
والہ ، مرحمت خاں : ۵۷۰ -
واہب ، شیخ ہدایت حیدر : ۲۰ -
وجیہ ، نواب وجیہ الدین خاں :
۵۶۹ -
وحشت ، سید غلام علی خاں :
۱۷۵ -
وحید ، حکیم محمد وحید اللہ خاں :
۵۷۰ -
وحید ، سرفراز علی خاں : ۹۵ ،
۹۶ -
وزیر ، خواجہ : ۳۷۷ ، ۳۷۹ ،
۳۸۱ ، ۳۸۳ ، ۳۸۷ ، ۳۸۹ ،
۳۹۰ ، ۳۹۶ ، ۳۹۷ ، ۳۹۹ ،
۴۰۰ ، ۴۰۲ -
وزیر ، وزیر علی خاں : ۶۲۸ -
وصف ، میر محمود علی : ۹۴، ۹۵ -
وفا ، مرزا عبدالعلی : ۱۳۹ -
ولی : ۵۶۵ -
ولی : ۵۶۹ -
ولی ، مرزا محمد علی : ۵۶۹ -
ولی ، میاں : ۵۶۸ ، ۵۶۹ -

ہ

ہاتف ، مرزا حیدر علی : ۲۲۱ ،
۲۲۲ -
ہادی ، میر محمد جواد : ۵۷۲ -
ہامان : ۵۶ ، ۵۷ -
ہشیار، سید امجد علی : ۲۴۷، ۲۴۸،
۳۱۰ -
ہلال ، امیر علی خاں : ۳۵۷ ،
۳۵۸ ، ۴۵۱ ، ۴۵۲ -
ہمایوں ، مرزا ہمایوں بخت : ۱۰۹ ،
۱۱۰ -

ی

یار ، میر احمد : ۵۷۳ -

یاس ، خیرالدین : ۱۷۷ -

یکرو ، عبدالوہاب : ۵۷۳ -

یوسف (علیہ السلام) ، حضرت :
۳۱ ، ۱۱۵ ، ۳۰۲ ، ۳۰۷ -

یوسف ، یوسف بیگ : ۲۸۷ -

یوسف ، یوسف خاں : ۱۱۱ -

مقامات

اٹاوہ : ۲٦۹ ، ٦۱۱ -

اسماعیل گنج : ۲۴۲ -

اکبر آباد : ۱۹۰ ، ۱۹۵ ، ٦۲۳ -

الہ آباد : ۳۵۹ ، ۳۸۹ -

امام باڑہ اعتماد علی خواجہ سرا : ۱۵۵ -

امام باڑہ لاڈو جان : ۲۳۸ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ -

امروہہ : ۵۱۴ ، ٦۲۷ -

امیٹھی : ٦۱۰ -

اودھ : ۲۰۱ ، ۲۷۸ -

بھراؤں : ۵۹۵ -

بخارا : ٦۰۸ -

بدایوں : ۵۷۰ -

بریلی (بانس بریلی) : ۵۳۱ ، ۵۹٦ ، ٦۲۷ -

بطحوا : ۱۱۸ -

بغداد : ۱ -

بلگرام : ۸۷ ، ۱۹٦ -

بلند شہر : ۱۸۰ -

بنارس : ۱۸۰ -

بیت اللہ : ۱۳۳ -

جاج مئو : ۳۳۲ ، ۳۳۳ ، ۳۴۴ -

جونپور : ۵٦٦ -

حیدر آباد : ۱۴۲ ، ۳۸۸ ، ۵۳۵ -

خوارزم : ٦۰۸ -

خیرآباد : ۳۹۳ -

دکن : ٦۲۳ ، ٦۲۷ -

دہلی (شاہجہان آباد) : ۳۹ ، ۷۷ ، ۱۴۲ ، ۱٦۸ ، ۱٦۹ ، ۱۷۵ ، ۱۷۹ ، ۱۸۷ ، ۱۹۰ ، ۲۲۱ ، ۵۰۰ ، ۵۰٦ ، ۵۰۷ ، ۵۱۴ ، ۵۲۴ ، ۵۳۸ ، ۵۴۵ ، ۵۵۰ تا ۵۵۲ ، ۵۵۸ ، ۵۷۲ ، ۵۸۱ ، ٦۰۸ -

ڈیبائی : ۱۸۰ -

رام پور : ۱۸۲ ، ۳۸۸ -

رام نگر : ۲۳۳ ، ۳۸۷ -

رائے بریلی : ۵۳۳ -

ردولی : ۱۴۱ -

سبزوار : ٦۰۸ -

سکندر پور : ٦۰۹ -

سلیم پور : ٦۱۰ -

سمرقند : ٦۰۸ -

سنپت (سونی پت) : ۵۵۰ -

سندیلہ : ۲۷۷ -

سورت : ۵۵٦ -

سہارن پور : ۵۳۸ -
شاہجہان آباد : دیکھیے "دہلی" -
شیخ پور : ۱۵۴ -
عظیم آباد : ۵۱۳ ، ۵۱۶ ، ۵۱۹ ،
۶۰۶ -
فرخ آباد : ۱۵۴ ، ۳۶۷ ، ۵۳۳ ،
۶۱۷ ، ۶۱۸ -
فرنگی محل : ۶۲۱ -
فیض آباد : ۲۰ ، ۲۱ ، ۳۰۹ ،
۳۱۰ ، ۳۶۳ ، ۵۴۴ ، ۵۵۷ -
قندھاری بازار : ۴۳۶ -
کانپور (کانہہ پور) : ۵۷ ، ۵۸ ،
۶۰ ، ۹۴ ، ۹۷ ، ۳۳۲ تا ۳۳۶ ،
۳۳۹ ، ۳۴۳ ، ۳۴۸ ، ۳۵۲ ،
۳۷۱ ، ۵۸۵ -
کٹرہ تراب خاں : ۲۷۸ ، ۴۷۶ -
کربلاے معلیٰ : ۱۳۱ -
کلکتہ : ۲۷۸ -
کول : ۳۷۳ ، ۵۸۱ -
گورکھ پور : ۴۸۹ -
گولہ گنج : ۲۹۲ -
گومتی (دریا) : ۱۵۵ ، ۱۶۸ -
لکھنؤ : ۵۷ تا ۶۰ ، ۸۱ ، ۹۴ ،
۱۳۲ ، ۱۵۴ ، ۱۶۸ ، ۲۰۱ ،
۲۰۶ ، ۲۲۱ ، ۲۳۳ ، ۲۷۷ ،
۲۷۸ ، ۳۰۶ ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ ،
۳۶۳ ، ۳۶۵ ، ۳۹۷ ، ۴۰۷ ،
۴۷۷ ، ۴۹۰ ، ۵۱۹ ، ۵۲۴ ،
۵۳۴ ، ۶۰۸ ، ۶۱۲ ، ۶۲۷ -
ماوراءالنہر : ۶۰۸ -
محلہ پنہری : ۴۹۰ -
محلہ ٹکسال : ۵۷ -
مرہٹا : ۶۱۲ -
مرشد آباد : ۶۲۴ -
مسجد اقصیٰ : ۱۱۸ -
مصر : ۴۰۷ -
موہان : ۹۵ -
ناون : ۲۹۴ -
نخاس : ۲۷۷ -
ہندوستان : ۱۹۹
یثرب : ۱۱۸ -

اصطلاحات

ابتداء : ۳۰ -
ایجاد : ۳۲۸ -
ایہام گوئی : ۳۱۹ -
بامزہ : ۸۳ -
بانکپن : ٦۰ -
بانمک : ۳۳۰ -
بندش : ۵۸۳ -
بندشِ مضمون : ۱۳۱ -
تاریخ گوئی : ۱۵۳ ، ۲٦٦ ،
۵۸۵ -
تازہ گو : ۳۲۸ -
تجلی صبح صادق : ۵۴۲ -
تربیت : ۲۰۱ -
تضمین : ۱۹۸ -
تقطیع : ۷۹ ، ۲۸۵ -
توارد : ۲۰۵ ، ۲۱۳ -
چھب : ۲۸۵ -
حاضر : ۵۳۱ -
حسن پرستی : ۵۷ -
خمسہ : ۲۳۸ -
خوش ادا : ۳۹۸ -
خوش اندیشہ : ۵۱۸ -
خوش تصور : ۳۷۹ -
خوش تفکر : ۵٦٦ -
خوش تقریر : ٦۱۹ -
خوش خیالی : ۱۱۳ -
خوش زبان : ۵۱٦ -
خوش سرائی : ۳۳٦ -
خوش شعار : ۵۱۵ -
خوش طبیعت : ۵۰۵ -
خوش فکر : ۳۷۳ -
خوش قلم : ۱۵۲ -
خوش قیاس : ۳۹٦ -
خوش کسب : ٦۰۲ -
خوش کلامی : ۵۳۸ -
خوش لہجہ : ۷۵ ، ۱۹۰ ، ۵۱۹ -
خوش مقال : ۵۰۸ -
درماہہ : ۵۹ -
دیوان : ۱۱۸ ، ۲۲۵ ، ۲٦۹ -
ذہن رسا : ۳۰ -
ذہن سلیم : ۳۵۳ -
رائے صائب : ۱۹۰ -
رنگین خیال : ۳۷۹ -
ریختہ : ۱ ، ۲٦۱ -
ریختہ گو : ۱۳۳ -
سادہ بیان : ۳۳۲ -
سادہ کاری : ۳۳۷ -
سادہ گوئی : ۷۹ -

سلاست : ۳۰۹ -
سماعت : ۱۰۸ -
شاداب : ۳۹۱ -
شاعر فصیح : ۵۶۴ -
شہرآشوب : ۵۶۳ -
شیریں بیان : ۲۰۱ ، ۳۰۲ ، ۵۱۹ ،
۵۶۵ -
شیریں زبان : ۵۳۲ -
شیریں سخن : ۳۵۷ -
شیریں کلام : ۵۶۵ -
صاحب الارشاد : ۶۲۳ -
صاف گو : ۳۴۲ -
صحبت : ۹۹ ، ۲۸۹ -
طبیعت کا سالم : ۵۱۵ -
طرز ایہام : ۱۴۲ -
علم الٰہی : ۱۱۹ -
عمل تسخیر : ۴۴ -
فارسی گو : ۳۹۳ ، ۵۵۱ ، ۵۵۴ ،
فکر تازہ : ۳۳۹ -
فکر صحیح : ۵۰۸
قرابت : ۱۸۹ -
لطافت : ۵۸۵ ، ۶۰۲ ، ۶۲۸ -
مانجھے کا جوڑا : ۲۳۱ -
متانت : ۳۰۹ -
مشق : ۱۲۸ -
مضامین آبدار : ۳۷۳ -
مطلع : ۵۷ -
معجز بیان : ۱۶۹ ، ۱۹۰ ، ۵ ۵۰
معنی بند : ۷۹ ، ۴۱۹ -
معنی یابی : ۴۶۷ -
مقطع : ۲۰۱ ، ۲۶۹ -
ملاحت : ۱۰۲ -
موزون الطبع : ۱۴۲ ، ۵۷۷ -
موزونی : ۲۸۵ -
موزونیت : ۱۵۷ -
نازک ادا : ۷۹ ، ۲۷۰ -
نجابت : ۱۵۸ -
نزاکت : ۵۸۰ ، ۶۰۲ ، ۶۲۸ -
نشست : ۵۸۳ -
ولایت : ۱۱۹ -
ولایتی : ۲۸۵ -
ہندی : ۵۴۴ -
ہندی گو : ۹۹ -
یوسفستان لکھنؤ : ۲۸۳ -

کتب

باغ و بہار (تذکرہ) : ۵۸۵ -
بہار دانش : ۵۴۴ -
تاریخ اودھ : ۱۵۵ -
تذکرۂ مصحفی : ۲۰۱ -
تذکرۂ ہندی : ۵۵۸ -
چار باغ (تذکرہ) : ۵۸۵ -
خوش معرکۂ زیبا : ۶۰ ، ۵۸۷ -
دیوان جان صاحب : ۱۳۳ ، ۱۳۴ -
دیوانِ صبا : ۸۱ ، ۸۲ -
دیوانِ ظفر : ۱۱۰ -
دیوانِ غالب : ۱۹۱ -
دیوانِ گویا : ۲۵۰ -
دیوانِ ناسخ : ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۷۱ -
ریاض الفصحا : ۴۴ ، ۵۳۰ ، ۵۳۵ ، ۵۵۵ ، ۵۵۹ -
عمدۂ منتخبہ : ۵۳۰ ، ۵۵۸ -
قرآن مجید : ۵۶ ، ۵۷ -
کلیاتِ آتش : ۷
کلیاتِ ذوق : ۱۶۲ ، ۱۶۵ -
کلیاتِ سعدی : ۶۱۸ -
کلیاتِ مصحفی : ۲۶۴ -
کلیاتِ مومن : ۱۷۴ -
کلیاتِ ولی : ۵۶۸ -
گلشن بے خار (تذکرۂ) : ۱۴۲ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۸۴ -
معراج نامہ : ۲۶۴ -

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦	٢٠	ماہِ لقا	ماہ لقا
١٢	٢	خواہان	خوبانِ
١٣	١٠	مِلتے	ہِلتے
٢٥	٣	فریبِ	فریب
٣٥	١٥	کیسے	کیب سے
٣٨	١٨	زلفِ	زلف ،
٣٩	٦	لگ	ہِک
٥٠	٢	مژمردہ	پژمردہ
٥٣	٣	کیا	کہا
٥٣	٥	میں	میں (کذا)
٦١	٧	ہو	ہو
٦٩	١٠	رہگیر	زہگیر
٧١	١٨	شورش	سوزش
٧١	حاشیہ ٣	"	"
٧٣	١٣	کیا	کب
٧٧	١	کرتے	کر لے

٧٧	١٤	زیارت	زیارت کا
٨١	١	پہ	یہ
٨٣	٥	یار	بار
٨٩	٢٠	لیا	دنیا
٩٥	٤	ہوتی	ہوئی
٩٦	١	اٹھیں ہیں	اٹھے ہیں
٩٦	حاشیہ ١	نہیں میں	میں نہیں
١٠٠	١٠	مزرعہ	مزرعِ
١٠٩	١٦	جلاتے ہیں	جلانے میں
١١٠	١٥	جھوٹا	جھوٹا ہے
١١٥	١٠	سلیمان ...	سلیمان رخ ، دہن انگشتری ہے
١١٦	٣	منعمن	منعمان
١٣٣	٤	یہ	پہ
١٣٤	٣	عالم	خاتم
١٣٦	٦	گہن	کہن
١٤١	١١	یاد	یار
١٤٤	١	ہلی	ہلے
١٤٤	٧	...مژہ کا اس دلِ سوزاں پہ...	...مژہ پر اس دل سوزاں...

١٣٥	٨	اپنے	اتنی
١٥٣	حاشیہ ٥	المحتصر	المختصر
١٦٦	٩	آتا ہی	آتا ہے
١٧٢	١	فرساد	فرہاد
١٨٦	حاشیہ ١	تزجمہؔ	ترجمہؔ
١٩٧	٧	حالہؔ	خالہؔ
٢٠٠	٨	کلنگ	کلنک
٢٠١	٥	کلسہ	کاسہ
٢٠١	٢١	بالصو واللہ علم اب	واللہ اعلم بالصواب
٢٠٣	حاشیہ ٣	اعتراض	اعتراضی
٢٠٦	١٥	متعرف	متصرف
٢٠٨	١٥	کا	گا
٢١٣	١٨	توار	توارد
٢٢٦	٧	تردستی	تیزدستی
٢٢٧	٣	اچھی	اچھے
٢٢٩	حاشیہ ١	بھی میں	میں بھی
٢٣٠	حاشیہ ١	...بھی میں بعد میں...	...بھی بعد میں...
٢٣٩	٢	رزم و بزم وبین	رزم و بزم و بین

۲۴٦، ۲۴۷		یہ دونوں صفحے ایک دوسرے کی جگہ چھپ گئے ہیں	
۲۵۱	۱۸	گھر کروں	گھر پیدا کروں
۲٦۷	۹	بگولے خاک برسر روزہیں	بگولے خاک بر سر روز ہیں
۲٦۹	۳	سادہ رووں	سادہ رووُں
۲۷۴	۱۳	قابل	قایل
۲۷٦	۱۲	جبین	جبین
۲۸۳	۲۲	مردم	بردم
۲۸۹	۵	کو	گو
۲۹۳	۱۲	چاہ میں دونو کی	چاہ نے دونوں کی
۲۹٦	۱	رام پور کے لڑائی کی	رام پور کی لڑائی کے
۳۰۴	۱۲	مار کژدم	مار و کژدم
۳۰۴	۱۷	فاو	وفا
۳۲۱	۱٦	جلاح	حلاج
۳۲٦	۱۷	چھڑیاں	چھریاں
۳۳۳	۱۷	آپ	آب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣٣٥	١١	مہ	یہ
٣٥٩	١٠	سے	سی
٣٥٩	١٧	بال پر	بال بھر
٣٦٠	١٢	ناتوانانی	نا توانی
٣٦٢	٤	لگائے	لگاتے
٣٧٦	حاشیہ ٣	سخن وشیریں زباں	سخن ور شیریں زباں
٣٨٤	٧	خلوت	خلعت
٣٩٤	١	توڑے	توڑنے
٣٩٨	٧	نہتر	بہتر
٤٠١	١	یجے	کیجے!
٤٠٥	١٤	ممکن	مسکن
٤١٦	٢	داغ ہے دل میں ، تری...	داغ ہے دل میں مرے...
٤٣٦	٥	رکھتی	رکھتے
٤٣٦	١١	پکر	پیکر
٤٤١	٣	بے ملاق	بی ملانی
٤٤٣	٣	کھل	گھل
٤٤٩	١٥	جادے بستر،آ...	جادے بسترا . . .
٤٦٥	٢	چھوڑدے دے	چھوڑ دے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳٦۸	۱۷	ہندوستان	ہندستان
۳۷۳	٦	نکا	لکا
۳۸۳	۸	دہان	دھیان
۳۸٦	۱۲ ، ۱۳	پید	پیدا
۵۰۱	۱۲	ساں	سا
۵۰۲	حاشیہ ۲	جہاندا	جہاندار
۵۱۳	۱۱	کے خودی	بے خودی
۵۲۳	حاشیہ ۱	مرزا محمد جان تخلص	مرزا محمد جان کا تخلص
۵۲۸	۱۵	شور	سوز
۵۳۰	۲	آئنہ میں	آئنہ
۵۳۴	۱۹	مرتے تھے	مرتی تھی
۵۵۳	۱	غلام[قلندرخاں]	[شام غلام]
۵٦۵	۸	باز	راز
۵۷۸	٦	۔	حیا
٦۰۰	۱۰ ، ۱۱	مراز	مرزا
٦۰۵	۹	کہ	کے
٦۲۱	۱۹	شریں	شیریں

اس تذکرے کے مقدمے میں طباعت کی جو اغلاط رہ گئی تھیں ، آن کی تصحیح جلد اول کے صحت نامے میں نہیں ہو سکی تھی -

چند اہم اغلاط کی تصحیح یہاں کی جاتی ہے ۔

۲۹	۱۴	د	در
۳۰	۱۰	نوی	مثنوی
۴۰	۱۹	ترتالیس	تینتالیس
۴۱	۲۰	ایک...ہوئی	ایک دکان حلوائی کے اوپر مجھ سے اور آن سے ملاقات ہوئی
٦۳	۱۰	استاد	استاد تخلص
٦۳	۱۱	عوض نانی	عوض باپ سے لینا نئی . . . سے لیا - نئی...
٦۴	٦	لطائف اورظرائف	لطافت اور ظرافت
٦۵	۱۱	مشابقہ	مساحقہ
٦۵	۱۸	پانچوں	پانچویں
٦۵	۱۹	منجم اور	منجم و
٦۵	۲۰	آپ ہی مزا	آپ ہی میں مزا
٦٦	۲	اگر	اگر زبان
۹۴	۷	شا	شاہ
۹۴	۲۰	وزیر علی	وزیر علی خان
۱۰۹	۱۲	شعر	شعرا